(U3)

3 — 1

1 — 10

3 — 3

8 823

8.23.

^23 Eighet

۸۲۳

Cut by

(U3) 10/3.

Pregmetar

A rasheed.
Mathematics

گنج سلیماں

از

مظہر الحق علوی

جس خاک کے ضمیر میں ہو آتش چنار
ممکن نہیں کہ سرد ہو وہ خاک ارجمند

انتساب

اپنے عزیز بھائی

زین العابدین علوی

کے نام

جنہوں نے اس کتاب کے ترجمہ میں مجھے کافی مدد دی ہے

مظہر الحق علوی

دو باتیں

ایک مدت سے میری یہ خواہش تھی کہ انگریزی ادب کے اس شہپارے کو اُردو دان طبقہ کی خدمت میں پیش کر دوں۔ لیکن اسے میری کاہلی سے تعبیر کیجئے یا عدیم الفرصتی سے کہ پچھلے ایک سال سے بار بار کوشش کرنے کے باوجود اپنے ارادے کو عملی جامہ نہ پہنا سکا۔ ایک روز بیٹھے بیٹھے کچھ جنون سا سوار ہوا اور قلم دوات لے کر بیٹھ گیا۔

اس عرصہ میں قبلہ نسیم صاحب سے خط و کتابت کرتا رہا جن کے پرخلوص اور ہمت افزا خطوط نے میری ہمت افزائی کی اور مجھے ناول مکمل کرنے کا ایک بہانہ ہاتھ آگیا۔ اور اس کے لئے میں قبلہ نسیم صاحب کا شکر گذار ہوں۔

خیال تھا کہ قارئین کی سہولت کے پیش نظر کرداروں کے نام بدل دونگا۔ لیکن پتہ چلا کہ ایسا کرنے سے ناول میں کافی تبدیلی کرنی ہوگی۔ اور اس کے کئی ایک دلچسپ حصہ بھی حذف کرنے ہونگے۔ چنانچہ اس وجہ سے کہ ناول کا اصل لطف جاتا نہ رہے میں نے کرداروں کے نام انگریزی ہی رہنے دیئے ہیں۔

ترجمہ کے بارے میں میں کچھ کہنا نہیں چاہتا۔ جیسا بھی ہے اسوقت آپ کے ہاتھ میں ہے اسکی اچھائیوں اور بُرائیوں کا اندازہ آپ بہتر لگا سکتے ہیں۔

آخر میں اتنا عرض کر دوں کہ اس کتاب کو آپ تک پہونچانیکا سہرا بھی قبلہ نسیم صاحب ہی کے سر ہے جنھوں نے اسے اپنے ادارے سے شائع کر کے مجھے مترجم بنا دیا۔

اگر آپنے اس ناول کو پسند کیا تو میں سمجھونگا محنت رائیگاں نہیں گئی۔

مظہر الحق علوی
احمد آباد
۵۵ء

پہلا باب

سر ہنری سے ملاقات

یہ بات میری طرح شاید آپ کو بھی عجیب معلوم ہو اس وقت جبکہ میری عمر پچپن سال سے تجاوز کر چکی ہے میں اپنی زندگی کے چند واقعات لکھنے کے لئے قلم اٹھا رہا ہوں۔ اور میں یقینی طور پر کہہ نہیں سکتا کہ جب میں ان واقعات کو قلم بند کر لوں گا تو آپ ان سے کیا کیا نتائج اخذ کریں گے...... میں اپنی اس زندگی میں چند عجیب و غریب اور لرزہ بہ اندام کر دینے والے حادثات سے دوچار ہوا ہوں۔ میری یہ ساٹھ سالہ زندگی ...... جو مجھے از حد طویل معلوم ہوتی ہے۔ بڑی پر خطر اور بیقرار گزری ہے۔ اور مجھے کبھی ایک جگہ اطمینان اور سکون سے بیٹھنا نصیب نہیں ہوا قسمت مجھے صحراؤں اور جنگلوں میں لئے پھری اور بار بار میں موت کے پنجے سے اپنا دامن چھڑا کر بھاگا ہوں۔

اس عمر میں جبکہ عام طور پر دوسرے لڑکے اسکولوں میں تعلیم حاصل کر کے اپنا مستقبل روشن بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ میں اپنی روزی حاصل کرنے کیلئے جد و جہد کر رہا

تھا ۔ اور اسی کم عمری سے میری زندگی بڑی تلخ گزر رہی ہے ۔
تجارت میری گھٹی میں پڑی ہوئی ہے ۔ چنانچہ کم عمری ہی میں تجارت کرنے لگا تھا ۔ اور اگر تجارت کا بازار مندا ہوتا تو میں کدال لئے کانوں میں مزدوری کرتا ۔ یا پھر کاندھے سے بندوق لٹکائے شکار کی تلاش میں افریقہ کے جنگلوں میں مارا مارا پھرتا ۔
یوں ہی گرتا پڑتا زندگی کی راہ طے کر رہا تھا کہ ابھی آٹھ ماہ پیشتر ہی میری سوئی قسمت جاگی اور میری تمام مشکلات اور پریشانیوں کا یکلخت خاتمہ ہو گیا ..... میرے ہاتھ اتنا زر دولت آئی کہ اگر میں چار مرتبہ مر کر بھی زندہ ہوتا اور کنجوسی کی خدنگ کفایت شعاری کرتے ہوئے پائی پائی جوڑ کر رکھتا تب بھی اتنا امیر نہ بنتا ۔
اس دولت کو میں نے کیسے حاصل کیا ؟ اس کی داستان انتہائی دلچسپ ہونے کے ساتھ ساتھ ہیبتناک بھی ہے ۔ سخت جان ہوں جو بچ گیا ورنہ کبھی کا صحرائے افریقہ کے درندوں اور جھاڑیوں کے پیٹوں میں ہضم ہو چکا ہوتا
اس خوفناک داستان کو بیان کرنے سے پہلے بہتر معلوم ہوتا ہے کہ میں اسے لکھنے کی چند وجوہات بیان کر دوں اس کہانی کو میں شاید اس لئے قلمبند کر رہا ہوں کہ ..
(۱) کپتان گڈ اور سر ہنری کرٹس کا تقاضا ہے ۔
(۲) اس وقت میں یہاں ڈربن میں پیر کے درد کی وجہ سے پڑا ہوا ہوں اور وقت کسی طرح کاٹے نہیں کٹتا ۔ مگر ہاتھ پیر کے درد کا قصہ بھی سن لیجئے ..... ایک مرتبہ شکار کھیلتے ہوئے ایک خونخوار شیر نے میرے پیر میں اپنے تیز تیز دانت گھبو دئے تھے حالانکہ اسکی سزا اس شیر کو اسی وقت مل گئی تھی ۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس شیر کے دانتوں میں کسی قسم کا زہر تھا جس کی وجہ سے میرے پیر کا زخم آج تک ٹھیک ہونے میں نہیں

آیا ..... یہ زخم سال میں ایک مرتبہ انہیں تاریخوں میں درد کرتا ہے۔ جبکہ اس نالائق شیر نے میری ٹانگ کو گاجر کی طرح چبالیا تھا۔ شیر تو میری گولی کا نشانہ ہو کر کیفر کردار کو پہونچا لیکن مجھے زندگی بھر کے لئے تکلیف میں مبتلا کر گیا۔

(۳) اس کہانی کے لکھنے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ میرا لڑکا۔ جو لندن کے ایک ہسپتال میں ڈاکٹری کی تعلیم حاصل کر رہا ہے۔ رات دن مردوں کی چیر پھاڑ سے تنگ آجاتا ہوگا ..... اور شاید وہ میری اس کہانی کی وجہ سے مردوں کی دنیا اور دواؤں کی بو میں بسی ہوئی فضا سے گھڑی بھر کے لئے چھٹکارا پا سکے۔

(۴) اور آخری وجہ یہ ہے کہ میں ایک عجیب غریب اور بھیانک کہانی کہنے والا ہوں۔ اور ان لوگوں کو جو مارے حسد کے میری برائیاں کرتے رہتے ہیں۔ یہ بتانا مقصود ہے کہ میں نے یہ دولت جان کو خطرے میں ڈال کر حاصل کی ہے اور اس لئے قطعی حرام کی کمائی نہیں ہے۔

آپ میری اس بے وجہ بک بک سے تنگ آگئے ہوں گے۔ چنانچہ اب میں اپنی کہانی شروع کرتا ہوں۔

حالانکہ میں ایک غریب تاجر پیشہ آدمی ہوں لیکن میری رگوں میں شریف خون گردش کر رہا ہے۔ میرے والد اور والدہ شریف اور باعزت خاندان کے فرد تھے۔ اور مجھے شرافت ورثہ میں ملی ہے .....

میری تجارت کا دار و مدار شکار پر تھا اس لئے کئی ایک جانور اور ساتھ ہی انسان بھی میری بندوق کی گولی کا نشانہ بنے ہیں۔ لیکن آج تک میں نے کبھی کسی کا خون بلا وجہ نہیں بہایا۔ اور میں اس بات پر فخر کرتا ہوں کہ میرے ہاتھ آج تک کسی بیگناہ

کے خون سے آلودہ نہیں ہوئے۔ بارہا ایسا ہوا ہے کہ مجھے اپنی حفاظت کیلئے گولی چلانا پڑی ہے۔ اور میری جگہ اگر آپ ہوتے تو یقیناً آپ بھی یہی کرتے۔ خدا نے ہمیں زندگی عطا کی ہے۔ اور اس کی اس عطا کردہ زندگی کی حفاظت کرنا ہمارا فرض ہے اور میں نے بھی فرض ادا کیا ہے۔

خیر تو کوئی اٹھارہ مہینے کا عرصہ ہوا میری ملاقات سر ہنری کرٹس اور کپتان گڈ سے ہوئی اور وہ اس طرح کہ میں، وامنگ واٹو نامی جگہ پر شکار کے لئے گیا تھا۔ لیکن پتہ نہیں کون سی منحوس ساعت میں نکلا تھا کہ ہر بات الٹی ہو گئی۔ اگر ہاتھی کے شکار کے ارادے سے دن بھر بھٹکتا تو شام کو مرغابی کاندھے سے لٹکائے تھکا ہارا لوٹتا اس پر ستم یہ ہوا کہ اچانک تیز بخار نے مجھ پر حملہ کر دیا اور میری ہڈی پسلی ناک کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ اب تو میں بہت اکتایا اور جیسے ہی مجھ میں چلنے پھرنے کی طاقت آئی میں نے اپنا تمام تجارتی سامان مع چھکڑے اور دو بیلوں کے اونے پونے داموں فروخت کر دیا۔ اپنے ملازموں کو رخصت کیا اور ڈاک گاڑی پر سوار ہو کر کیپ ٹاؤن کا ٹکٹ کٹا لیا کیپ ٹاؤن میں ایک ہفتہ تک ہوٹل کے مالک نے مجھے بدھو سمجھ کر مجھ سے دگنا کرایہ وصول کر لیا۔ اور جب مجھے یقین ہو گیا کہ اگر میں کچھ روز اور یہاں ٹھہرا تو اپنے بدن کے کپڑے تک بیچے چھٹکارا نہیں ہو گا۔ اور ویسے بھی کیپ ٹاؤن میں میرے لئے کوئی دلچسپی کے سامان مہیا نہ تھے۔ یہاں کے فرحت بخش باغات اور اونچی اونچی عمارتیں کسی اور کا دل بھا سکیں تو بھا سکیں۔ مجھے تو جو لطف بندوق کاندھے سے لٹکائے جنگلوں جنگلوں بھٹکنے میں آتا تھا وہ یہاں کہاں۔

چنانچہ میں نے "ڈنر کل" نامی ایک جہاز میں نانال جانے کے لئے اپنی جگہ

مخصوص کرالی۔ یہ جہاز کیپ ٹاؤن کے بندرگاہ میں انگلستان سے آنے والے جہاز کے مسافروں کے انتظار میں رکا ہوا تھا۔ ایک شام انگلستان کا جہاز آگیا اور نٹال جانے والے مسافر "ڈرکل" میں آگئے اور ہم نے کیپ ٹاؤن کو خیرباد کہا۔

انگلستان سے آنیوالے مسافروں میں سے دو شخص خاص طور سے میری توجہ کا مرکز بنے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک جسکی عمر قریباً تیس سال ہوگی غیر معمولی ڈیل ڈول کا مالک تھا۔ خاصا طویل قد۔ کشتی بدن اور سر پر لانبے لانبے بھورے رنگ کے بال اور اسی رنگ کی گھنی داڑھی۔ قبول صورت اور بھری ہوئی پیشانی جس کی وجہ سے اس کی آنکھیں حلقوں میں گھسی ہوئی معلوم ہوتیں۔ پہلی ہی نظر میں یہ شخص مجھے بلند حوصلہ اور بلند نظر معلوم ہوا۔ پتہ نہیں کیوں مجھے اس شخص کو دیکھتے ہی ڈینمارک کے ان وحشی قبائل کا خیال آیا جو کہ صدیاں گذریں مٹ چکے۔ یاد نہیں پڑتا کہ کہاں میں نے ان وحشی قبائل کے ایک شخص کی تصویر دیکھی تھی جس میں ایک عظیم الجثہ شخص۔ جس کے بال کمر تک پہونچتے تھے۔ ایک سینگ منہ سے لگائے کچھ پی رہا تھا۔

"اگر اس شخص کے بال چھوڑ دیئے جائیں اور اس کے جسم پر بجائے کپڑوں کے کسی جانور کی کھال لپیٹ دی جائے تو اس شخص میں اور اس تصویر والے شخص میں کوئی خاص فرق نہیں رہ جائیگا" میں نے سوچا۔

اور یہ سنکر آپ کو تعجب ہوگا کہ سر ہنری کرٹس (کیونکہ یہی اس شخص کا نام تھا) اس کا وطن ڈینمارک تھا۔ ہنری کو دیکھ کر ایک اور شخص کی بھی صورت میری آنکھوں کے سامنے گھوم گئی لیکن اس وقت مجھے یاد نہ آیا کہ ہنری کی شکل و صورت کے ایک

اور شخص کو میں نے کب اور کہاں دیکھا تھا۔

دوسرا شخص جو منہری سے مصروف گفتگو تھا۔ پستہ قد اور گٹھے ہوئے بدن کا تھا۔ اسکی صورت بڑی مضحکہ خیز تھی۔ میں نے سوچا کہ یہ شخص ضرور کسی زمانہ میں جہاز کا کپتان رہا ہوگا۔ اور اس مرتبہ پھر میرا قیاس صحیح ثابت ہوا۔ وہ پستہ قد شخص کپتان ہی تھا اور اس کی عمر اکتیس سال کے قریب تھی۔ مسلسل پندرہ سال تک وہ حکومت کی خدمت بجا لاتا رہا تھا۔ لیکن اب حکومت کو اسکی ضرورت نہیں تھی اس لئے وہ ایک ناکارہ عضو کی طرح کاٹ کر پھینک دیا گیا تھا۔

میں نے مسافروں کی فہرست سے معلوم کیا کہ اس پستہ قد کا نام گڈ تھا۔ کپتان جان گڈ۔ نفاست پسندی گڈ کی طبیعت میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ بے داغ کپڑے اور بڑی احتیاط سے منڈی ہوئی ڈاڑھی اس کی نفاست پسندی کی دلیل تھی۔ اس کی داہنی آنکھ پر ایک چشمی عینک لگی ہوئی تھی۔ اور بغیر کسی سہارے کے وہ آنکھ پر یوں چپکی ہوئی تھی کہ معلوم ہوتا تھا یہ اس کے چہرے کے ساتھ ہی ساتھ پیدا ہوئی ہے۔ اور قیامت تک وہیں چپکی رہے گی۔ لیکن یہ میرا خیال ہی خیال تھا۔ سوتے وقت گڈ اپنی ایک چشمی آنکھ کو کوٹ کی جیب میں رکھ دیتا تھا۔ اور ہاں اس کے تمام دانت بھی مصنوعی تھے۔ وہ دن بھر تو اس کے منہ میں لگے رہتے اور رات کو یک چشمی عینک کے ساتھ کوٹ کی جیب میں رکھ دیئے جاتے۔

سورج غروب ہونے کے ساتھ ہی ہوا تیزی سے چلنے لگی۔ جتنے بھی مسافر عرشہ پر کھڑے سمندر کا نظارہ کر رہے تھے گھبرا گھبرا کر اپنے اپنے کیبن کی طرف بھاگے۔ جہاز کو وہ پیکر موجوں کے تھپیڑے کھا کھا کر تنکے کی طرح ڈول رہا تھا۔ اور ہر گھڑی یوں معلوم ہوتا اب الٹا اب الٹا۔ ایسے میں چلنا پھرنا ناممکن تھا۔ چنانچہ میں ایک کھمبے کا سہارا

لیکر انجن کے قریب کھڑا ہو گیا۔ یہاں کسی قدر گرمی تھی اور ہوا یہاں تک پہونچ نہیں سکتی تھی۔ میں غور سے اس آلے کو دیکھ رہا تھا جو طوفان کی آمد کی خبر دیتا ہے۔

"یہ آلہ ٹھیک سے کام نہیں کر رہا ہے" کسی نے میرے پیچھے سے کہا۔

میں نے پلٹ کر دیکھا۔ میرے پیچھے کپتان گڈ کھڑا ہوا تھا۔

"اچھا وہ کیسے" میں نے بے توجہی سے پوچھا۔

"وہ ایسے کہ پینڈولم میں وزن کافی نہیں ہے۔ دیکھئے نہ ابھی ہوا کا زور کس قدر تیز ہے لیکن یہ آلہ بتاتا ہے کہ ہوا موافق ہے۔ اگر یہی حال رہا تو یقین مانئے جب ہمارا جہاز ڈوبنے کے قریب ہوگا تب بھی ہمیں پتہ نہیں چلیگا۔"

اسی وقت رات کے کھانے کی گھنٹی بجی اور مجھے ایک گونہ مسرت حاصل ہوئی۔ کیونکہ کپتان کی باتوں نے مجھے خوفزدہ کر دیا تھا اور میں فرار کی راہ تلاش کر ہی رہا تھا۔

میں اور گڈ ایک ساتھ کھانے کے کمرے میں پہونچے۔ سر ہنری پہلے ہی سے کھانے کی میز پر جما ہوا تھا۔ گڈ۔ ہنری کے قریب جا بیٹھا اور میں ان کے مقابل کی ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ میں اور گڈ شکار کے بارے میں باتیں کرنے لگے اور پھر ہاتھیوں کے شکار کا ذکر چل نکلا۔

"واہ۔ میں آپ کے انتخاب کی داد دیتا ہوں" کسی نے گڈ کو میرے پیچھے سے مخاطب کیا"۔ بھلا مسٹر کوارٹرمین کے علاوہ کوئی اور شخص بھی ہاتھیوں کے بارے میں اتنا سب جان سکتا ہے۔"

ہنری کرٹس جو خاموشی سے ہماری باتیں سن رہا تھا میرا نام سنکر چونکا۔

"معاف کرنا جناب" ہنری نے میز پر جھکتے ہوئے کہا۔ "آپ کا نام ایلن کوارٹرمین

تو نہیں ؟ ــــ"

"جی ہاں۔ مجھے ہی ایلن کوارٹر مین کہتے ہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"خوش قسمتی" ہنری اپنی گھنی ڈاڑھی کے پیچھے بڑبڑا کر خاموش ہو گیا۔

کھانا خاموشی میں ختم ہوا۔ اور جب میں کھا کر اٹھا تو ہنری نے مجھے اپنے کیبن میں چل کر پائپ پینے کی دعوت دی جسے میں نے شکریہ کیساتھ قبول کر لیا۔

ہنری کرٹس کا کیبن تمام جہاز میں شاید سب سے وسیع اور فراخ تھا کیبن میں ایک طرف دبیز صوفہ رکھا ہوا تھا۔ بیچ میں ایک خوبصورت سی میز تھی۔ اور اس کے ارد گرد کرسیاں رکھی ہوئی تھیں جن پر نیا نیا روغن کیا ہوا تھا ہنری نے اپنے ملازم کو وہسکی لانے کے لئے روانہ کیا اور ہم نے اپنے اپنے پائپ جلا لئے۔

"مسٹر کوارٹرمین۔" ہنری نے کہا "گزشتہ سال انہیں تاریخوں میں آپ نٹال کے قریب وامنگ والو نامی جگہ پر مقیم تھے کیوں ٹھیک ہے نہ ؟"

"جی ہاں آپ بجا فرماتے ہیں۔" میں نے حیرانی سے کہا۔ اور ہنری مجھے ایک پُر اسرار شخص معلوم ہوا۔ جسے میری نقل و حرکت کا پورا پورا علم تھا۔

"اور آپ وہاں تجارت کے سلسلے میں گئے ہوئے تھے۔ کیوں ؟" گڈ نے کہا۔

"جی ہاں میں اسوقت تک وہاں مقیم رہا جبتک کہ میرا تجارتی مال مع چھکڑے کے فروخت نہیں ہو گیا۔"

سر ہنری میرے سامنے ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا اور کرسی کے دائیں بائیں اس کے ہاتھ تناور درخت کے ٹہنوں کی طرح لٹک رہے تھے۔ اس نے غور سے مجھے دیکھا۔ اسکی تیز تیز نظریں مجھے اپنے جسم پر چبھتی محسوس ہوئیں اور مجھے یوں معلوم

ہوا کہ وہ میرے باطن کا جائزہ لے رہا ہے۔

"مسٹر کوارٹرمین" ہنری نے بیقراری کا اظہار کرتے ہوئے اپنی کہنیاں میز پر ٹیک دیں۔ "واننگ واڈو میں آپ کی ملاقات 'نیول' نامی کسی شخص سے ہوئی تھی۔"

"ٹھہریئے — جی ہاں — یہ شخص کچھ دنوں میرا مہمان رہا تھا اور پھر کہیں آگے چلا گیا تھا۔ اس کی رخصت کے چند مہینوں بعد مجھے ایک وکیل کا خط ملا تھا جس میں اس نے نیول کے بارے میں چند سوالات کئے تھے اور میں نے حتی الامکان ان کے ٹھیک ٹھیک جواب دیئے تھے۔"

"آپ کا وہ خط مجھے مل گیا تھا۔" ہنری نے گمبھیر آواز میں کہا۔ "جہاں تک میرا حافظہ کام کرتا ہے آپ نے اپنے خط میں تحریر کیا تھا کہ نیول مئی کی ابتدائی تاریخوں میں واننگ واڈو سے رخصت ہوا تھا اور اس کے ساتھ اسوقت ایک گاڑی بان اور 'جم' نامی ایک کافر[1] شکاری ملازم بھی تھا — آپ نے یہ بھی تحریر کیا تھا کہ نیول کا ارادہ انیائی تک جو متابلی کا آخری تجارتی مرکز ہے۔ جانے کا تھا اور اس مقام سے آگے وہ پیدل سفر کرنا چاہتا تھا۔ آپ نے یہ بھی تحریر کیا تھا کہ نیول ایک پرتگالی شخص کے ہاتھ اپنا چھکڑا فروخت کر کے شمالی افریقہ کے گھنے جنگلوں کی طرف نکل گیا ہے — شاید یہی تھا آپ کے خط کا مضمون۔"

"بالکل درست۔"

کچھ دیر تک خاموشی چھائی رہی۔

"مسٹر کوارٹرمین" ہنری نے کچھ دیر بعد کہا۔ "آپ کچھ اور بھی میرے

---

[1] افریقہ کے غیر مہذب وحشی۔ مظہر الحق علوی

میرا مطلب ہے نیول کے بارے میں جانتے ہیں؟۔ آپ کو شاید پتہ ہو گا کہ نیول نے اپنی زندگی کی پرواہ نہ کرتے ہوئے کیوں شمالی افریقہ کے گھنے جنگلوں کا رخ کیا ہے؟۔

"جی ہاں نیول کے بارے میں یوں ہی کچھ اڑتی اڑتی سی باتیں اور سبھی سنی ہیں۔" میں نے بیزاری سے کہا۔ ان غیر ضروری باتوں سے مجھے الکتاہٹ سی ہو رہی تھی۔

"مسٹر کوارٹرمین" سر ہنری نے پھر کہا۔ "میں آپکو ایک بات.... یا یوں کہئے کہ ایک کہانی سنانا چاہتا ہوں اور اس کے بارے میں آپکا مشورہ اور اگر ضرورت ہوئی تو امداد کا خواستگار ہوں۔ اور مجھے یقین ہے کہ آپ مجھے مایوس نہیں کرینگے جس شخص نے آپ کا خط مجھے پہونچایا تھا اس نے مجھے بتایا تھا کہ آپ شریف۔ دیانتدار اور مشہور شخص ہیں اور میں آپ کی ہر بات کا اعتبار کروں"۔ میں نے شکریہ کے طور پر گردن کو ذرا سا خم کیا اور ہنری کے ان الفاظ کی وجہ سے اپنے دل میں غرور اور تکبر کا سایہ محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا۔

"کوارٹرمین نیول میرا بھائی ہے"۔ ہنری نے ایک دم سے کہا۔

"اوہ" میں چونکا۔ اور اب مجھے پتہ چلا کہ ہنری کی صورت دیکھ کر جس شخص کی مجھے یاد آئی تھی وہ نیول تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ ہنری کے مقابلہ میں پستہ قد تھا اور اسکی داڑھی بھی سیاہ تھی۔ لیکن اس کی آنکھیں اور چہرے کے نقوش بالکل ہنری ایسے تھے۔ "نیول میرا چھوٹا بھائی ہے۔ اور سوائے اس کے میرا اور کوئی بھائی نہیں۔ پانچ سال ہوئے کہ ہم دونوں آپس میں جھگڑ پڑے۔ اور ایسے جھگڑے تو ہر خاندان میں ہوتے ہی رہتے ہیں...... لیکن شاید میں نے اپنے

چھوٹے بھائی کیساتھ بہت ہی سخت اور ناروا سلوک کیا ہے اور اس کیلئے میں اپنے آپ کو کبھی معاف نہیں کرونگا۔ غصے میں میرے منہ سے ایسے الفاظ نکل گئے، جن کی وجہ سے اس کے دل کو زور کا دھکا پہونچا ہوگا۔"

ہنری سانس لینے کیلئے رکا۔ گڈ نے اپنا سر ہلایا۔ شاید ان تمام باتوں کا اسے پہلے ہی سے پتہ تھا...... اسی وقت جہاز نے اس زور کا جھکولا لیا کہ ہم تینوں اپنی اپنی جگہ پر۔ پینڈے میں سیسہ بھرے ہوئے کی طرح دائیں بائیں ہل کر سیدھے ہو بیٹھے۔

"آپ تو جانتے ہوں گے" ہنری نے پھر کہا، "کہ جب کسی خاندان میں کوئی شخص اپنی جائیداد کا تصفیہ کئے بغیر مر جاتا ہے تو اس کا بڑا لڑکا تمام جائداد پر قابض ہو جاتا ہے میرے والد بھی اپنی جائداد کے بارے میں کوئی وصیت کئے بغیر انتقال فرما گئے۔ چنانچہ جائداد پر میں نے قبضہ جمالیا اور میرا بھائی مفلس قلاش رہ گیا.... مجھے چاہئے تھا کہ اس کی دستگیری کرتا۔ لیکن اسوقت ہم دونوں کے دل ایک دوسرے سے صاف نہیں تھے۔ چنانچہ میں نے اس کی کوئی خبر نہ لی.... میں اس بات کا منتظر تھا کہ وہ میرے سامنے دست سوال دراز کرے اور تب میں اس کی حاجت روائی کروں۔ یہ انتہائی سفلانہ اور شرمناک خیال تھا (یہاں ہنری نے ٹھنڈی سانس بھری) لیکن نیول اس قدر خود دار ہے کہ اس نے میرے سامنے ہاتھ نہ پھیلایا.. معاف کرنا مسٹر کوارٹرمین میری باتوں سے آپ کی سمع خراشی ہوتی ہوگی۔ لیکن جبتک میں شروع سے آخر تک تمام واقعات آپ کو نہ سنا دوں تب تک مقصد براری نہیں ہوسکیگی۔ کیوں ہے نہ گڈ"۔

یقیناً گڈ نے اپنا سر ہلا دیا" اور مجھے یقین ہے کہ مسٹر کوارٹرمین یہ بات اپنے تک ہی رکھیں گے..

"آپ مطمئن رہیں۔ مرتے دم تک آپکا راز میرے سینہ میں دفن رہیگا" میں نے کہا۔

"خیر تو۔ اسوقت میرے بھائی کے نام بنیک میں چند پاؤنڈ جمع تھے۔۔۔ مجھے خبر کئے بغیر اس نے یہ رقم بنیک سے نکال لی جیساکہ مجھے بعد میں پتہ چلا نیول کا فرضی نام اختیار کرکے شمالی افریقہ کی طرف نکل گیا۔ میں نے ہر جگہ اسے خط لکھا لیکن کسی ایک کا بھی جواب موصول نہیں ہوا۔ شاید میرے خط اسے ملے نہیں۔۔۔؟ ۔۔ زرکثیر صرف کرکے میں نے لوگوں کو اس کی تلاش میں روانہ کیا لیکن وہ سب ناکام واپس لوٹے۔۔۔۔۔ پچھلے تین سال سے مجھے اسکی کوئی خبر نہیں ملی۔ میں اسکی طرف سے بیحد فکرمند ہوں اور اب مجھے پتہ چلا ہے کہ لاٹھی مارے پانی جدا نہیں ہوتا۔"

"بالکل درست فرمایا آپ نے" میں نے اپنے لڑکے ہیری کے بارے میں سوچتے ہوئے کہا۔

"اگر کوئی شخص مجھے اپنے بھائی جارج سے ملادے یا اس کا پتہ ہی بتادے تو خدا کی قسم میں اپنی نصف جائداد اس کے نام کرنے کیلئے تیار ہوں۔"

"لیکن اب کون بتا سکتا ہے کہ تمہارا بھائی کہاں ہے کہاں نہیں" گڈ نے کہا۔

"مسٹر کوارٹرمین آپ کے خط سے ابھی کم از کم اتنا تو پتہ چلا ہے کہ جارج ابھی زندہ ہے اور کہیں دور نہیں گیا ہوگا۔ چنانچہ اب میں بذات خود اسکی تلاش میں نکلا ہوں۔ اور کپتان گڈ کے اس احسان کو میں زندگی بھر فراموش نہیں کرونگا کہ وہ اس تلاش میں میرا ساتھ دے رہے ہیں۔"

"خیر تمہارا ساتھ میں بے مقصد بھی نہیں دے رہا ہوں۔ ظاہر ہے کہ ملازمت برطرف کردینے کے بعد میں بھوکوں تو مر نہیں سکتا تھا۔۔۔ تم نے مجھے روپیہ دینے

کا وعدہ کیا اور میں نے تمہارا ساتھ دینے کا" گڈ نے کہا" ہاں تو مسٹر کوارٹرمین آپ نے نیول کے بارے میں اور کیا سنا ہے"

دوسرا باب

گنجِ سلیمان کا افسانہ

"خدا کیلئے جلد بتایئے آپ نے جارج کے بارے میں اور کیا سُنا ہے؟" ہنری نے بڑی بے چینی سے پہلو بدلا۔

"میں نے جو کچھ سنا ہے وہ آجتک کسی کو نہیں بتایا۔ صرف آپ کو بتاتا ہوں...... آپ کا بھائی...... حضرت سلیمان کے خزانہ کی تلاش میں گیا ہے"۔

"حضرت سلیمان کا خزانہ؟ ...... وہ کہاں ہے......" دونوں نے ایک ساتھ کہا۔

"کہاں ہے یہ تو میں بھی نہیں جانتا.... لیکن یہ ضرور جانتا ہوں کہ کہاں بتایا جاتا ہے.... ایک مرتبہ میں نے اُن پہاڑوں کی چوٹیوں کو دیکھا تھا جنکی پرلی طرف یہ خزانہ ہے..... لیکن میرے اور ان پہاڑوں کے درمیان ایک سو پچیس میل کا بے آب و گیاہ صحرا پھیلا ہوا تھا۔ اور میں نہیں سمجھتا کہ کوئی شخص بھی اس صحرا کو عبور کرکے ان پہاڑوں تک پہونچ سکے...... بہتر ہے کہ میں نے گنجِ سلیمان کے بارے میں جتنا سن رکھا ہے وہ تمام کا تمام من و عن آپ کو سنا دوں.... لیکن اس شرط کے ساتھ کہ آپ ان باتوں کا ذکر کسی اور سے نہیں کریں گے۔

"اس کا ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں۔" ہنری نے کہا اور گڈ نے بھی اپنا سر ہلادیا۔

آپ کو پتہ ہوگا" میں نے کہنا شروع کیا" کہ ہم تاجر اپنے کام سے کام رکھتے ہیں اور کسی اور طرف کوئی توجہ نہیں دیتے لیکن کئی لوگ افریقہ میں اس غرض سے بھی آتے ہیں کہ اس سرزمین کے پوشیدہ دفینوں کا سراغ لگائیں ..... وہ یہاں کی غیر مہذب اقوام میں مہینوں رہ کر ان سے کچھ معلومات حاصل کرتے ہیں اور انہیں معلومات کے سہارے دفینوں کی تلاش میں نکل کھڑے ہوتے ہیں۔ اور دھن کے ایسے پکے ہوتے ہیں کہ اپنی جان تک کی پرواہ نہیں کرتے ..... خیر تو ایسے ہی ایک شخص سے میری ملاقات آج سے قریباً تیس سال پہلے ہوئی تھی۔ اور سب سے پہلے اسی شخص نے مجھے گنج سلیمان کے بارے میں بتایا تھا۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب میں نوجوان تھا اور نیا نیا شکار کھیلنا سیکھا تھا۔

اس شخص کا نام ایوانس تھا..... بعد میں بیچارے کو ایک جنگلی بھینسے نے زخمی کردیا اور انہیں زخموں کی وجہ سے اس کی جان گئی۔ ایک روز ہم دونوں بیٹھے باتیں کر رہے تھے اور میں اسے بتا رہا تھا کہ افریقہ کے جنگلوں میں میں نے ایسے آثار دیکھے ہیں جہاں کسی زمانے میں کافی دولت رہی ہوگی ... میں نے کہا میں ٹرانسوال کے شمال میں شکار کی تلاش میں ایک ایسے کھنڈر تک پہونچ گیا تھا جو کسی زمانے میں مندر ہوگا اور وہاں ایسے آثار تھے جس سے معلوم ہوتا تھا کہ وہاں سونے چاندی کی بے شمار مورتیاں اور سونے کے ٹکڑوں کے ڈھیر ہوں گے اور میں نے یہ بھی کہا کہ یہ چیزیں موجودہ زمانہ تک موجود تھیں کوئی خوش نصیب سیاح اس جگہ جا چڑھا ہوگا اور وہ تمام دولت اس کے ہاتھ لگی ہوگی۔ ایوانس بڑی توجہ سے میری باتیں سن رہا تھا۔ ایک دم سے چونک کر بولا" آپ نے کبھی گنج سلیمان کے بارے میں سنا ہے؟" میں نے نفی میں سر ہلایا تو اس نے کہا" مجھے معتبر ذرائع

سے پتہ چلا ہے کہ اس خزانے کے ارد گرد جن لوگوں کی بستی ہے وہ قبیلہ زولو کی ہی ایک شاخ ہیں اور ان لوگوں میں کئی ایک شخص ایسے ہیں جو کالے جادو سے واقف ہیں اور یہ علم ان میں سینہ بہ سینہ صدیوں سے چلا آتا ہے۔ اشو کولمبو کے شمال مغرب میں یہ بستی ہے اور صاحبزادے یقین مانو کہ یہی وہ جگہ ہے جہاں حضرت سلیمان کا بے شمار خزانہ آج تک محفوظ ہے۔

"میں ایوانس کی باتوں کو محض خیالی سمجھ کر ہنس دیا کچھ ہی دنوں بعد اسے ایک جنگلی بھینسے نے زخمی کر دیا اور وہ مر گیا۔ اور خزانے کی بات آئی گئی ہو گئی۔

ایوانس کی موت کے کوئی بیس سال بعد اور دوستو! ان لوگوں کے نئے جو ہاتھیوں کا شکار کرتے ہیں یہ عرصہ کافی طویل ہے کیونکہ انکی زندگی اچھی ہے اور ابھی نہیں....

ہاں تو ایوانس کی موت کے بیس سال بعد مجھے پھر گنج سلیمان کے بارے میں معلوم ہوا.... اسوقت میں اسٹانڈاز کرال میں مقیم تھا۔ وہاں پانی کی قلت تھی اور آب ہوا بھی میری طبیعت کے ناموافق تھی چنانچہ میں شدید بخار میں مبتلا ہو گیا اور ناچار کئی روز تک مجھے وہاں رکنا پڑا۔

اسی جگہ میری ملاقات جوز سلواسٹا نامی ایک پرتگالی شخص سے ہوئی۔ جس کیساتھ اس کا کافر ملازم بھی تھا.... جوز سلواسٹا بھرے بھرے جسم کا خوبصورت شخص تھا.. ہم دونوں سونے سے پہلے کچھ دیر تک آپس میں باتیں کرتے رہے اور مجھے پتہ چلا کہ ہر شریف آدمی کی طرح وہ بھی کچھ زیادہ امیر نہیں تھا۔

دوسرے روز رخصت ہوتے وقت اس نے مجھ سے کہا: "عزیز دوست اگر قسمت نے ہمیں پھر ملا دیا تو اسوقت آپ مجھے دنیا کا امیر ترین آدمی پائیں گے اور اسوقت

میں آپکی مہمان نوازی اور خلوص کا معاوضہ چکاؤں گا۔

میں ہنس پڑا اور حیرانی سے اسے صحرا میں داخل ہوتے دیکھتا رہا... میں واقعی حیران تھا کہ وہ اس صحرا میں کیا لینے جا رہا ہے۔ آخر میں نے یہ کہہ کر اپنے آپ کو تسلی دی کہ سلواشٹا کے دماغ میں ضرور کچھ فتور ہو گا۔

ایک ہفتہ بعد۔ جبکہ میرا بخار اتر چکا تھا لیکن کمزوری بدستور محسوس کر رہا تھا شام کے وقت اپنے خیمہ کے دروازے پر بیٹھا سامنے پھیلے ہوئے صحرا کے انتہائی سرے پر غروب ہوتے سورج کو دیکھ رہا تھا.... سورج کسی دیوتا کی خونی آنکھ کی طرح معلوم ہو رہا تھا اور دن بھر جھلستی ہوئی ہوا اسوقت بڑی خوشگوار ہو گئی تھی اور میں اپنے دلمیں فرحت محسوس کر رہا تھا۔

اتفاقاً میری نظر سامنے کے ٹیلے پر جا پڑی۔ ٹیلہ پر مجھے ایک انسانی سایہ نظر آیا جو ہاتھ اور پاؤں پر چوپایوں کی طرح رینگ رہا تھا۔ کچھ دور اسی طرح چلنے کے بعد وہ بدقت تمام کھڑا ہوا اور پھر فوراً ہی اوندھے منہ گرا.... میں نے اپنے ایک ملازم کو اسکی مدد کے لئے روانہ کیا.... ملازم اسے میرے پاس لے آیا.... آپ کا کیا خیال ہے سر ہنری کون ہو گا وہ شخص۔"

یقیناً جوز سلواشٹا" ہنری نے کہا۔

"جی ہاں۔ جوز سلواشٹا.... یا یوں کہئے کہ اس کا پنجر.... چہرہ بالکل زرد ہو رہا۔ تندرست و توانا جسم چند ہڈیوں اور ان پر تنی ہوئی کھال کا مجموعہ ہو کر رہ گیا تھا۔ آنکھیں مارے تکلیف کے پھیل گئی تھیں۔ بال سفید ہو گئے تھے اور رخساروں کی ہڈیاں ناقابل بیان حد تک ابھر آئی تھیں۔

"پانی - خدا کے لئے... ایک گھونٹ پانی" وہ کراہا اور میں نے دیکھا کہ اس کے ہونٹ پھٹ گئے تھے اور زبان سوج کر سیاہ ہو گئی تھی..... میں نے پانی میں تھوڑا سا دودھ ملا کر دیا..... جسے وہ دیوانوں کی طرح غٹا غٹ پی گیا۔ پھر اسے تیز بخار نے آلیا اور وہ غشی کی حالت میں...... صحرا...... گنج سلیمان.... ہیرے...... جواہرات..... کے بارے میں کچھ مہمل باتیں بکنے لگا.... میں اسے اٹھا کر اپنے خیمہ میں لے آیا..... گیارہ بجے اسے کچھ سکون ہوا۔ اور میں بھی اپنے بستر پر دراز ہو گیا۔

صبح اٹھ کر دیکھا کہ سلواسٹا حسرت سے ان پہاڑوں کو تک رہا تھا جنکی پرلی طرف خزانہ ہے۔ سورج کی نرم گرم کرنیں ریگزار کے ذرے ذرے کو چمکا رہی تھیں اور ہلکی ہلکی ہوا کی وجہ سے صحرا میں مدوجزر سا پیدا ہو گیا تھا۔

"وہی ہے - وہی ہے"۔ جوز سلواسٹا نے ان پہاڑوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا" لیکن افسوس میں وہاں تک نہ پہونچ سکا اور شاید میرے بعد بھی کوئی شخص وہاں تک نہیں پہونچ سکیگا...... اس صحرا نے میرے ملازم کی جان لی اور اب میں بھی مر رہا ہوں" پھر وہ میری طرف گھوم گیا "عزیز دوست تم یہیں ہو نا؟ میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا رہا ہے اور میں کچھ دیکھ نہیں سکتا۔"

"میں تمہارے قریب ہی ہوں" میں نے جواب دیا "تم گھڑی بھر لیٹ جاؤ... تمہیں آرام کی سخت ضرورت ہے۔"

"آرام....؟ اب میں قیامت تک آرام ہی کرتا رہوں گا۔ اب زندگی کی امید نہیں تم نے میری بہت خدمت کی ہے..... اور اس کے صلے میں میں تمہیں ایک

تحریر دیتا ہوں۔ جس کے سہارے تم گنج سلیمان تک پہونچ سکوگے.... میں اسی خزانہ کی تلاش میں چلا تھا لیکن دل کی دل ہی میں رہی..... تم ان پہاڑوں تک جانیکی ضرور کوشش کرنا۔ اگر صحیح سلامت اس صحرا کو عبور کر گئے تو تم دنیا کے امیر ترین شخص بن جاؤ گے۔"

اس نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈال کر چمڑے کا ایک بٹوا نکالا۔ میں سمجھا کہ اس میں پائپ کی تمباکو ہوگی۔ بٹوے کا منہ باریک تانت سے بندھا ہوا تھا سلواسٹا نے اسے کھولنے کی ناکام کوشش کی۔

"اسے کھولو" اس نے بٹوہ میری طرف بڑھایا.... میں نے اسے کھول کر دیکھا تو اس میں کپڑے کا ایک ٹکڑا رکھا ہوا تھا جس پر کوئی تحریر لکھی ہوئی تھی۔

سلواسٹا نے مردہ آواز میں کہنا شروع کیا" میرے دوست..... کپڑے پر لکھی ہوئی تحریر کو پڑھنے میں مجھے کئی سال لگے ہیں اور تب میں اس کا مطلب سمجھا ہوں۔ جس شخص کی یہ تحریر ہے اسے مرے ہوئے تین سو سال گزر چکے ہیں۔ اور اس کا نام بھی جوزڈی سلواسٹا تھا۔ تین صدیوں پہلے یہ شخص اس صحرا میں داخل ہوا تھا اور پھر کبھی واپس نہ آیا۔ اس کا ملازم آقا کا انتظار کرتے کرتے تھک گیا تو اسکی تلاش میں نکلا اور اپنے آقا کو مردہ پایا۔ ملازم یہ تحریر لے کر واپس لوٹا اور تب سے یہ کپڑے کا ٹکڑا ہمارے خاندان میں محفوظ چلا آتا ہے۔ کسی نے اسے پڑھنے کی کوشش نہیں کی میں نے کی اور اسی کی وجہ سے اپنی جان دے رہا ہوں۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ اس تحریر اور نقشہ کی مدد سے کوئی اور شخص خزانے کی تلاش میں جائیگا اور کامیاب ہوگا۔ تمہارے احسانات مجھ پر بہت ہیں۔ اس لئے یہ تحریر اور نقشہ میں تمہیں دیتا

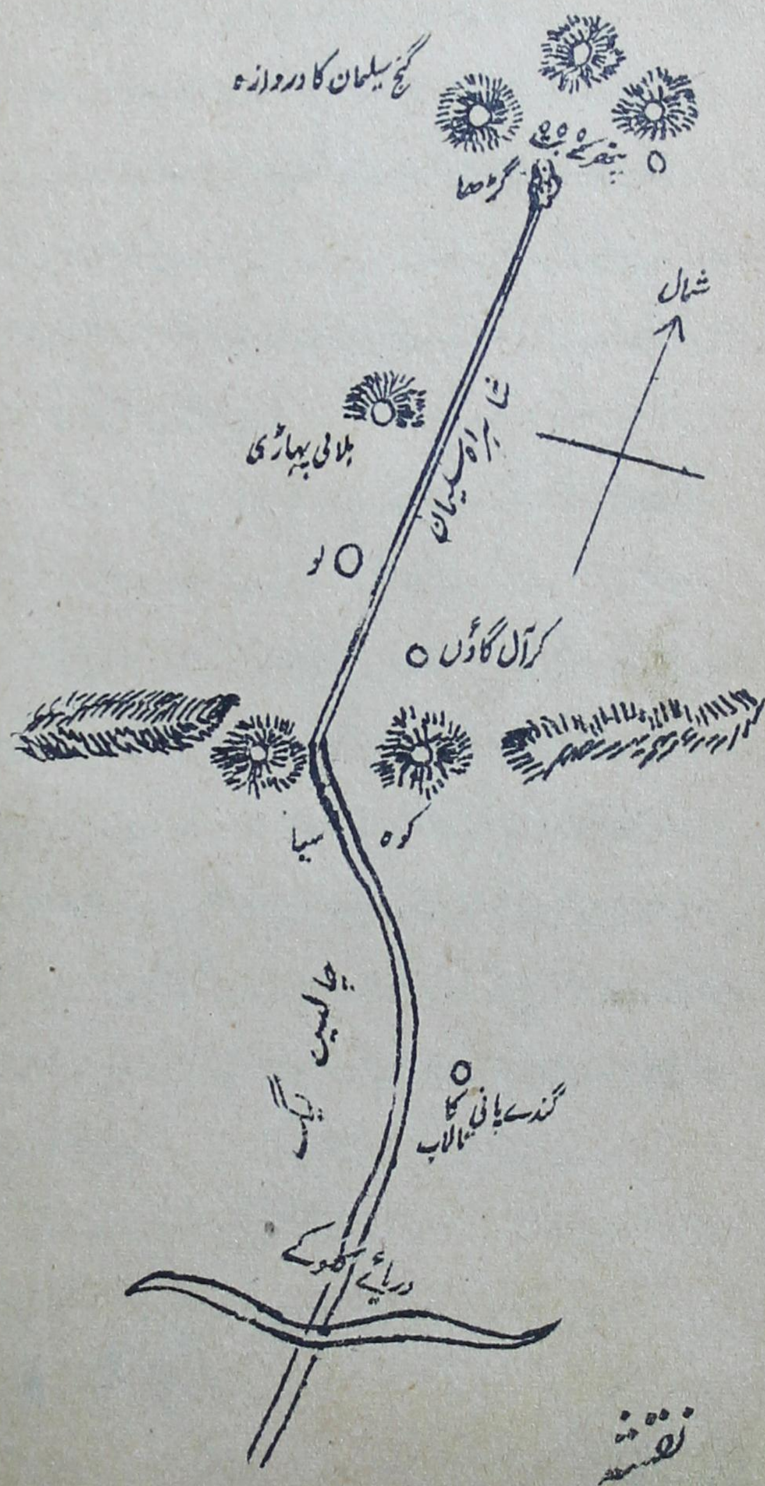
ہوں۔ تم اسے کسی اور کو نہ دینا۔ تم بذات خود خزانہ کی تلاش میں جانا اور اگر تمہیں خزانہ مل جائے تو میرے حق میں دعا کرنا.... اچھا دوست .... الوداع"۔

سلواسٹا کی حالت غیر ہونے لگی اور ایک گھنٹہ میں وہ دنیاوی بکھیڑوں سے آزاد ہو گیا۔ خدا اس کی روح پر رحم کرے۔ میں نے ایک گہرا گڑھا کھود کر سلواسٹا کی لاش کو اس میں لٹا دیا اور اوپر سے بھاری پتھر رکھ دیئے! کہ لومڑیاں اس کی لاش نکال کر اِدھر اُدھر گھسیٹتی نہ پھریں۔

"لیکن اس تحریر کا کیا ہوا؟" ہنری نے پہلو بدلتے ہوئے دریافت کیا۔

"کیا لکھا ہوا تھا اس میں ..." گڈ نے کہا۔

"یہ میں آپ کو ابھی بتاتا ہوں..... وہ تحریر میں نے آج تک کسی کو نہیں بتائی سوائے ایک پرتگالی شخص کے جس نے اس تحریر کا انگریزی ترجمہ کر دیا تھا۔ اسوقت وہ شراب کے نشہ میں مدہوش تھا۔ اور دوسرے روز صبح جب اس کا نشہ اترا تو وہ سب کچھ بھول چکا تھا....... اصل تحریر تو مرحوم سلواسٹا کے ترجمے کیساتھ میرے مکان پر رکھی ہوئی ہے۔ لیکن اسکا انگریزی ترجمہ اور نقشہ کی ایک کاپی (اگر اسے نقشہ کہا جائے تو) اس وقت میرے پاس ہے اور وہ میں آپ کو بتائے دیتا ہوں۔ دیکھئے نقشہ یہ ہے اور یہ تحریر —"


گنج سلیمان کا دروازہ
پتھر کے بت
گڑھا
شمال
راہ سلیمان
ہلالی پہاڑی
لو
کراں گاؤں
کوہ سیبا
چالیس میل
گندے پانی کا تالاب
دریائے سکوے
نقشہ

تحریر

"میں جوزڈی سلواسٹر اسوقت ایک غار میں بھوکا اور پیاسا مر رہا ہوں یہ غار ان پہاڑوں میں ہے جسے میں نے کوہ سبا کا نام دیا ہے۔ یہ تحریر میں سوکھی ہڈی کے ایک ٹکڑے پر اپنے خون سے لکھ رہا ہوں۔ سوائے اس کے یہاں لکھنے کا اور کوئی سامان مہیا نہیں۔

اگر میرا ملازم مجھے تلاش کرتا ہوا یہاں تک آ پہونچے تو اسے چاہئے کہ وہ اس تحریر کو حفاظت سے میرے خاندان کے کسی فرد تک پہونچادے۔

میرا ایک دوست (جس کا نام ایملیل ہے) اس تحریر کو لیکر بادشاہ وقت کے حضور میں جائے اور اسے مشورہ دے کہ وہ ایک لشکر جرار لیکر ان پہاڑوں کی طرف کوچ کرے۔ اگر وہ اور اس کا لشکر بخیر وخوبی اس قاتل صحرا کو عبور کر گئے اور کوہ سبا کی پرلی طرف جاکر اس نے وہاں بسنے والے لوگوں اور کالا جادو جاننے والے شخصوں کو زیر کر لیا تو وہ حضرت سلیمان کے بعد دنیا کا امیر ترین بادشاہ ہوگا۔

میں نے اپنی آنکھوں سے خفیہ کمرے میں بے شمار ہیرے جواہرات دیکھے ہیں۔ لیکن گگول نامی ایک عورت کی وجہ سے جو صحیح معنوں میں چڑیل اور کالے جادو کی ماہر ہے، میں ایک ہیرا بھی اپنے ساتھ نہ لا سکا اور اسی گگول کی کارستانیوں نے مجھے موت سے ہمکنار کر دیا۔

جو شخص بھی میرے نقشہ کی مدد سے کوہ سبا تک پہونچ جائے تو اسے چاہئے کہ وہ بائیں طرف کے پہاڑ پر چڑھنا شروع کرے یہاں تک کہ وہ

اس کی بلند چوٹی پر پہونچ جائے۔

چوٹی کے شمال میں اسے ایک راستہ نظر آئیگا جو شاہراہ سلیمان کہلاتا ہے..... وہ اسی راستہ پر ہولے۔ یہ راستہ تین دن بعد اسے کوکوآنہ کے دارالسلطنت میں پہونچا دیگا۔ یہاں پہونچتے ہی سب سے پہلے وہ گگول کا خاتمہ کردے۔ ورنہ اسے بھی میری طرح جان کے لالے پڑ جائیں گے۔ میرے لئے دعا کرنا۔

الوداع

جوزدی سلواسٹا

جب میں یہ تحریر پڑھ چکا اور نقشہ کی کاپی بھی بتا چکا تو کمرے میں گہری خاموشی چھا گئی۔

"میں نے قریب قریب تمام دنیا کا سفر کیا ہے" گڈ نے کچھ دیر بعد کہا: لیکن ایسی عجیب و غریب کہانی آجتک میرے سننے میں نہیں آئی۔"

"واقعی مسٹر کوارٹرمین یہ عجیب کہانی ہے۔" ہنری نے کہا: "کہیں آپ ہمیں بنا تو نہیں رہے ہیں؟"

"اگر آپ ایسا سمجھتے ہی ہیں تو یہاں آکر بات ختم ہو جاتی ہے۔" میں نے کاغذ لپیٹ کر اپنی جیب میں رکھ لیا..... سر ہنری کی بات حقیقت میں مجھے بری معلوم ہوئی تھی میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جو جھوٹ بولا کریا خواہ مخواہ شیخی ہانک کر دوسروں پر اپنا رعب جماتے ہیں۔ میں جانے کے لئے اٹھا تو ہنری نے اپنا بھاری بھرکم ہاتھ میرے کندھے پر رکھ دیا۔

"بیٹھ جائیے مسٹر کوارٹرمین..... میں اپنی گستاخی کی معافی چاہتا ہوں..... لیکن پھر بھی مجھے یہ کہنے کی اجازت دیجئے کہ ایسی کہانی پر یقین مشکل ہی سے آتا ہے"

"خیر جب ہم ڈربن پہونچ جائیں گے اسوقت میں آپ کو اصل تحریر اور نقشہ بتاؤنگا .... شاید اس وقت آپ کو میری باتوں پر یقین آئے۔" میں نے غصہ پر قابو پاتے ہوئے کہا۔ "اور اب آپ اپنے بھائی کے بارے میں بھی سن لیں.... آپ کے بھائی کیساتھ 'جم' نامی جو کافر ملازم تھا اسے میں جانتا تھا۔ اس روز جب مسٹر نیول رخصت ہو رہے تھے۔ جم۔ اکیلا میرے چھکڑے کے قریب کھڑا ہوا تھا۔

"جم" میں نے دریافت کیا۔ "کہاں جا رہے ہو تم لوگ.... ہاتھیوں کے شکار پر؟"

"نہیں صاحب" اس نے مسکرا کر جواب دیا۔ "ہم تو اس سے بھی زیادہ قیمتی چیز کی تلاش میں جا رہے ہیں۔"

"اور وہ کیا چیز ہو سکتی ہے؟ سونا۔"

"نہیں صاحب۔ سونے سے بھی زیادہ قیمتی چیز ہے وہ۔"

میں نے اس سے کچھ اور پوچھنا مناسب نہ سمجھا۔ میں یہ جاننے کے لئے ضرور بے چین تھا کہ وہ لوگ کہاں جا رہے ہیں۔ لیکن اگر میں جم کے پیچھے پڑ جاتا تو وہ شاید مجھے کچھ نہ بتاتا۔

"صاحب" کچھ دیر بعد جم نے کہا۔

میں خاموش رہا۔

"صاحب" اس نے پھر کہا۔

"کیا ہے" میں نے بڑی بے توجہی سے جواب دیا۔

"ہم لوگ ہیروں کی تلاش میں جا رہے ہیں۔"

"تب تو تم نے غلط راستہ اختیار کیا ہے۔ ہیرے کی کانیں اس طرف کہاں؟"

"آپ نے کبھی گنج سلیمان کے بارے میں کچھ سنا ہے؟"

"ہیں" میں بھونچکا رہ گیا۔

"جی آپ نے کبھی حضرت سلیمان کے خزانے کے بارے میں سنا ہے۔"

"ہاں بہت سی ہوائی باتیں سنی ہیں۔"

"ہوائی نہیں۔ صاحب یہ ایک حقیقت ہے۔ مدت ہوئی کہ ایک عورت اپنے بچے کو لے کر اس جگہ سے جہاں یہ خزانہ ہے۔ نٹال آئی تھی میں نے گنج سلیمان کے بارے میں اس سے تمام باتیں معلوم کر لیں۔ وہ مر گئی بیچاری۔"

"تم دونوں کی دیہ سے صحرائی درندوں کا خوب پیٹ بھرے گا" میں نے طنز سے کہا

"وہاں تک کوئی نہیں پہونچ سکا ہے میرے دوست۔"

"خیر صاحب موت تو ہر ایک کو آنی ہے۔ اور ہر جگہ۔۔۔۔ چاہے یہاں آجائے چاہے وہاں۔"

آدھ گھنٹہ بعد نیول کو میں نے رخصت ہوتے دیکھا جم دوڑتا ہوا مجھے الوداع کہنے آیا۔

"صاحب۔ آپ بالکل ٹھیک فرماتے تھے" اس نے کہا "مجھے کچھ یوں محسوس ہوتا ہے کہ ہم واپس نہ آسکیں گے۔"

"کیا تم واقعی خزانہ کی تلاش میں جا رہے ہو۔ یا یہ صرف مذاق ہے۔"

"نہیں صاحب ہم خزانے کی تلاش میں جا رہے ہیں۔"

"اچھا۔ ایک منٹ ٹھہر جاؤ۔ میں ایک چٹھی تمہارے آقا کیلئے لکھے دیتا ہوں لیکن وعدہ کرو کہ انیاتی پہونچنے سے پہلے یہ چٹھی تم مسٹر نیول کو نہیں دوگے۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں۔"

چنانچہ میں نے ایک کاغذ پر یہ چند الفاظ لکھ دیئے۔" اگر تم صحرا کو عبور کر لو تو کوہ سبا کی بائیں چوٹی پر جا چڑھو۔ اسی جگہ تمہیں ایک راستہ ملیگا۔ بس اسی پر ہو لو۔ تین روز بعد تم منزل مقصود تک پہونچ جاؤ گے۔"

یہ کاغذ میں نے جم کو دیکر کہا" تمہارے آقا کو چاہئے کہ اس پر عمل کرے لیکن خبزدار یہ چھٹی ابھی نیول کو نہ دینا۔ میں نہیں چاہتا کہ وہ پلٹ کر مجھ سے ایسے سوالات کرے جن کے جواب میں دینا نہیں چاہتا..... کاغذ لے کر جم مجھ سے رخصت ہوا۔ تو سر ہنری بس اتنا جانتا ہوں میں آپ کے بھائی کے بارے میں..... مجھے خوف ہے سر ہنری آپکا بھائی......

"مسٹر کوارٹرمین" ہنری نے میری بات کاٹتے ہوئے کہا: میں اپنے بھائی کی تلاش میں گنج سلیمان تک جاؤنگا۔ اور اسوقت تک اسے تلاش کرتا رہونگا جبتک کہ وہ مجھے مل نہ جائے یا مجھے اس بات کا یقین نہ ہو جائے کہ وہ مر چکا ہے۔ اور میں چاہتا ہوں کہ اس سفر میں آپ بھی میرا ساتھ دیں۔"

"ہیں..... ہیں؟" میں خوفزدہ ہو گیا میں جانتا تھا کہ گنج سلیمان کی تلاش میں جانا موت کے منہ میں جانا ہے۔ اور میں ابھی مرنا نہیں چاہتا تھا اور وہ بھی ایسی تکلیف دہ موت..... خدا بچائے۔"

"جی نہیں معاف کیجئے سر ہنری میں آپ کا ساتھ نہیں دے سکتا۔ اور آپ کو بھی یہی مشورہ دیتا ہوں کہ آپ اپنے ارادے سے باز آئیں۔ اور پھر میرے لڑکے ہیری کو بھی ابھی میری ضرورت ہے۔"

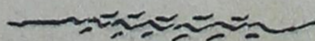
میرے اس فیصلہ سے کپتان گڈ اور سر ہنری بہت مایوس ہوئے۔

"مسٹر کوارٹرمین۔ میں پختہ ارادہ کرچکا ہوں کہ گنج سلیمان تک جاؤں گا اب دنیا کی کوئی طاقت مجھے اس سے باز نہیں رکھ سکتی۔" ہنری نے دھڑام سے میز پر گھونسہ رسید کیا۔ "رہا آپ کا معاملہ۔ تو آپ کا ہمارے ساتھ آنا ضروری ہے اور اس کے لئے آپ جتنا معاوضہ چاہیں روانہ ہونے سے پیشتر ہی مجھ سے لے لیں اگر خدانخواستہ ہم کہیں مر کھپ گئے تو میں آپ کے لڑکے کے لئے یہیں سے انتظام کئے دیتا ہوں۔ اسے سال بہ سال پابندی سے ایک معقول رقم ملتی رہیگی۔۔۔ اور اگر خدا نے چاہا اور ہم خزانہ تک پہونچ گئے تو اس میں آپ کا اور گڈ کا حصہ ہوگا۔ مجھے دولت کی کوئی خواہش نہیں۔ اللہ کا دیا سب کچھ ہے۔۔۔ شاید آپ میرے ان وعدوں پر یقین نہ کریں۔ اس لئے بہتر ہے کہ آپ اپنی طرف سے شرائط پیش کریں۔"

"سر ہنری۔ آپ نے واقعی بہت بڑا لالچ دیا ہے۔۔۔ مجھ ایسے غریب تاجر کے منہ میں اتنا بڑا خزانہ حاصل کرنے کے خیال ہی سے پانی بھر آنا یقینی ہے۔۔۔ لیکن یہ ایک بہت ہی خطرناک مہم ہے اور اس لئے مجھے آپ غور کرنے کے لئے تھوڑا سا وقت دیں۔۔۔۔ ڈربن پہونچنے سے پہلے میں آپ کو اپنے فیصلہ سے آگاہ کردونگا۔"

"بہت اچھا۔" سر ہنری نے کہا۔

میں انھیں شب بخیر کہہ کے اپنے کیبن پر آگیا۔ اور رات بھر بھیانک اور مزیدار خواب دیکھتا رہا۔



تیسرا باب

پُر اسرار ملازم

اگر ہوا موافق ہو تو کیپ ٹاؤن سے ڈربن صرف تین روز میں جہاز پہونچ جاتا ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ راستہ کی کئی ایک بندرگاہوں پہ تجارتی مال کے انتظار میں جہاز کو چوبیس چوبیس گھنٹہ رکنا پڑتا ہے۔ لیکن اس مرتبہ ہر بندرگاہ پر چھوٹی چھوٹی غلیظ کشتیاں تجارتی مال سے لدی پھندی تیار کھڑی تھیں۔ جیسے ہی ہمارا جہاز لنگر انداز ہوتا وہ ہمارے جہاز کی طرف چل پڑتیں۔

ناٹال پہونچنے تک میں برابر اس بات پر غور کر رہا تھا۔ کہ سر ہنری کیسا تھ جاؤں یا نہیں۔؟ ہر گھڑی گنج سلیمان حاصل کرنے کا خیال میرے دل میں ہلچل مچا دیتا اور میں سوچتا کہ چلا ہی جاؤں...... لیکن دوسرے ہی لمحے مجھے یوں نظر آتا کہ میں بھی ڈی سلواسٹا کی طرح ایک غار میں تڑپ تڑپ کر جان دے رہا ہوں اور کوئی میرا پرسان حال نہیں.... ہیروں کی چمک دمک ماند پڑ جاتی اور میں سوچتا کہ کھلی آنکھوں اندھے کنوئیں میں گرنا سراسر حماقت ہے.... بہر حال میں اب تک کسی نتیجہ پر نہیں پہونچا تھا اور یوں ہی "جاؤں یا نہ جاؤں" کے درمیان میں ٹنگ رہا تھا۔

دوسری طرف کپتان گڈ اور سر ہنری دل ہی دل میں گنج سلیمان تک جانے کی تمام اسکیمیں مکمل کر چکے تھے۔

جنوری کی ایک حسین شام کو ہمارا جہاز نا ٹال سے روانہ ہوا...... نا ٹال چھوڑنے کے بعد ہی افریقہ کا سرسبز ساحل شروع ہو جاتا ہے..... یہاں سے جہاز ڈربن تک کنارے کے قریب ہی قریب بڑی سبک رفتاری سے چلتا رہتا ہے۔ آپ عرشہ پر کھڑے ہو جایئے تو حد نگاہ تک آپ کو زمین پر نیلی نیلی گھاس کا فرش بچھا نظر آئیگا...... اور جب یہ قطعہ ختم ہوتا ہے تو سرخ سرخ پتھروں کے پہاڑوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے.... پہاڑیوں کے کنارے پر ہری ہری جھاڑیوں کا سلسلہ چلا گیا ہے اور ان پہاڑوں کے بیچ میں کافروں کے کھیت دور سے نیلی جھیل کے مانند معلوم ہوتے ہیں۔ تیز بارشوں اور ہواؤں نے پہاڑ پر جگہ جگہ غار بنا دیئے ہیں اور ان کے کنارے پر سمندر کا سفید سفید جھاگ جم گیا ہے اور یوں معلوم ہوتا ہے جیسے کسی مہیب دیو کے منہ میں مارے غصے کے کف بھر آئے ہوں...... پہاڑیوں پر سے پانی چھوٹے چھوٹے آبشاروں کی شکل میں مسلسل گرتا رہتا ہے اور نیچے آکر چشمہ یا ندی کی صورت اختیار کر لیتا ہے.. اس نظارے کو دیکھ کر آپ یہ سوچنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ خدا نے اپنے نیک بندوں سے جس فردوس کا وعدہ کیا ہے وہ شاید یہی ہے۔

دن بھر کا تھکا ہارا سورج حجلۂ مغرب میں داخل ہوا اور ہمارا جہاز ڈربن کی بندرگاہ کے پلیٹ فارم سے آلگا۔ جہاز سے بندوق داغی گئی۔ جس کی وجہ سے لوگوں کو پتہ چل گیا کہ لندن کی ڈاک آگئی...... ہم تینوں۔ یعنی میں۔ گڈ اور ہنری کھانا کھا کر عرشہ پر آگئے...... چاند نے طلوع ہو کر اپنی ٹھنڈی چاندنی سے سمندر اور خشکی کو منور کر رکھا تھا...... چاروں طرف رات کا خدائی سکوت

طاری تھا اور اس خاموشی کو چیرتی ہوئی فرحت بخش ہوا کے دوش پر سوار کسی ملاح کے گانے کی آواز کہیں دور سے آرہی تھی۔ وہ اپنی مادری زبان میں کوئی عشقیہ گیت گا رہا تھا..... شاید اسکی کشتی میں اسوقت دو ہستیاں ہوں گی جن کے دل ایک دوسرے کی محبت سے پُر ہوں گے۔ اور وہ چاندنی کی سیر کے لئے نکلی ہوں گی۔

"ہاں تو مسٹر کوارٹرمین" آخر کار ہنری نے کہا "کیا فیصلہ کیا آپ نے؟

مجھے یقین ہے کہ آپ ہمارا ساتھ دیں گے" گڈ نے کہا۔

میں جنگلے کے پاس جا کھڑا ہوا ..... ابتک میں کسی نتیجہ پر نہیں پہونچا تھا۔ میں نے پائپ جلا کر دیا سلائی کی تیلی سمندر میں پھینکی اور اس سے پہلے کہ وہ پانی تک پہونچے میں فیصلہ کر چکا تھا۔ بارہا ایسا ہوتا ہے کہ جس گتھی کو سلجھانے میں آپکا دماغ الجھ جاتا ہے وہ وقت آنے پر گھڑی کی ایک "ٹک" کے ساتھ سلجھ جاتی ہے

"میں آپ لوگوں کا ساتھ دوں گا" میں نے کہا "اور اگر آپ اجازت دیں تو میں اپنی طرف سے چند شرائط پیش کردوں"۔

"ضرور۔ ضرور" مسرت ہنری کے چہرے سے چھلکی پڑتی تھی۔

"اچھا۔ تو سُنئے یہ ہیں میری شرائط.......

۱۔ آپ کو میرا تمام خرچ برداشت کرنا ہوگا۔

۲۔ راستے میں اگر کوئی قیمتی چیز اتفاقاً مل گئی......

تو اس میں میں اور گڈ برابر کے شریک ہوں گے۔

۳۔ روانہ ہونے سے پہلے آپ مجھے پانچسو ڈالر دیں گے۔ اور میں ہر طرح آپکی مدد کرونگا۔ اور اسوقت تک آپکا ساتھ دوں گا۔ ج

اپنی مرضی سے رخصت نہ کر دیں۔ یا پھر موت ہمیں ایک دوسرے سے جدا نہ کر دے۔

۴۔ اور اگر اس سفر میں میری جان گئی تو آپ میرے لڑکے ہیری کو۔ جو لندن کے ایک ہسپتال میں ڈاکٹری تعلیم حاصل کر رہا ہے سالانہ دو سو پاؤنڈ مسلسل پانچ سال تک دیتے رہیں گے۔

بس یہی میری شرائط ہیں۔

"اور مجھے آپ کے تمام شرائط منظور ہیں" ہنری نے کہا "لیکن میں آپ کو اس سے بھی زیادہ دوں گا ..... مسٹر کوارٹرمین آپ نے اپنی ان معلومات کا تو معاوضہ طلب ہی نہیں کیا جو آپ کو گنج سلیمان کے بارے میں حاصل ہیں۔"

"اس کے لئے آپ جتنا بھی مناسب سمجھیں دے دیں" میں نے کہا "آپ کے اتنے دنوں کے ساتھ سے میں اس نتیجہ پر پہونچا ہوں کہ آپ دونوں حضرات بڑے مخلص اور ارادے کے پکے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ ہم لوگ ایک دوسرے کے بہترین دوست ثابت ہوں گے۔

اور اب اس سفر کے بارے میں عرض کر دوں۔ یقین تو نہیں آتا کہ ہم صحیح سلامت واپس لوٹ آئیں۔ اگر ہم کسی طرح سے اس خطرناک صحرا کو عبور کر کے گنج سلیمان [illegible] پہنچ گئے تو اسے اپنے ساتھ یہاں تک لا بھی سکیں گے یا نہیں۔ یہ [illegible] ل ہے .... تین صدیوں پہلے غریب ڈی سلواسٹا [illegible] سے آپ بخوبی واقف ہیں .... اس کے بعد اسی کے ہمنام نے [illegible] ہ دھوئے .... اور دور کیوں جائیے سر ہنری آپ کے بھائی [illegible] رہے .... پتہ نہیں اس پر اسرار سرزمین میں انکی حالت کیا ہوئی"۔

اتنا کہہ کر میں نے دونوں کے چہروں سے جذبات کا اندازہ لگانے کی کوشش کی۔ ہنری پر تو میری اس لمبی چوڑی تقریر کا کچھ اثر نہیں ہوا۔ لیکن گڈ کے چہرے کا رنگ فق ہو گیا۔

"کچھ بھی ہو۔ ہمیں قسمت آزمائی کرنی چاہیئے..... یہاں بیٹھے بیٹھے یہ سوچنا کہ انجام برا ہو گا سراسر حماقت ہے..... اس طرح سے تو ہم انجام کے خوف سے ہی قبل از وقت گھل گھل کر مر جائیں گے..... آخر تم یہ کیوں نہیں سوچتے کہ سفر کا انجام بڑا شاندار بھی ہو سکتا ہے"..... ہنری نے کہا اور گڈ کے چہرے کا اڑا ہوا رنگ پھر واپس آ گیا۔

"سر ہنری یہ جان کر شاید آپ کو تعجب ہو گا کہ ایک شکاری ہوتے ہوئے بھی میں تھوڑا سا بزدل ہوں۔ یا کم از کم اس سفر پر جانے کے خیال ہی سے میرا دل لرزتا ہے..... تو پھر میں اس سفر میں کیوں آمادہ ہوا ہوں؟..... مجھے یقین ہے کہ قسمت کے لکھے کو کوئی مٹا نہیں سکتا اور یہ میرا امتحان ہے کہ میری موت کا ایک دن معین ہو چکا ہے اور اسی دن موت آ کر رہے گی۔ اگر میری قسمت میں یہی لکھا ہے کہ میں صحرا میں بھوک اور پیاس سے تڑپ تڑپ کر مروں یا غیر مہذب کافروں کے تیروں سے مارا جاؤں۔ تو اسے کوئی روک نہیں سکتا۔ اور اگر میری زندگی کے کچھ دن باقی ہیں تو میں پھر اس پراسرار زمین سے زندہ لوٹ آؤنگا.....

آپ کیساتھ آنیکی دوسری وجہ تو یہ ہے کہ میں ایک غریب تاجر ہوں۔ اب تک میں بڑی تنگی ترشی سے گزر کر رہا ہوں اور میری کیلئے کچھ زیادہ دولت نہیں چھوڑ جاؤنگا۔ اور آپ کیساتھ جانے میں بے شمار خزانہ حاصل کرنے کی امید تو ہے

موہوم ہی ہی لیکن پھر بھی امید بہت بڑی چیز ہے ...... اور سر ہنری ہم ہاتھی کے شکاریوں کی عمر اوسطاً چار پانچ ہی سال ہوتی ہے ۔ اس عرصہ میں کوئی حادثہ ہماری زندگیوں کا خاتمہ کردیتا ہے ۔ اس حساب سے دیکھئے تو گویا میں اپنی چار پشتوں تک جیا ہوں ۔ اور اب زندگی کی زیادہ امید بھی نہیں کوئی دن جاتا ہے کہ کوئی مست ہاتھی مجھے اپنے پیروں تلے روندے گا اور میں اپنے لڑکے کو مفلس و قلاش چھوڑ جاؤنگا ..... چنانچہ یوں سمجھ لیجئے کہ میں اس خطرناک سفر پر اپنے لئے نہیں اپنے لڑکے ہیری کے لئے جارہا ہوں ۔" مسٹر کوارٹرمین ۔ آپ کی اس صاف گوئی سے میں بہت متاثر ہوا ہوں" ہنری نے کہا" اور میری نظروں میں آپکا رتبہ کافی بلند ہوگیا ہے ..... ہم گنج سلیمان سے کامیاب لوٹیں گے یا نہیں .... ؟ اس سوال کا جواب ہم میں سے کسی کے پاس نہیں اور اس کے بارے میں سوچنا خواہ مخواہ اپنے آپ کو اس الجھنوں میں مبتلا کرنا ہے ...... اسوقت تو یہی خیال کیجئے کہ اور کچھ نہیں تو راہ میں شکار وغیرہ سے ہی لطف اٹھائیں گے ۔"

" اور سچ تو یہ ہے مسٹر کوارٹرمین " گڈ نے کہا " کہ آپ کی اور میری زندگی تو خطرات کا مقابلہ ہی کرتے گذری ہے ..... اور اب قدم پیچھے ہٹا کر ہمیں اپنی بزدلی کا ثبوت نہیں دینا چاہئے ۔"

ہنری اور گڈ کی باتوں نے میری ڈھارس بندھائی لیکن پھر بھی میں جوز ڈی سلواسٹا اور اسی کے ہمنام کے انجام کو نہ بھلا سکا ۔

دوسرے روز ہم نے خشکی پر قدم رکھا اور میں گڈ اور سر ہنری کو اپنے ذاتی

مکان پر آیا...... مکان چھوٹا سا تھا اس میں تین کمرے اور ایک مختصر سا باورچی خانہ تھا۔ اور یہ باورچی خانہ اس قدر مختصر تھا کہ ایک شخص اس میں بمشکل سما سکتا۔ مکان کی دیواریں کچی اینٹوں اور چونے کی تھیں اور چھت ٹین کی جو گرمیوں میں کافی تکلیف دہ ثابت ہوتی......

مکان کے چاروں طرف میں نے ایک چھوٹا سا باغ لگایا تھا۔ اور اس کی دیکھ بھال جیک نامی میرا ایک پرانا شکاری ساتھی کرتا تھا ایک مرتبہ شکار کھیلتے ہوئے اسکی ران پر گولی لگی تھی اور تب سے وہ شکار کے قابل نہیں رہا تھا۔ چنانچہ مجبوراً مالی کی خدمت انجام دے رہا تھا۔ ورنہ آپ جانئے افریقہ کے یہ جنگجو لوگ ہتھیلی پہ سر لئے پھرتے ہیں اور انھیں سکون سے بیٹھنا ذرا بھی پسند نہیں۔ ایک تو مکان میں زیادہ گنجائش نہیں تھی دوسرے گرمی کا موسم۔ اس لئے ہنری اور گڈ باغ میں خیمہ لگا کر مقیم ہوئے۔ میری شرائط کے مطابق ہنری نے میرے لڑکے کے لئے سالانہ رقم کا بندوبست کر دیا اور مجھے بھی پانچسو ڈالر کا چیک مل گیا تو ہم نے سفر کی تیاری کی۔

سب سے پہلے میں نے ایکسو پچیس پاؤنڈ ادا کر کے ایک چھکڑا اور دو بیل خریدے (یہ رقم بھی ہنری ہی نے ادا کی) اس چھکڑے کو افریقہ میں "نیم خیمہ" کہتے ہیں اور وہ اس لئے کہ چھکڑے کے پچھلے نصف حصہ میں خیمے کی طرح کپڑا تنا ہوا ہوتا ہے۔ دو آدمیوں کے سونے کی جگہ اور بندوقیں رکھنے کے خانے ہوتے ہیں...... اگلا نصف حصہ سامان بھرنے کے کام آتا ہے۔ یہ بیس بیس فٹ لمبے چھکڑے افریقہ کے جنگلوں کے ناہموار راستوں پر بڑی سبک رفتاری سے چلائے جا سکتے ہیں۔

اس طرف سے مطمئن ہو کر میں نے خاص "زولو" بیلوں کی دس جوڑی خریدی۔
یہ بیل عام بیلوں سے قد میں چھوٹے لیکن غضب کے پھرتیلے اور مضبوط ہوتے ہیں۔
یہ تمام کے تمام بیل ایسے تھے جنہیں، افریقہ میں "نمک پلائے ہوئے" کہتے ہیں...
یہاں ایک بیماری ہوتی ہے۔ جس کا اثر بیلوں کے پھیپھڑوں پر ہوتا ہے اور
دو چار ہی روز میں یہ بیمار بیل مرجاتا ہے۔ بیلوں کو اس بیماری سے بچانے کے
لئے ترکیب یہ کی جاتی ہے کہ تندرست بیلوں کی دمیں (جب وہ چھوٹے ہوتے ہیں)
دمیں کاٹ دی جاتی ہیں اور اسکی جگہ ایک رسی میں بیماری سے مرے ہوئے بیل
کا پھیپھڑا کاٹ کر لٹکا دیا جاتا ہے.... یہ علاج افریقہ کے کافروں کا ایجاد کردہ
ہے.... اور یقین مانئے اس علاج سے بیلوں پر بیماری کا اثر نہیں ہوتا۔ چنانچہ
میں نے جتنے بیل خریدے سب کے سب لنڈورے یعنی "نمک پلائے ہوئے" تھے۔
یہ لنڈورے بیل عجیب بے ڈھنگے معلوم ہوتے لیکن دم کو مع بیل کے کھو دینے
سے بہتر ہے کہ صرف اسکی دم ہی جاتی رہے اور بیل باقی رہے۔

اب ایک ضروری سوال آپڑا.... یعنی دوائیں ساتھ لینے کا۔ میں اور ہنری تو اس
بارے میں بالکل ہی کورے تھے لیکن گڈ کو ڈاکٹری کی کچھ شد بد تھی.... نیم حکیم
تو وہ ضرور تھا لیکن خطرہ جان نہیں۔ زمانہ جنگ میں اس نے کئی لوگوں کا کامیاب
علاج کیا تھا.... اور ہاں اس کے پاس ایک چرمی بیگ بھی تھا جس میں جراحی کے
اوزار بھرے ہوئے تھے.... گڈ نے دواؤں کی ایک لمبی چوڑی فہرست بنائی
لیکن ہمارے مجبور کرنے پر اس نے اس فہرست کو مختصر کر دیا.... اسی فہرست کے مطابق
دوائیں خریدی گئیں.... گڈ کی ڈاکٹری کا ایک کارنامہ ہم نے ڈربن میں دیکھا تھا۔

قارئین کی دلچسپی کیلئے میں یہاں اسے نقل کرتا ہوں۔ ہوا یوں کہ ایک حبشی کے پیر کا انگوٹھا سڑ گیا.... تکلیف سے چلاتا ہوا گڈ کے پاس آیا.... گڈ نے اس کے تمام جسم کا معائنہ کیا اور انگوٹھے کے بارے میں تشویش ظاہر کی.... ہماری طرف داد طلب نگاہوں سے دیکھا اور بڑی مہارت سے انگوٹھا کاٹ دیا.....

حبشی نے اپنی زبان میں گڈ کی مہارت کی داد دی... لیکن خدا جانے پھر اس کے دل میں کیا سمائی کہ وہ جاتے جاتے پلٹا اور گڈ سے کہا کہ اگر وہ انگوٹھا کاٹ سکتا ہے تو نیا لگا بھی سکتا ہے۔ چنانچہ گڈ اب نیا انگوٹھا لگا دے۔ گڈ بہت گھبرایا۔ حبشی کو سمجھانے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن وہ بندہ خدا ٹس سے مس نہ ہوا آخر بڑی مشکلوں سے میں نے اور رہبر کی نے مل کر جان چھڑائی.... تو کہنے کا مطلب یہ کہ ہمیں گڈ کی ڈاکٹری معلومات پر بھروسہ کرنا پڑا۔

ہتھیاروں میں چند ایکسپریس بندوقیں (جو ہاتھی مارنے کے لئے ہوتی ہیں) تین رائفلیں اور ریوالور خریدے..... یہ تمام انتظامات مکمل ہو چکے تو اب ملازموں کی باری آئی.... فیصلہ اس بات پر ہوا کہ ملازم کم از کم پانچ لینے چاہئیں۔ ایک گاڑی بان۔ ایک راہبر اور تین اور ملازم سامان اٹھانے کے لئے۔ یعنی "بیریہ"۔ راہبر اور گاڑی بان تو آسانی سے مل گئے... (ان کے نام۔ گوزا۔ اور ٹوم تھے) لیکن تین بیریوں کو تلاش کرنے میں کافی مشکلوں کا سامنا کرنا پڑا.... ظاہر تھا کہ ان تینوں ملازموں کو ہمارے ساتھ گنج سلیمان تک جانا تھا۔ چنانچہ ان تینوں کو بہادر۔ نڈر اور جسیم ہونا چاہئیے۔ کافی دوڑ دھوپ کے بعد دو ملازم مل گئے۔ ان میں سے ایک کا نام وینٹا بنگل اور دوسرے کا کھیوا

تھا ۔ کھبوا بڑی سلیس انگریزی میں بات چیت کرسکتا تھا اور یہ ہمارے لئے بڑے کام کا شخص تھا ۔ وینٹا ئگل نیزہ پھینکنے میں ماہر تھا ۔ لیکن شراب کی اسے بُری لت پڑی ہوئی تھی ۔ ... بے تحاشہ شراب پیتا اور اپنے حواس میں نہ رہتا ۔ لیکن چونکہ اس سفر میں شراب ملنے کی کوئی امید نہ تھی اس لئے ہم اس کی عادت کی طرف سے مطمئن تھے ۔ ... تیسرے ملازم کے لئے ہماری تمام کوششیں بیکار ثابت ہوئیں ۔ چنانچہ رائے یہ ٹھہری کہ اگر ممکن ہوا تو راستہ میں سے تیسرا ملازم لے لیں گے ورنہ دو سے ہی کام چل جائیگا ۔

جب یہ تمام مراحل طے ہو چکے تو ہم نے روانہ ہونے کی تاریخ مقرر کی ... بڑی تیز رفتاری سے وقت گذر گیا ۔ روانہ ہونے سے ایک روز پہلے کا ذکر ہے کہ ہم تینوں رات کا کھانا کھانے کے بعد باغ میں بیٹھے غپ شپ لڑا رہے تھے کہ کھبوا نے آکر اطلاع دی کہ ایک کافر ہم سے ملنا چاہتا ہے ۔ ... ہم نے اسے بلا لیا ۔ دوسرے ہی لمحے ہمارے سامنے زولو قوم کا ایک قبول صورت ۔ طویل القامت اور مضبوط جسم والا شخص کھڑا تھا ۔ ... افریقہ کے اور حبشیوں کے مقابلے میں اسکا رنگ کھلتا ہوا تھا ۔ ہونٹ بھی بہت موٹے نہیں تھے اور ناک بھی اس قدر چپٹی نہیں تھی کہ نظر ہی نہ آئے ۔ ... وہ ہمیں سلام کئے بغیر بڑی بے پروائی سے ایک طرف بیٹھ گیا ۔

میں نے کن انکھیوں سے اسکی طرف دیکھا ۔ ... بارعب چہرے سے غرور اور تکبر کے آثار ہویدا تھے اور وہ یوں بیٹھا ہوا تھا گویا اس کے سامنے ہماری تو کوئی حیثیت ہی نہیں ۔ ... مجھے اس کا چہرہ جانا پہچانا سا معلوم ہوا ۔

"کیا نام ہے تمہارا؟" میں نے دریافت کیا
"امبوپا" اس کی آواز ایسی تھی جیسے وہ مٹکے میں منہ دیئے بول رہا ہے۔
"امبوپا۔ میرا خیال ہے کہ ہم پہلے بھی کہیں مل چکے ہیں"۔
"آپ کا خیال درست ہے۔۔۔۔ ہم اسانہ لوانہ کے میدان جنگ میں ملے تھے"
یہ ہیبتناک جنگ زولو قبیلہ اور انگریزوں کے درمیان ہوئی تھی۔ اور میں انگریزی فوج کیساتھ بطور راہبر کے تھا۔۔ مجھے اچھی طرح سے یاد ہے کہ ایک روز یہ شخص امبوپا میرے پاس آیا تھا اور اس نے مجھے خبردار کیا تھا کہ آج رات زولو ہمارے کیمپ پر شبخون مارنے والے ہیں۔ میں نے اسکی باتوں کو دھوکا سمجھا اور یہ خیال کر کے کہ اس میں اس کی کوئی چال ہو۔ اسکی باتوں پر دھیان نہیں دیا۔ لیکن اسی رات زولوؤں نے ہمارے کیمپ کو تباہ و برباد کر دیا۔
"ہاں۔ اب مجھے یاد آیا" میں نے کہا "اچھا امبوپا اب یہ بتاؤ کہ تم ہمارے پاس کیوں آئے ہو۔؟"
"میں نے سنا ہے کہ آپ صحرا کے اس طرف جانے کا ارادہ رکھتے ہیں"۔
"تم نے ٹھیک ہی سنا ہے"۔
"اور میں نے یہ بھی سنا ہے کہ آپ پہاڑوں کی برفی طرف بھی جانے والے ہیں۔۔۔۔ میرا مطلب ان پہاڑوں سے ہے جن کے پیچھے جانے کون لوگ آباد ہیں اور وہاں کہتے ہیں کہ کچھ دولت دفن ہے"۔
"ہم کہیں بھی جا رہے ہوں اس سے تمہیں کیا واسطہ۔۔۔ کوئی خفیہ پولیس

کے آدمی ہو تم جو ہم سے پوچھ گچھ کر رہے ہو۔" میں نے پریشان ہو کر کہا۔ میں حیران تھا کہ اس شخص کو ہمارے ارادوں کا پتہ کیسے چلا حالانکہ ہمارے اس سفر کا حال کسی کو معلوم نہ تھا۔

"خامت ہوئے صاحب۔ میں بھی آپ کے ساتھ جانا چاہتا ہوں"۔ اسکا تحکمانہ لہجہ مجھے بری طرح کھٹک رہا تھا۔ چنانچہ میں نے غصہ سے کہا۔ امبو پا۔ پہلے بات کرنے کی تمیز سیکھو۔ تم گویا ہم پر حکم چلا رہے ہو۔ یہ ہماری مرضی کی بات ہے ہم ہیں چاہیں اپنے ساتھ لے جائیں چاہے نہ لے جائیں۔۔۔۔ ہاں یہ تو بتاؤ کہ تم ہو کون؟ تمہارا نام کیا ہے؟ کس قبیلہ سے ہو؟ تاکہ ہمیں پتہ تو چلے کہ تم ایسا بدتمیز آدمی ہمارے ساتھ آنے کے قابل ہے بھی یا نہیں"۔

"آپ بڑے سخت الفاظ استعمال کر رہے ہیں۔۔۔۔ خیر سنئے۔ اپنا نام تو میں بتا چکا ہوں۔۔۔۔ اب رہا یہ سوال کہ میں کون ہوں؟ سو یہ بتانے کا وقت ابھی نہیں آیا۔ بس یوں سمجھئے کہ ایک غیر مہذب حبشی ہوں۔۔۔ اکیلا ہوں میرا کوئی قبیلہ نہیں۔۔۔ ممکن ہے میرا وطن وہی ہو جہاں آپ جا رہے ہیں۔۔۔۔ بہادر ہوں۔ میں نے جنگیں لڑی ہیں۔ افریقہ کے گھنے جنگلوں میں آوارہ گردی کی ہے۔۔۔ بچپن سے یہاں ناٹال میں ہوں اس لئے آپ لوگوں کی تہذیب سے بھی کچھ تھوڑا بہت واقف ہوں۔۔۔ آپ لوگ شاید دولت کی تلاش میں جا رہے ہیں۔۔۔ لیکن مجھے اس کی کوئی خواہش نہیں۔۔۔۔ نہ ہی آپ کی طرف سے میرے دل میں کوئی کینہ بھرا ہوا ہے۔۔۔۔ اور کچھ دریافت کرنا چاہتے ہیں آپ؟"۔

امبوپا نے جس طرح بے نڈر ہو کر یہ باتیں کیں اس سے مجھے یہ تو یقین ہو گیا

کہ وہ سچ کہہ رہا ہے...... لیکن اس کے لہجہ نے مجھے عجیب شش و پنج میں مبتلا کر دیا تھا۔ اور اس کا رعب میرے دل پر طاری ہو گیا تھا...... اور کچھ سمجھ میں نہ آیا تو میں نے اپنی گفتگو کا انگریزی میں ترجمہ کر کے ہنری اور گڈ سے مشورہ طلب کیا۔

ہنری نے امبوپا کو کھڑے ہونے کے لئے کہا...... وہ بڑی بے اعتنائی سے اٹھا اور اپنا کوٹ اُتار دیا۔ (میں یہ بتانا بھول گیا کہ وہ ایک پرانا فوجی کوٹ پہنے ہوئے تھا) اس کے جسم پر جابجا زخموں کے نشان اس کی بہادری کی دلیل تھے۔

"واہ۔ ہنری اور امبوپا کی جوڑی خوب رہے گی"۔ گڈ نے امبوپا کے چھ فٹ تین انچ کے قد کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"مسٹر کوارٹرمین۔ امبوپا سے کہہ دو کہ ہم اسے اپنے ساتھ لے چلیں گے"۔ ہنری نے کہا۔

میں امبوپا کو ساتھ لے جانے میں ہچکچا رہا تھا...... لیکن ہنری کے فیصلہ کے سامنے سر جھکانا ہی پڑا۔

"بہت بہت شکریہ صاحب" امبوپا نے کہا۔ "اس میں کوئی شک نہیں کہ میں اس سفر میں آپ کے ملازم کی حیثیت سے چلوں گا۔ اور آپ میرے آقا کی حیثیت سے...... لیکن اتنا یاد رکھئے کہ اس اونچ نیچ کے باوجود ہم دونوں انسان ہی ہیں۔ آپ کا رنگ سفید اور میرا سیاہ ہے تو کیا ہوا"۔

امبوپا کی باتوں سے میں چونکا...... میں حیران تھا کہ یہ کون ہے جو کسی

کی عزت کرنا ہی نہیں جانتا..... اس کے بارے میں الٹے سیدھے خیالات میرے دماغ میں چکر کاٹنے لگے اور اس کی پُر اسرار شخصیت ایک ناقابل حل معمہ بن کر رہ گئی۔

چوتھا باب

ہاتھی کا شکار

جنوری کے آخری ہفتہ میں ہم نے ڈربن کو خیر باد کہا۔ اور مئی کی آخری تاریخوں میں اسٹانڈاز کرال پہنچ گئے..... ڈربن سے یہاں تک کا سفر ہمیں زیادہ تر پیدل طے کرنا پڑا..... راستہ بہت ہی خراب اور خستہ تھا اور جنگلوں میں بیٹسی نامی مکھیوں کے جھنڈ کے جھنڈ منڈلا رہے تھے۔ یہ مکھی زہریلی ہوتی ہے اور جس جانور کو ڈنک مارتی ہے فوراً ہی مر جاتا ہے۔

اسٹانڈاز کرال سے روانہ ہو کر مٹیابلی میں قیام کیا۔ یہاں تک آنے میں ہمارے بیس بیلوں میں سے صرف بارہ بچے تھے۔ راستہ میں ایک بیل کو سانپ نے ڈس لیا۔ تین پانی کی قلت کی وجہ سے مر گئے۔ تین اور زہریلی گھاس کھانے کی وجہ سے ڈھیر ہو گئے پانچ اور بیل بھی بیمار ہو گئے تھے لیکن ہم نے بڑی کوششوں سے انہیں بچا لیا۔

مٹیابلی سے ہمارے خطرناک سفر کی ابتدا ہوتی ہے..... آگے گھنے جنگل شروع ہو گئے تھے اور چھکڑے کو ہم لے جا نہیں سکتے تھے چنانچہ گوزا اور ٹوم

کو ہم نے مع چھکڑے اور بیلوں کے نہیں چھوڑا اور رچھ اور بیر پر لئے۔ کھیلو ڈینٹا نگل اور امبوپا ہمارے ساتھ ہی تھے۔

مجھے اچھی طرح سے یاد ہے کہ جس وقت ہمارا یہ چھوٹا سا قافلہ روانہ ہوا ہے۔ ہر شخص خاموش تھا۔ دلوں پر نامعلوم خوف سا طاری تھا...... اور مجھے یقین ہے کہ ہر شخص دل ہی دل میں اپنے تمام گناہوں سے توبہ کر رہا تھا...... میرا دل بری طرح سے دھڑک رہا تھا۔ پیر من من بھر کے ہو گئے تھے اور میں پلٹ پلٹ کر بڑی حسرت سے میٹا بلی کی بستی کو دیکھ رہا تھا کہ شاید اب دوبارہ اس طرف آنا نصیب نہ ہو......

موقع کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے امبوپا نے اپنی پاٹ دار آواز میں ایک گیت گانا شروع کیا...... اس کی آواز نے خاموش فضا میں ارتعاش پیدا کر دیا...... ہم لوگ اپنے اپنے خیالات سے چونکے اور بڑی توجہ سے اس کا گیت سننے لگے...... آہستہ آہستہ ہمارے دلوں پر سے خوف و ہراس کے بادل چھٹنے لگے اور جب امبوپا نے اپنا گیت ختم کر چکا تو ہماری گنگ زبانیں پھر کھل گئیں اور امبوپا کی اس بات کو ہم نے نیک شگون سمجھا۔

راستہ میں ایک اور بستی انیانی آتی ہے۔ اور اس کے بعد ہی گھنے جنگلوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے...... پہلے تو چھوٹے چھوٹے درخت اور جھاڑیاں ملتی ہیں لیکن جیسے جیسے آگے بڑھتے ہیں جنگل گہرا اور تاریک ہوتا جاتا ہے...... کسی راستہ یا پگڈنڈی کا پتہ نہیں چلتا۔ چنانچہ سورج کے طلوع اور غروب سے ہم سمتوں کا پتہ لگاتے چلتے رہے...... لیکن جب اور آگے بڑھے تو جنگل اور بھی

گھنا اور تاریک ہو گیا.... درختوں کی ٹہنیاں آپس میں اس قدر ملی ہوئی تھیں کہ سورج کی یکا دکا کرنیں ہی ہم تک پہونچ رہی تھیں.... چاروں طرف سے عجیب غریب جانوروں کی آوازیں آرہی تھیں.... قدم قدم پر سانپ ہمارے پیروں سے ٹکراتے پانی کے ریلے کی طرح نکل جاتے.... یہاں سمتوں کا پتہ لگانا ناممکن تھا.... لیکن چونکہ میں اور مجھ سے زیادہ کھیوا۔ ونٹا ایگل اور امبوپا جنگل کی راہوں سے واقف تھے اس لئے ایک دوسرے سے مشورہ کرتے ناک کی سیدھ میں بڑھے جارہے تھے۔

پندرہ روز بعد ہم ایسی جگہ پہونچے جہاں گھنے درختوں کا سلسلہ تو ختم ہو گیا تھا.... بیچ میں ایک سبزہ زار میدان چھوٹا ہوا تھا۔ اور اس کے چاروں طرف آپس میں ملی ہوئی ایسی جھاڑیوں کا سلسلہ تھا کہ اگر ننکر کے لشکر اس کے پیچھے چھپ جائیں تو پتہ نہ چلے۔

ہم بہت تھک گئے تھے اور آگے بڑھنا دوبھر معلوم ہوتا تھا۔ لیکن اس جگہ ٹھہرنا خطرے سے خالی نہ تھا۔ ایک تو گھنی جھاڑیوں کی وجہ سے درندوں کا خطرہ تھا دوسرے روندھی ہوئی جھاڑیاں اور اکھڑے ہوئے درخت پتہ دیتے تھے کہ ہاتھیوں کا غول کہیں آس پاس ہی ہوگا۔ جان سبھی کو عزیز ہوتی ہے چنانچہ تھکن کے باوجود ہم آگے بڑھ گئے۔

شام کے قریب ہم ایک اور سبزہ زار میں پہونچے۔ یہ جگہ قیام کے لئے مناسب تھی.... تمام میدان میں ہری ہری گھاس لہلہا رہی تھی.... ایک طرف ایک چھوٹا سا ٹیلہ تھا۔ اور اس ٹیلہ کے بائیں طرف شفاف پانی کی ندی بہہ

رہی تھی اور ندی کے دوسرے کنارے سے حد نگاہ تک کھلا ہوا میدان چلا گیا تھا۔

ٹیلہ کے سائے میں کچھ دیر سستانے کے بعد ہم لوگ ندی میں ہاتھ منہ دھونے کے لئے اترے.... ٹھنڈے اور شفاف پانی کی وجہ سے یوں معلوم ہوا کہ ہماری تھکن جیسے پگھل پگھل کر پیروں کے ذریعہ ندی کے پانی میں جذب ہو رہی ہے.... ابھی ہم ہاتھ منہ دھو ہی رہے تھے کہ ایک دم سے جیسے بھونچال آ گیا.... زمین لرزنے سی لگی اور میدان میں اٹھتے ہوئے غبار نے آنکھوں کے سامنے پردہ سا تان دیا۔ "یہ.... یہ کیا ہوا....

یقیناً یہ غبار ہوا سے نہیں اٹھا ہے" میں نے کہا۔

تمام لوگوں کی نگاہیں غبار پر لگی ہوئی تھیں جو دم بدم قریب آتا جا رہا تھا.... اور اس کے پیچھے سے آوازیں آ رہی تھیں جیسے بہت سے گھوڑے دوڑ رہے ہوں.... ہم لوگ سکتے کے عالم میں گھڑے غبار کی طرف دیکھ رہے تھے.... وہ قریب آنے لگا.... قریب اور قریب.... غبار کا دامن چاک ہوا.... اور.... ہمارے حواس باختہ ہو گئے۔

زرافوں کا ایک قافلہ سا کسی چیز سے خوفزدہ ہو کر بے تحاشہ ہماری طرف بھاگا چلا آ رہا تھا۔

"مر گئے یار.... کچھ ہی دیر بعد ہماری کچلی ہوئی لاشیں یہاں پڑی ہوں گی" میں بڑبڑایا۔

گڈو آگے کھڑا ہوا تھا.... اس نے کچھ دیر سوچا.... اور پھر بندوق

اٹھائی اور دھائیں سے داغ دی .... سب سے آگے آتا ہوا زراف تیورا کر گرا .... دھائیں دھائیں .... گڈ نے دو فیر اور کئے .... اور زرافوں کا قافلہ گھبرا کر بائیں طرف مڑ گیا ....

"خدا کی قسم - ایک کو میں نے بھی گرایا" - گڈ خوشی سے چلایا -

"او .... باگوں .... باگوں" کافر چلائے (وہ گڈ کو باگوں کہتے تھے جس کا مطلب ہوتا ہے کا نچ کی آنکھ والا اور یہ خطاب اس کو یک چشمی عینک کی وجہ سے ملا تھا)

ٹیلہ کے قدموں میں ہم نے اپنا خیمہ نصب کیا .... سورج غروب ہو چکا تھا اور ہر طرف گہری تاریکی چھائی ہوئی تھی .... ندی کا پانی اس تاریکی میں ہلکے سے شور کے ساتھ بہہ رہا تھا - اور ہوا جھاڑیوں میں گھس کر سیٹیاں بجا رہی تھی .... کچھ ہی دیر بعد چاند طلوع ہوا .... لیکن چاندنی نے اس جنگل کی فضا کو اور بھی بھیانک بنا دیا .... دور پر ہوا سے ہلتی ہوئی جھاڑیاں یوں معلوم ہوتیں جیسے چڑیلیں اپنے بال بکھرائے رقص کر رہی ہیں .... کبھی کبھار کسی درندے کی آواز خاموشی کی چادر میں شگاف ڈال دیتی -

ہم لوگ آگ کے گرد بیٹھے پائپ پی رہے تھے .... آگ کی سرخ روشنی ہنری کے چہرے پر پڑ رہی تھی اور وہ اس روشنی میں یوں معلوم ہو رہا تھا جیسے کوئی الف لیلا کے صفحات سے نکل آیا ہے .... اس کے قریب بیٹھا ہوا گڈ بالکل ہی بونا معلوم ہو رہا تھا - ہم سے کچھ دور ہمارے ملازم بیٹھے تمباکو پی رہے تھے اور امبوپا کے سیاہ جسم آگ کی روشنی میں چمک رہے تھے اور سب سے الگ تھلگ بیٹھا ہوا

امبوپا کسی خیال میں غرق تھا۔

ایک دم سے بائیں طرف کی جھاڑیوں کے پیچھے سے دل ہلا دینے والی گرج سُنائی دی..... کافر ملازم گھبرا کر اٹھ کھڑے ہوئے اور گڈ کا ہاتھ اپنی بندوق پر جا پڑا۔

"یہ شیر ہے" میں نے کہا۔ "لیکن گھبراؤ نہیں۔ وہ ہماری طرف نہیں آئیگا۔ شاید وہ اپنے کچھار کو واپس جا رہا ہے۔

ابھی ہم شیر کے بارے میں باتیں ہی کر رہے تھے کہ ہاتھیوں کی چنگھاڑ سے جنگل گونج اٹھا..... سامنے ندی کے کنارے ہاتھیوں کا غول نظر آیا جو اس چاندنی میں سرکتی ہوئی چٹانوں کی طرح معلوم ہو رہے تھے..... ہاتھی سامنے درختوں کی طرف جا رہے تھے۔

"ہاتھی۔ ہاتھی" ہمارے ملازم چلائے۔

گڈ نے اپنی بندوق سنبھالی اور بڑی بہادری سے اٹھا۔ اس کا خیال تھا کہ ہاتھی کو مار لینا بھی اتنا ہی آسان ہے جتنا کہ زراف کو مارنا..... میں نے گھبرا کر گڈ کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"خدا کے لئے گڈ۔ انھیں بالکل بھی مت چھیڑنا..... وہ جس طرف بھی جاتے ہیں جانے دو..... تمہاری حماقت سے اگر وہ پلٹ پڑے تو ہماری خیر نہیں ..... ہاتھی مار لینا بچوں کا کھیل نہیں" اور میں نے جبراً گڈ کو بٹھا دیا۔

"معلوم ہوتا ہے یہ تو شکاریوں کے لئے جنت ہے" ہنری نے کہا میرا خیال ہے کہ ایک دو روز یہاں ٹھہر جائیں۔"

ہنری کی اس بات سے مجھے تعجب ہوا..... ابنائی میں جب اسے پتہ چلا تھا کہ تیول نامی ایک انگریز وہاں اپنا چھکڑا بیچ کر کہیں آگے چلا گیا ہے۔ تب سے وہ ہمیں دم نہیں لینے دیتا تھا.... ہماری تھکن کا خیال کئے بغیر بس چلتا ہی رہتا ہے.....

گڈ خوشی سے اچھل پڑا۔ اسے ہاتھیوں کے شکار کا بہت شوق تھا۔ اور میری بھی یہی خواہش تھی کہ یہاں ہاتھیوں کا شکار کیا جائے..... ہاتھیوں کا ایک غول میرے سامنے سے نکل جائے اور میں ان کا شکار نہ کروں یہ میری عادت کے خلاف تھا۔

"اچھا بھئی۔ میرا خیال ہے اب آرام کریں۔" میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "یاد رہے ہمیں علی الصبح اٹھنا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ صبح تک ہاتھی کہیں دور نہیں گئے ہوں گے۔"

ہم خیمہ میں آ گئے۔ گڈ نے بڑی احتیاط سے اپنی یک چشمی عینک اور آدھ مصنوعی دانت کوٹ کی جیب میں رکھے۔ بڑی مہارت سے کوٹ لپیٹ کر تکیہ کے نیچے دبایا۔ بوٹ کو دیر تک صاف کرتا رہا.... ایک مرتبہ پھر اپنی تمام چیزوں کا جائزہ لیا اور اطمینان سے اپنے بستر پر دراز ہو گیا.... لیکن پھر فوراً ہڑبڑا کر اٹھا۔

"یہ۔ یہ۔ کیسی آواز ہے" اس نے کہا۔

ہم غور سے سننے لگے.... ندی کی طرف سے "چیر چیڑ" کی آواز آ رہی تھی۔ دوسرے ہی لمحے خوفناک گرج نے کانوں کے پردے پھاڑ دیئے.... یہ شیر کی آواز تھی۔ اور اس قدر قریب معلوم ہوتا تھا کہ وہ ہمارے خیمہ کے دروازے

پر کھڑا ہے.... گھبرا کر ہم نے اپنی اپنی بندوقیں اٹھائیں اور خیمہ سے باہر آ گئے۔

ہم سے کچھ ہی فاصلہ پر.... ندی کے کنارے پر.... دو سائے آپس میں گتھم گتھا ہو رہے تھے..... دفعتاً دونوں سائے زمین پر آ رہے اور ہماری طرف لڑھکتے ہوئے آنے لگے.... ہم نے بندوقیں بلند کیں.... سائے پھر اٹھے... ایک خوفناک گرج سے جنگل گونج اٹھا۔ پرندے پھڑپھڑا کر اپنے آشیانوں سے اڑے اور تاریک فضا میں ٹامک ٹوئیے مارنے لگے.... سائے پھر آپس میں گتھ گئے... پھر سایوں نے ٹھوکر سی کھائی اور زمین پر بے حس و حرکت پڑے رہے....

ہم بندوقیں اٹھائے سایوں کو اپنی طرف آنے کا انتظار کرتے رہے لیکن جب کافی وقت گذر جانے کے بعد بھی وہ نہ اٹھے تو ہم ڈرتے ڈرتے۔ لرزتے قدموں سے انکی طرف بڑھے..... اور وہاں پہونچکر دیکھا کہ ایک تگڑا جنگلی بھینسا اور اس کے نوکدار سینگوں کے قریب ایک شیر پڑا ہوا تھا.... دونوں مر چکے تھے....

فوراً ہی معاملہ میری سمجھ میں آ گیا.... بھینسا ندی پر پانی پی رہا تھا کہ شیر نے پیچھے سے اس پر حملہ کر دیا.... چھلانگ لگانے میں شیر کچھ آگے بڑھ گیا اور بھینسے کے سینگوں میں اُلجھ گیا.... رہائی کی کوشش میں شیر نے بھینسے کی پٹھے کے چیتھڑے اڑا دیئے تھے اور تکلیف سے بے چین ہو کر بھینسے نے شیر کو اپنے سینگوں سے رگید دیا تھا۔

ہم نے اپنے کافر ملازموں کو بھینسے اور شیر کی کھال اتارنے پر مامور کیا اور خیمہ میں آ کر اپنے اپنے بستروں پر دراز ہو گئے اور صبح تک گہری نیند سوتے رہے۔

پو پھٹتے ہی جنگل پرندوں اور درندوں کی ملی جلی آوازوں سے جنگل گونج اٹھا پٹ سے میری آنکھ کھل گئی۔ ہنری اور گڈ اب تک خراٹے لے رہے تھے۔ میں

نے خیمہ کے دروازے سے جھانک کر دیکھا.... سورج طلوع نہیں ہوا تھا لیکن ہلکا ہلکا اجالا پگھلی ہوئی چاندی کی طرح ہر چہار طرف پھیلا ہوا تھا.... ندی پر چند غزال کھڑے بڑے اطمینان سے پانی پی رہے تھے اور یوں معلوم ہوتا تھا جیسے وہیں جم کر رہ گئے ہیں.... پرندوں کا ایک جھنڈ کسی طرف سے آکر ندی پر گول گول چکر کاٹتا ہوا پرواز کرنے لگا.... غزالوں نے۔ ان کے پروں کی پھڑپھڑاہٹ سے چونک کر چاروں طرف دیکھا اور پھر ایک طرف چوکڑیاں بھرتے چل دیئے۔

ہنری اور گڈ بھی اٹھ گئے.... منہ ہاتھ دھو کر ناشتہ کیا.... تین ایکسپریس بندوقیں اور کارتوس لئے۔ ایک تھرمس میں ٹھنڈی چائے بھری۔ جو شکار کے وقت بجائے پانی کے بڑا کام دیتی ہے.... جب یہ تمام تیاریاں مکمل ہو چکیں تو امبوپا۔ کھیوا اور وینٹا بگل کو ساتھ لیا اور باقی ملازموں کو ضروری ہدایت دیکر وہیں چھوڑا۔ اور ہاتھیوں کی تلاش میں چل کھڑے ہوئے۔

ہاتھی کو تلاش کرنے میں کچھ زیادہ دقتوں کا سامنا کرنا نہیں پڑتا.... جس طرف سے بھی یہ جانور جاتا ہے جھاڑیوں کو روندتا اور درختوں کو اکھاڑتا ہوا چلا جاتا ہے۔ اور ہم انہیں نشانات کے سہارے ایک طرف جا رہے تھے۔ وینٹا بگل نے اندازہ لگایا کہ ہاتھیوں کے اس غول میں (جس کی تلاش میں ہم چلے تھے) ہیں سے تیس ہاتھی ہوں گے اور اس میں بعض تو کافی جگادری ہاتھی ہیں۔ اس وقت صبح کے نو بج چکے تھے اور افریقہ کی مشہور ردائتی گرمی شروع ہو گئی تھی۔

جیسے جیسے ہم آگے بڑھ رہے تھے روندی ہوئی جھاڑیوں اور ٹوٹے ہوئے درختوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا کچھ دیر چلنے کے بعد ہم قد آدم جھاڑیوں کے

قریب پہونچ گئے اور جیسے ہی ان جھاڑیوں کو ہٹایا تو ہمیں سامنے ہی ہاتھیوں کا غول کھڑا نظر آیا.... دینٹاریگل کے اندازے کے مطابق اس غول میں واقعی تیس کے قریب ہاتھی تھے.... وہ صبح کے ناشتہ سے فارغ ہو کر مزے سے کھڑے اپنے پنکھوں ایسے کان ہلا رہے تھے۔

ہوا کا رُخ دیکھنے کے لئے میں نے تھوڑی سی سوکھی گھاس لیکر فضا میں اُچھال دی۔ خدا کا شکر ہے کہ ہوا کا رخ ہماری طرف تھا۔ ورنہ اگر ہوا کا رُخ ہاتھیوں کی طرف ہوتا تو وہ ہماری بو پا لیتے اور دنیا کے آخری سرے تک ہمارا پیچھا نہ چھوڑتے.... چنانچہ ہمیں اس طرف سے تو اطمینان ہو گیا کہ ہاتھی ہماری آمد سے بے خبر ہیں.... ہم سے تھوڑے ہی فاصلہ پر تین جگادری ہاتھی آپس میں ملے ہوئے یوں کھڑے تھے گویا ایک دوسرے سے کوئی راز کی بات کہہ رہے ہوں۔

"دیکھو یار۔ یہ بیچ میں جو موٹا سا ہاتھی کھڑا ہے یہ میرا شکار ہے" میں نے ہنری کے کان میں کہا.... ہنری نے بائیں طرف کا ہاتھی پسند کیا اور گڈ کے حصہ میں دائیں طرف کا ہاتھی آیا۔

"ہوشیار" میں نے کہا۔ اور ہم تینوں کی بندوقوں کی نالیاں اپنے اپنے ہاتھی کی طرف تھیں.... "ہاں.... نشانہ ذرا ٹھیک لگانا.... اگر ہم میں سے کسی ایک کا بھی نشانہ چوک گیا تو پھر کسی جگہ پناہ نہیں ملے گی۔ اتنا یاد رکھو۔"

"تم اطمینان رکھو یار میرا نشانہ کبھی خطا نہیں کرتا" گڈ نے کہا۔

"اچھا۔ تو پھر تیار.... ایک.... دو.... تین...."

ایک ساتھ تینوں بندوقیں گرجیں ..... سر ہنری کا ہاتھی خوفناک چنگھاڑ کیساتھ بڑی سی چٹان کی طرح زمین پر لڑھک گیا.... میرا ہاتھی اپنے اگلے پیروں پر بیٹھ گیا۔ میں سمجھا کہ وہ مر رہا ہے۔ لیکن دوسرے ہی لمحے وہ اٹھا... اور ایک جھرجھری لیکر سونڈ اٹھائے میری طرف لپکا.... اس پہاڑ کو اپنی طرف آتے دیکھ کر میرے اوسان خطا ہو گئے ...... میں حیران تھا کہ آج میرا نشانہ کیوں خطا کر گیا.... ہاتھی چنگھاڑتا ہوا بالکل میرے قریب آگیا.... اور اگر میں اُچھل کر ایک طرف نہ ہو گیا ہوتا تو میری ہڈیاں سرمہ ہو کر رہ جاتیں..... ہاتھی اپنی رو میں آگے بڑھ گیا اور میں نے دھائیں سے بندوق داغ دی۔ گولی اس کی پسلیوں میں پیوست ہو گئی۔ وہ تیورا کر گرا اور ہوا میں لاتیں چلانے لگا ...... میں آگے بڑھا.. ایک اور گولی اس کی کھوپڑی میں پیوست ہو گئی اور یہ گولی اس کے لئے پیغام اجل ثابت ہوئی ...... اب مجھے اس بات کی فکر ہوئی کہ گڈ کے ہاتھی کا کیا بنا... جسے میں نے چنگھاڑتے ہوئے تو ضرور سنا تھا.... میں وہاں پہونچا تو گڈ کو انتہائی پریشانی کے عالم میں پایا۔ اس سے پتہ چلا کہ ہاتھی زخمی ہو کر اندھا دھند ہمارے کیمپ کی طرف بھاگا چلا گیا ہے۔

اسی عرصہ میں باقی ہاتھی خطرے کو محسوس کرتے ہوئے مخالف سمت بھاگے جا رہے تھے..... اس وقت ہم عجیب چکر کی حالت میں کھڑے ہوئے تھے کسی کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ زخمی ہاتھی کا تعاقب کیا جائے یا اس غول کا پیچھا کیا جائے..... گڈ کا خیال تھا کہ زخمی ہاتھی کا تعاقب کیا جائے۔ لیکن

میں نے کہا کہ اتنے بہت سے ہاتھیوں کو چھوڑ کر ایک ہاتھی کی تلاش میں جانا حماقت ہے..... کافی رد وکد کے بعد تمام لوگ میری ہمارائے سے متفق ہوئے اور ہم غول کی تلاش میں چل پڑے.....

ایک تو زخمی ہاتھی کی فکر تھی دوسرے سخت گرمی نے پریشان کر رکھا تھا... پسینے میں شرابور ہو رہے تھے..... اور ہمارے کپڑے پسینہ کی وجہ سے جسم سے چپک گئے تھے..... چہرے گرد میں اٹے ہوئے تھے اور مارے پیاس کے بار بار حلق میں کانٹے پڑے جا رہے تھے..... تھوڑی ہی دور گئے ہوں گے کہ مفرور ہاتھیوں کا غول نظر پڑا اور وہ تمام کے تمام اپنی سونڈیں بلند کئے ہماری بو سونگھ رہے تھے..... ہم سے کوئی پچاس گز کے فاصلہ پر ایک ادھیڑ ہاتھی اپنی سونڈ بلند کئے کھڑا تھا۔ ہم جہاں تھے وہیں کھڑے ہو گئے۔

"ہنری! اس مرتبہ ہم تینوں اسی ایک ہاتھی کو نشانہ بنائیں ".....میں نے کہا" اگر ہم آگے بڑھے اور اس نے ہمیں دیکھ لیا۔ یا ہماری بو سونگھ لی تو پورا غول ہمارے پیچھے ہو لے گا..... معلوم ہوتا ہے کہ یہ ہاتھی اس غول کا سردار ہے"

چنانچہ تین بندوقوں کی نالیاں اسی ایک ہاتھی کی طرف تھیں۔ ہم تینوں نے بڑی ہوشیاری سے شست لی۔ اور..... اور..... تین گولیاں سنسناتی ہوئیں اس ایک ہاتھی کی طرف چلیں..... اور چشم زدن میں وہ ہاتھی ڈھیر تھا..... ہاتھیوں کا پورا غول چوکنا ہو کر پیچھے کی طرف بھاگا تھوڑی ہی دور پر ایک گہرا مگر خشک نالہ تھا..... پورا غول اس نالے میں جا اترا۔ ہم دوڑ کر نالے کے کنارے پر پہونچے اور اندھا دھند گولیاں چلانے

لگے..... پانچ اور ہاتھی ڈھیر ہو گئے۔

ہاتھیوں کی چنگھاڑ سے تمام فضا گونج اٹھی اور وہ ریتلے پیلے تالے کے دوسرے کنارے پر جا چڑھے اور بے تحاشہ بھاگنے لگے۔ ان کا پیچھا کرنے کی اب ہم میں سکت نہیں تھی.... اور ویسے بھی ایک ہی دن میں آٹھ ہاتھی مار لینا کچھ معمولی بات نہ تھی..... وہیں ایک درخت کی گھنی چھاؤں میں ہم ستانے کے لئے بیٹھ گئے۔

کھیوا۔ دینٹا ایگل مردہ ہاتھیوں کے دل[1] نکالنے لگے.... کچھ دیر ستانے کے بعد ہم واپس لوٹے کہ اپنے کافر ملازموں کو ہاتھی دانت لانے کے لئے اس طرف بھیج دیں۔

جب ہم اس جگہ پہونچے جہاں گڈ نے ہاتھی کو زخمی کیا تھا۔ تو انٹیلوپ[2] کا ایک گروہ دوڑتا ہوا ہمارے قریب سے گزرا۔ اور جھاڑیوں کے جھنڈ میں گھس کر چھپنے لگا.... گڈ نے انٹیلوپ کو قریب سے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ چنانچہ وہ بندوق ہمارے ہاتھ میں تھما کر اور کھیوا کو ساتھ لے کر جھاڑیوں کی طرف چل دیا.... ہم ایک پتھر پر ستانے کے لئے بیٹھ گئے۔

سرخ گیند ایسا سورج جھاڑیوں کے پیچھے غروب ہو رہا تھا۔ سنہری کا دھو

---

[1] ہاتھی کا دل افریقہ کے غیر مہذب لوگوں کا من بھاتا کھاجا ہے۔

[2] جنگلی بکرا..... یہ عام بکروں سے قد میں بڑا اور خوبصورت ہوتا ہے..... اس کے سینگ بڑے نوکدار اور لمبے ہوتے ہیں۔ بعض اوقات یہ بکرا اپنے سینگوں کی مدد سے شیر کو مار ڈالتا ہے۔ مظہر الحق علوی

سمت کر درختوں کی چوٹیوں پر پہونچ گئی تھی اور دن بھر جلتی ہوئی جھلسا دینے والی ہوا اس وقت بڑی خنک ہو گئی تھی۔ میں اور ہنری اس نظارے کی تعریف کر رہے تھے کہ دفعتاً ہاتھی کی چنگھاڑ سنائی دی...... ہم نے گھبرا کر دیکھا...... جھاڑیوں کے پیچھے سے ایک ہاتھی اپنی سونڈ اٹھائے ہماری طرف بھاگا چلا آرہا تھا...... دوسرے ہی لمحے ہماری نگاہیں گڈ اور کھیوا پر پڑیں جو اس خوفناک ہاتھی کے آگے آگے پوری قوت سے بھاگ رہے تھے۔ یہ وہی ہاتھی تھا جو گڈ کی گولی سے زخمی ہوا تھا۔

میں اور ہنری ہڑبڑا کر اٹھے...... گولی چلانا بیکار تھا...... کیونکہ گولی ہاتھی تک پہونچ نہیں سکتی تھی دوسرے اس بات کا بھی خدشہ تھا کہ کہیں گولی گڈ یا کھیوا کے نہ جا لگے۔ جو ہماری طرف بھاگے آرہے تھے...... میں اور ہنری مایوسی سے ایک دوسرے کے منہ کی طرف دیکھ کر رہ گئے......

گڈ اپنی عادت کے مطابق اس وقت بھی پتلون پہنے ہوئے تھا...... اندھا دھند بھاگنے میں گڈ کا پیر پتلون میں الجھا اور وہ لڑکھڑایا...... اپنے آپ کو سنبھالنے میں اسکا دوسرا پیر سوکھی گھاس پر سے پھسلا اور وہ ہم سے کوئی ساٹھ گز کی دوری پر زخمی ہاتھی کے بالکل سامنے اوندھے منہ گرا...... میں اور ہنری خوف سے چلاتے ہوئے گڈ کی طرف لپکے...... ہمیں یقین تھا کہ بس دو تین ہی سکنڈ کی بات ہے اور گڈ کی ہڈی پسلی کا چورا ہو جائیگا......

کھیوا جو گڈ کے آگے آگے بھاگ رہا تھا۔ اپنے آقا کو گرتے دیکھ کر پلٹا اور اپنا نیزہ پوری قوت سے ہاتھی کی طرف پھینکا۔ جو اسکی دونوں آنکھوں کے بیچ میں

پیوست ہو گیا۔ ایک چیخ کے ساتھ ہاتھی نے کھیوا کو اپنی سونڈ میں لپیٹ کر بلند کیا اور زمین پر دے پٹخا...... اپنا بھاری پیر غریب کھیوا پر رکھا اور سونڈ اس کے پیروں میں لپیٹ کر ایک جھٹکے کیساتھ کھیوا کو دو ٹکڑے کر کے رکھدیا ہمارے منہ سے مارے ہیبت کے چیخیں نکل گئیں۔ بدن پر لرزہ طاری ہو گیا اور گڈ جہاں تھا وہیں سکتے کے عالم میں بیٹھا رہا...... اپنے حواس پر قابو پاتے ہوئے میں نے اور ہنری نے کئی گولیاں چلادیں اور کھیوا کا قاتل مقتول کے ٹکڑوں پر بے جان ہو کر گرا...... گڈ اٹھا اور اس نے بڑی شفقت سے اپنی جان بچانے والے بہادر کے بیجان سر پہ ہاتھ پھیرا...... ایسے حادثات میں کئی ایک دیکھ چکا تھا۔ لیکن اس مرتبہ میری بھی آنکھیں ڈبڈبا آئیں......

ہم لوگ ایک سناٹے میں خاموش سر جھکائے کھڑے تھے۔

اور امبوپا مردہ ہاتھی اور کھیوا کے ٹکڑوں کے قریب سر جھکائے رو رہا تھا۔

"تمہاری روح کو چین نصیب ہو۔ میرے عزیز" امبوپا نے کہا" صاحب کھیوا مر گیا۔ لیکن اس نے بہادر شخص کی طرح جان دی"۔

پانچواں باب

صحرا

آٹھ ہاتھیوں کے ہاتھی دانت جمع کرنے میں ہمیں دو روز لگ گئے...... ہاتھی دانت اور ڈھیر سے کو ہم نے کیمپ کے قریب ہی دفن کر دیا تاکہ لوٹتے وقت (اسکی امید کم ہی تھی) یہ

ہمارے لئے نشان راہ ثابت ہو..... کھیوا کے ٹکڑوں کو بھی وہی ٹیلہ کے دامن میں اسکے نیزے کیساتھ دفن کر دیا تاکہ وہ اپنا آخری سفر بھی اسی نیزے کے سہارے بہادری سے طے کر سکے۔

تیسرے روز ہم چل پڑے۔ اس امید کیساتھ کہ لوٹ کر ہمیں اپنا دفن کیا ہوا ہاتھی دانت نکالنا نصیب ہو۔ ایک طویل اور اکتا دینے والے سفر کے بعد آخرکار ہم لوگ اسٹانڈ از کرال پہونچ گئے...... اور یہی وہ مقام تھا جہاں سے ہمارے انتہائی بھیانک سفر کی ابتدا ہوتی تھی..... یہ بستی دریائے لوکانگا کے کنارے آباد تھی۔ بائیں ہاتھ کی طرف یہاں کے باسیوں کی جھونپڑیاں اور کھیت تھے اور ان کے پیچھے قد آدم گھاس کا سمندر سا لہریں لے رہا تھا اور یہ گھاس کئی ایک خونخوار درندوں کی مسکن بنی ہوئی تھی.... سامنے ہی وہ ٹیلہ تھا جس پر میں نے بیس سال پہلے سلواٹا کو رینگتے ہوئے دیکھا تھا اور اس کے پیچھے حد نگاہ تک بے آب و گیاہ صحرا پھیلتا چلا گیا تھا اور یہی وہ صحرا تھا جس میں ہمیں داخل ہونا تھا اور کوئی نہیں جانتا تھا کہ ہمارا انجام کیا ہوگا۔

جب ہم خیمہ لگا چکے تو میں نے گڈ کو ضروری انتظامات کے لئے کیمپ میں چھوڑا اور ہنری کو لے کر ٹیلہ پر چڑھ گیا.... حد نگاہ تک کف دست ریگزار پھیلتا چلا گیا تھا اور اس کے انتہائی سرے پر غروب آفتاب ہوتا ہوا سُرخ سورج کسی غصیلے دیوتا کی آنکھ معلوم ہو رہا تھا ہوا بالکل صاف اور خوشگوار تھی اور ہم سے دور.... بہت دور.... پہاڑوں کی لکیریں سی نظر آرہی تھیں

"وہ دیکھو ہنری" میں نے پہاڑوں کی طرف اشارہ کیا "انہیں پہاڑوں کے پیچھے خزانہ ہے.... لیکن خدا جانے ہم وہاں تک پہونچ بھی پائیں گے

یا نہیں۔"

"میرا بھائی وہیں ہوگا.... او خدا.... جیسے بھی ہوگا میں وہاں تک پہونچوں گا" ہنری نے بڑی مستحکم آواز میں کہا۔

"خدا کرے کہ تمہارا بھائی وہیں ہو" میں نے کہا۔ اور کیمپ میں واپس جانے کے لئے پلٹا اور اس وقت مجھے پتہ چلا کہ ان پہاڑوں کو ہم دو ہی نہیں ایک تیسرا شخص بڑے غور سے دیکھ رہا تھا.... یہ امبوپا تھا جو خدا جانے کب سے ہمارے پیچھے کھڑا ہوا تھا۔

"اچھا تو۔ آپ کا ارادہ ان پہاڑوں تک جانیکا ہے۔ کیوں انکوبو" امبوپا نے پہاڑوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا (انکوبو کے لفظی معنی ہاتھی کے ہیں اور یہ خطاب کافر ملازموں نے سر ہنری کو دے رکھا تھا۔ میرا خطاب میکو مبزان تھا جس کا مطلب بہادر اور شکاری ہوتا ہے)۔

مجھے یوں محسوس ہوا کہ یہ عجیب غریب شخص اپنی تیز تیز آنکھوں سے ہمارے احساسات کا جائزہ لیتا رہتا ہے اور جانے کس طرح ہمارے ارادوں کو بھانپ لیتا ہے.... میں اپنے دل میں بے چینی محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا

"امبوپا" میں نے سختی سے کہا۔ "تمہیں اپنے آقا کی شان میں ایسے گستاخانہ اور ناشائستہ الفاظ نہیں کہنے چاہئیں تم ہماری غیر موجودگی میں جو چاہو کہو.... لیکن ہمارے ہی منہ پر.... یعنی کہ.... میں اسے برداشت نہیں کرسکتا کہ تم ایسا کم حیثیت آدمی.... اور وہ بھی ہمارا ملازم .... ہمیں انکوبو اور میکو مبزان کے ناموں سے یاد کرے۔"

امبوپا کے ہونٹوں پہ وہ طنزیہ مسکراہٹ ناچ گئی جس کی وجہ سے میں سیکڑوں مرتبہ غصہ کے لال پیلا ہو چکا تھا۔

"یہ آپ کو کیسے پتہ چلا کہ میں اپنے آقا سے کم رتبہ یا نیچ ہوں" امبوپا نے بڑے سکون سے جواب دیا" انچیبو کے بشرے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شاہی خاندان کے فرد ہیں.... اسی طرح سے میں بھی ایک شہزادہ ہوں۔ زمانہ کی نیرنگیوں کی وجہ سے اسوقت آپکا ملازم ہوں تو کیا ہوا.... میری رگوں میں بھی شریف خون گردش کر رہا ہے..... میں بھی اتنا ہی باعزت شخص ہوں جتنا کہ شاید انکوبو ہیں.... ہاں ہم دونوں کے رنگ ڈھنگ میں فرق ہے جو محض ظاہری ہے...... میکومیزن آپ میری باتوں کا ترجمہ اپنے ساتھی کو انکی زبان میں سناتے جائیں۔ میں آپ لوگوں سے کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

امبوپا کی باتوں نے مجھے بالکل ہی چراغ پا کر دیا.... لیکن میں یہ جاننا چاہتا تھا کہ وہ ہم سے کیا کہنا چاہتا ہے۔ چنانچہ میں نے غصہ کو دباتے ہوئے ہنری کو تمام بات بتادی۔

"تمہارا خیال ٹھیک ہے امبوپا" ہنری نے خلاف توقع بڑے سکون سے جواب دیا" ہمارا ارادہ انہیں پہاڑوں تک جانے کا ہے...

اب یوں سمجھئے کہ ہنری اور امبوپا کے درمیان جتنی بھی گفتگو ہوئی میں اس کا ترجمہ کرتا رہا۔

"یہ صحرا!" امبوپا نے کہا" جو آپ کی نظروں کے سامنے پھیلا ہوا ہے

کوئی نہیں جانتا کہاں ختم ہوتا ہے۔ اس صحرا میں کسی جگہ بھی پانی نہیں ... اور وہ پہاڑ جنہیں آپ یہاں سے دیکھ رہے ہیں ان کی چوٹیاں برف سے ڈھکی ہوئی ہیں اور ان کے پیچھے جانے کون سے خونخوار لوگ بستے ہیں.... پہلے تو آپ اس صحرا کو اور پھر پہاڑوں کو عبور کر کے ان لوگوں تک پہونچ ہی نہیں سکتے اور اگر فرض کر لیا کہ پہونچ گئے تو کوئی نہیں جانتا کہ آپ کا حشر کیا ہو گا..... سمجھ ہی میں نہیں آتا کہ وہاں کون سے خزانے دفن ہیں جن کے لئے آپ اپنی جانوں کا سودا کر رہے ہیں"۔

"اس سے کہو کوارٹر مین" ہنری نے کہا "کہ میرا خیال ہے میرا چھوٹا بھائی پہاڑوں کے پیچھے اس انجانی سرزمین میں پہونچ گیا ہے اور اب میں اسے ڈھونڈنے جا رہا ہوں"۔

"آپ کی یہ بات بالکل سچ ہے" امبوپا نے سر ہلا کر کہا "راستہ میں مجھے ایک شخص نے بتایا تھا کہ ایک سفید فام شخص اپنے ملازم کے ساتھ دو سال ہوئے اس صحرا میں گھسا تھا اور آج تک لوٹ کر نہیں آیا"۔

"اور تم نے یہ کیسے اندازہ لگایا کہ جو شخص اس طرف گیا تھا وہ میرا ہی بھائی تھا"۔

"جب میں نے اس شخص سے سفید فام شخص کا حلیہ دریافت کیا تو اس نے آپ ہی کا حلیہ بیان کیا سوائے اس کے کہ اس نے اس شخص کی ڈاڑھی سیاہ بتائی اور آپ کی بھوری ہے۔ اس نے یہ بھی بتایا کہ سفید فام شخص کے نوکر کا نام جم تھا۔

"ہنری امبوپا بالکل سچ کہہ رہا ہے..... جم کو میں اچھی طرح سے جانتا ہوں" میں نے کہا۔

"مجھے یقین ہے کہ میرا بھائی اسی طرف گیا ہے..... کوارٹر مین۔ میں اس کی عادتوں سے واقف ہوں۔ اگر وہ کسی چیز کو حاصل کرنے کا ارادہ کر لیتا ہے تو صحرا اور سمندر اس کے ارادوں کے سامنے حائل نہیں ہو سکتے..... اگر آپ کے کہنے کے مطابق اس نے گنج سلیمان تک پہونچنے کا ارادہ کر لیا ہے تو پھر وہ پہاڑ اس کے سامنے کچھ حیثیت نہیں رکھتے۔

"لیکن یہ بڑا طویل اور خطرناک سفر ہے۔ انکوبو" امبوپا نے کہا۔

"تم ٹھیک کہتے ہو امبوپا" ہنری نے کہا "لیکن انسان کے مستحکم ارادوں کے سامنے پتھر بھی موم ہو جاتے ہیں۔ ایسا کون سا پہاڑ ہے جس پر انسان چڑھ نہیں سکا..... ایسا کون سا صحرا ہے جسے وہ عبور نہیں کر سکا۔ اور ایسا کون سا سمندر ہے جس کی گہرائیوں کی انسان خبر نہیں لایا۔ صرف ہمت اور پختہ ارادے کی ضرورت ہے۔ پھر قدرت بھی انسان کے بلند ارادوں سے ہار مان لیتی ہے۔"

"اے عظیم ہستی۔ یہ عظیم الفاظ آپ ہی کے منہ سے بھلے معلوم ہوتے ہیں" امبوپا نے کہا، "جو شخص موت کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو اسے دنیا کی کوئی طاقت شکست نہیں دے سکتی..... اور زندگی ہے کیا..... ؟ ایک ہلکا پھلکا سایہ جسے ہوا ادھر ادھر اڑائے اڑائے پھرتی ہے اور پھر کسی انجانی جگہ میں تے جا کر ٹھہر آتی ہے..... یا پھر زندگی ایک بیج ہے۔ جو روئے زمین پر

رہتا پھرتا ہے۔ کبھی کبھار زمین میں جذب ہو کر نت نئی شکلوں میں جلوہ گر ہوتا اور کبھی ٹوٹ پھوٹ کر فضا میں تحلیل ہو جاتا ہے۔ ہر جاندار کیلئے موت یقینی ہے اور اسی طرح میرے لئے بھی .... اور اس سے خوف کھانا بیوقوفی ہے۔ جب موت آئیگی تو اسے کوئی نہیں روک سکے گا ..... میں بھی آپ کیسا تھ چلونگا جوانکوبو" اور پھر خدا جانے اس کے جی میں کیا آئی وہ یوں فلسفہ بگھارنے لگا" اے میرے سفید فام آقا۔ آپ ستاروں اور دنیا کے راز جانتے ہیں .. بتائیے تو زندگی کیا ہے ..... روح کیا ہے .... ؟ کہاں سے آتی ہے اور کہاں جاتی ہے ؟ .. میں جانتا ہوں میرے ان سوالات کے جواب آپ کے پاس نہیں۔ اچھا سنو میں بتاتا ہوں .... ہم اندھیرے سے آئے ہیں اور اندھیرے میں واپس لوٹ جائیں گے .... ایک ایسے پرند کی مانند جو باد و باراں کے طوفان سے گھبرا کر اپنے گھونسلے سے اڑتا ہے اور انجانی فضاؤں میں پرواز کرتا ہوا کسی اور تاریک مقام پر پہونچ جاتا ہے"

"تم عجیب و غریب آدمی ہو امبوپا" ہنری نے کہا۔

امبوپا ہنسا" ہم دونوں کی قسمتیں ایک سی ہیں۔ ممکن ہے مجھے بھی ان پہاڑوں کے پیچھے اپنا ایک بھائی مل جائے ۔"

"ہیں .... کیا مطلب ؟ امبوپا یقیناً تم اس جگہ کے بارے میں کچھ نہ کچھ جانتے ہو" میں نے حیرانی سے کہا۔

"ہاں۔ یوں ہی کچھ معمولی سی باتیں جانتا ہوں .... ان پہاڑوں کے پیچھے ایک عجیب و غریب اور پُر اسرار سرزمین ہے .... ایسی سرزمین جو تخیلی

افسانوں اور ناولوں میں پائی جاتی ہے.... وہاں ایسے لوگ ہیں جو کالا جادو جانتے ہیں.... وہ بہادر ہیں اور اس قدر طاقتور کہ اگر پہاڑ پر ضرب لگائیں تو وہ ریزہ ریزہ ہو جائے.... وہاں کے چپہ چپہ پر ہریالی کا فرش بچھا ہوا ہے۔ ندیاں اور جھیلیں اس سرزمین کو سیراب کرتی ہیں... وہاں کے پہاڑوں کی چوٹیاں برف پوش رہتی ہیں اور لیکن یہ تمام باتیں مجھے بتانے کی ضرورت نہیں۔ ہم میں جو شخص بھی وہاں تک زندہ پہونچ جائیگا وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیگا۔"

میں نے پھر پریشانی سے امبوپا کی طرف دیکھا.... یقیناً اسے اس پُر اسرار سرزمین کے بارے میں بہت کچھ معلوم تھا۔ لیکن وہ ہم پر اس سرزمین کے راز ہائے سربستہ ظاہر کرنا نہیں چاہتا تھا۔

"آپ کو مجھ سے خوف نہیں کرنا چاہئے میکومیزن" امبوپا نے کہا "میں آپ لوگوں کیلئے کوئی جال نہیں بچھا رہا ہوں۔ یا آپ کے قتل کی سازش نہیں کر رہا ہوں اگر قسمت نے یاوری کی اور ہم ان پہاڑوں کو عبور کر گئے۔ تب میں آپ کو بتاؤں گا کہ میں کیا جانتا ہوں اور میں کون ہوں.... لیکن اتنا یاد رکھئے کہ ان پہاڑوں کے پیچھے موت اپنا بھیانک منہ کھولے ہم لوگوں کے انتظار میں بیٹھی ہوئی ہے.... بہتری اسی میں ہے کہ آپ یہیں سے واپس لوٹ جائیں.... مجھے جو کچھ کہنا تھا کہہ چکا آگے آپ اپنی مرضی کے مالک ہیں۔" اور وہ پلٹ کر کیمپ کی طرف چل دیا۔

"یہ امبوپا بھی بیحد پُر اسرار ہے" ہنری بڑبڑایا۔

"بیحد" میں نے کہا "مجھے یقین ہے ہنری کہ امبوپا گنج سلیمان کے بارے میں سب کچھ جانتا ہے۔ لیکن ہمیں بتانا نہیں چاہتا.... اس کا وجود ایک پہیلی

بن کر رہ گیا ہے ..... سمجھ میں نہیں آتا وہ کون ہے کہاں سے آیا ہے؟ اور اس

کے دل میں کیا کچھ اچھے یا برے ارادے کر ڈبیں لے رہے ہیں .... ہمیں اس

سے چوکنا رہنا چاہئے۔

دوسرے روز ہم نے سفر کا سامان باندھنا شروع کیا .... یہاں تک جس قدر

سامان لائے تھے وہ تمام کا تمام لیکر صحرا میں سفر کرنا ناممکن تھا۔ چنانچہ صلاح یہ

ٹھہری کہ چند ضرورت کی چیزیں ساتھ لی جائیں اور بقیہ سامان یہیں کسی کی

حفاظت میں دیدیا جائے۔ چنانچہ ایک بوڑھے کافر کو جس کا جھونپڑا قریب ہی

تھا ہم نے اپنا سامان سونپ دیا۔ لیکن میں نے دیکھا کہ وہ بوڑھا للچائی ہوئی نظروں

سے بندوقوں کو دیکھ رہا تھا۔ چنانچہ بندوقوں کو اس کی دست برد سے بچانے کے لئے

میں نے ایک چال چلی۔ تمام بندوقوں میں ایک ایک کارتوس بھر کر گھوڑے چڑھادئے

اور بوڑھے سے کہا کہ اس نے ہماری اگر کسی چیز کو چھوا تو بندوق خود بخود چل جائیگی

اس نے تجربے کے طور پر ایک بندوق کو چھوا اور جیسا کہ مجھے یقین تھا وہ چل گئی ....

اس واقعہ سے بوڑھا اس قدر خوفزدہ ہوا کہ اس نے قسمیں کھا کر ہمیں یقین دلایا کہ

وہ ہماری ایک کیل کو بھی نہیں چھوئیگا۔

اس طرف سے مطمئن ہوکر ہم نے الگ الگ پانچ تھیلیوں میں ضرورت کا

سامان رکھ دیا ... ان پانچ تھیلیوں میں ایک ایک تھیلا ہم میں سے ہر ایک۔ یعنی

ڈینٹا ٹیگل۔ امبوپا۔ گڈ۔ ہنری اور میرے لئے تھا .... ہم نے اشد ضروری

چیزیں ہی لی تھیں لیکن پھر بھی ہر تھیلے کا وزن چالیس سیر کے قریب ہوگیا تھا

اور وہ ضروری سامان یہ تھا۔

تین ایکسپریس بندوقیں.... دو رائفلیں۔ اسبوبا اور وینٹاگل کے لئے تین پستول اور کارتوس کی چھ پیٹیاں۔ اس کے علاوہ پانچ پانی کی بوتلیں... پانچ کمبل.... پچیس سیر کے قریب سکھایا ہوا گوشت۔ چند دوائیں جس میں ایک اونس کونین بھی شامل ہے۔ چند جراحی کے اوزار۔ اسکے علاوہ چند چھوٹی چھوٹی چیزیں۔ مثلاً شکاری چاقو۔ دیا سلائی کی ڈبیاں۔ برانڈی کی ایک بوتل۔ ایک قطب نما۔ تمباکو اور کچھ اور چیزیں.... کپڑے ہم نے نہ لئے.... بس کپڑے وہی تھے جو ہم پہنے ہوئے تھے۔

ایک ایسے سفر کے لئے جس کی منزل کا پتہ نہ ہو یہ سامان بہت ہی مختصر تھا.... لیکن مجبوری تھی۔ اس سے زیادہ سامان لے کر چلتے ہوئے صحرا میں سفر کرنا قریب قریب ناممکن تھا۔

طرح طرح کے لالچ دیکر بڑی مشکلوں سے میں نے تین حبشیوں کو اس بات پر راضی کر لیا کہ وہ پہلی منزل تک.... جو یہاں سے تقریباً بیس میل تھی۔ ہمارے ساتھ پانی کے مشکیزے لیکر چلیں۔ اور یہ اس لئے تھا کہ کم از کم پہلی منزل تک تو پانی کی قلت محسوس نہ ہو.... میں نے ان حبشیوں سے کہا کہ ہم لوگ صحرا میں شتر مرغ کے شکار پہ جارہے ہیں تو وہ کندھے جھٹک کر بولے کہ ہم احمق ہیں جو اس صحرا میں بھوک اور پیاس سے مرنے کے لئے جارہے ہیں.... وہ تینوں صحرا میں قدم رکھتے گھبرا رہے تھے۔ لیکن جب میں نے انہیں شکاری چاقو دیئے.... جو یہاں ایک بیش بہا دولت سمجھی جاتی ہے.... تو وہ تینوں پہلی منزل تک آنے کیلئے تیار ہوگئے۔

یہ تو قارئین جانتے ہوں گے کہ صحرا میں رات کو سفر کیا جاتا ہے... چنانچہ ہم تمام دن آرام کرتے رہے...... رات کو ہم نے گوشت بھون کر کھایا اور گڈ نے بڑی حسرت سے کہا کہ شاید اب ہمیں تازہ گوشت کھانے کو نہ ملے...... کھانے کے بعد ہم نے اپنی تمام چیزوں کا جائزہ لیا اور چاند کے انتظار میں گھڑی بھر کیلئے لیٹ گئے... آخر کار نو بجے چاند اپنی تمام رعنائیوں کیساتھ طلوع ہوا اور اس نے صحرا اور جنگل کو پگھلی ہوئی چاندی ایسی چاندنی میں نہلا دیا....

ہم نے اٹھ کر اپنا اپنا تھیلا سنبھالا اور چلنے کے لئے تیار ہو گئے.... دل بری طرح سے دھڑک رہے تھے... پیشانی پر پسینہ کے مہین مہین قطرے جھلک آئے تھے اور دماغ پر کئی ایک الٹے سیدھے خیالات دھند کی طرح منڈلا رہے تھے.... ہم سے چند قدم آگے امبوپا کندھے سے بندوق لٹکائے اور ہاتھ میں نیزہ لئے حکم کا منتظر کھڑا تھا۔ اور ہمارے پیچھے وینٹا نگل اور تینوں حبشی پانی کے مشکیزے لئے خاموش کھڑے تھے۔

" دوستو " سر ہنری نے گونجدار آواز میں کہا " ہم لوگ ایک ایسی جگہ جا رہے ہیں جس کے بارے میں ہم کچھ نہیں جانتے۔ اور پتہ نہیں ہمارا انجام کیا ہو.... اس لئے بہتر ہے کہ چلنے سے پہلے ہم اپنے خالق کے سامنے۔ جس کی رحمتوں کا شمار نہیں۔ جھک کر گناہوں سے توبہ کر لیں۔ وہ غفور الرحیم اور عالم الغیب ہے اور ہماری جانوں کا محافظ ہے "

سر ہنری گھٹنوں کے بل جھک گیا۔ ہم نے بھی اس کی تقلید کی.... اور شاید یہ پہلا موقع تھا کہ ہم نے خلوص دل سے اپنے گناہوں سے توبہ کی۔

"اور اب چلو" ہنری نے کہا۔

اور ہم چل دیئے......

سامنے نظر آتے ہوئے پہاڑوں اور مرحوم سلواسٹا کے بنائے ہوئے نقشہ کے سوائے اور کوئی رہبر ہمارے ساتھ نہیں تھا..... ڈی سلواسٹا کے بنائے ہوئے نقشہ کے بارے میں کچھ کہا نہیں جا سکتا کہ وہ کسی حد تک صحیح ہے۔ آج سے تین صدیوں پہلے اس نقشہ کو ایک ایسے شخص نے بنایا تھا جو مر رہا تھا۔ اور مرتے وقت انسان اپنے حواس میں نہیں رہتا..... اور اگر فرض کر لیا جائے کہ ڈی سلواسٹا کے حواس اس وقت پورے طور پر بجا ہوں گے تو اسکی کیا ضمانت کہ ان تین صدیوں میں اس راستہ میں تبدیلیاں نہیں ہونگی اور اگر اس گندے پانی کے تالاب کا جسے نقشہ میں صحرا کے بیچوں بیچ اور ہمارے روانہ ہونے کے مقام سے ساٹھ میل کی دوری پر بتایا گیا ہے۔ پتہ نہ چلا تو پیاس کی وجہ سے ہمارا ہلاک ہونا یقینی امر تھا..... اور میرے خیال میں اس ریگزار میں پانی کا ملنا غیر ممکن تھا..... اور سمجھ لیجئے کہ ڈی سلواسٹا کے زمانہ میں تالاب صحرا میں ہو تو ہو..... ممکن ہے ان تین سو سال کے طویل عرصہ میں سوکھ گیا ہو یا ہوا نے ریت اڑا اڑا کر تالاب کو پر کر دیا ہو اور جب ہم وہاں پہونچیں تو اس کا نام و نشان تک بھی نہ ہو..... اور اگر ایسا ہوا..... تو..... تو.....

اور اس "تو" کے جواب میں تخیل نے ایسی بھیانک تصویر پیش کی کہ میں اندر ہی اندر لرز گیا..... لیکن ڈوبتے کو تنکے کا سہارا..... اسی نقشہ سے ہماری تمام تر امیدیں اور کامیابیاں وابستہ تھیں۔ اور اس خیال سے دل کو یک گونہ اطمینان

حاصل ہوتا تھا کہ ہمارے پاس وہ چیز ہے جو ہم سے آگے جانیوالوں کے پاس نہ تھی۔

ہم خاموشی سے چلتے رہے.....

ہمارے پیر ریت میں ٹخنوں ٹخنوں تک دھنس جاتے اور صحرائی جھاڑیوں میں کپڑے الجھ جاتے گویا وہ ہمیں آگے بڑھنے سے منع کر رہی تھیں..... میرے اور گڈ کے جوتوں میں ریت اس قدر بھر جاتی کہ ہمیں ہر آدھ میل کے بعد رک کر جوتوں میں سے ریت خالی کرنی پڑتی۔

ہم سب..... اپنے اپنے خیالات میں کھوئے ہوئے خاموشی سے آگے بڑھ رہے تھے۔

رات سہانی تھی لیکن اس صحرا کی پرہول خاموشی ہمیں کاٹنے کو دوڑتی۔ تیز ہوا کانوں کے قریب سسکتی اور ریت کے ذروں کو اپنے دامن میں لئے آگے بڑھ جاتی..... چاروں طرف سے گہرا سکوت طاری تھا..... اس سکوت کی وجہ سے ہم اپنے آپ کو اس فانی دنیا سے بالکل الگ تھلگ پا رہے تھے.. اور اس خاموشی میں ہم ایک دوسرے کی تیز تیز سانسوں کی آوازیں صاف سن رہے تھے اور مجھے تو یوں محسوس ہوتا تھا کہ یہ خاموشی مجھے پاگل کر دیگی۔

خاموشی سے اکتا کر گڈ سیٹی بجانے لگا لیکن کچھ ہی دیر بعد اسکی سیٹی کی سُر مدھم ہو گئی اور اس نے تھرتھرا کر گڈ کے ہونٹوں میں دم توڑ دیا..... اور وہی خاموشی طاری ہو گئی جو رفتہ رفتہ میرے اعصاب پر سوار ہونے لگی....

اور پھر ایک حادثہ ہوا..... جس نے گھڑی بھر کے لئے ہمیں پریشان کر دیا.... لیکن پھر ہم بے تحاشہ ہنسنے لگے اور ہمارا تمام اضطراب دور ہو گیا۔

چونکہ گڈ کپتان تھا اس لئے اسے سمندروں کا پورا پورا علم تھا۔ چنانچہ وہ ہم سے آگے چل رہا تھا۔ یا یوں کہئے کہ ہماری راہبری کر رہا تھا.... اور ہم ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے اس کے پیچھے چلے جا رہے تھے.....

دفعتاً گڈ کے منہ سے حیرت اور خوف کی چیخ نکلی..... وہ جیسے ہوا میں بلند ہوا اور ہماری نظروں کے سامنے سے غائب ہو گیا.... دوسرے ہی لمحے ہمارے چاروں طرف سے عجیب عجیب آوازیں آنے لگیں۔ جیسے کوئی کراہ رہا ہو یا خراٹے لے رہا ہو.... اور پھر یک دم سے بھاگتے ہوئے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ ہلکی ہلکی چاندنی میں کچھ عجیب الخلقت شکلیں۔ جن کا نصف حصہ سیاہ اور نصف سفید تھا۔ حرکت کرتی نظر آئیں.... کافر لازموں نے مشکیزے پھینک دیئے اور لرزتے ہوئے ریت پر اوندھے منہ گر کر چلانے لگے "یہ ارواح خبیثہ ہیں.... ارواح خبیثہ..... میں اور ہنری حیران تھے کہ یہ کیا بلا ہے۔ اور گڈ کہاں گیا؟.... ابھی ہم کسی نتیجہ پر پہونچے بھی نہیں تھے کہ سامنے گڈ کا سایہ نظر آیا جو یوں معلوم ہوتا تھا کہ گھوڑے پر سوار ہے۔ اور وہ گھوڑا.... یا جو کچھ بھی وہ تھا گڈ کو اٹھائے اٹھائے گول گول چکر کاٹ رہا تھا۔ اور گڈ چلائے جا رہا تھا.... چلانے کی وجہ سے یا جانے کیا ہوا کہ گڈ ڈگمگا کر ایک طرف جھکا.... اور اس کے گرنے کا دھما کا سنائی دیا۔ اور وہ گھوڑا دولتیاں جھاڑتا ہوا ایک طرف چل دیا۔

اور اب معاملہ میری سمجھ میں آیا.... ہواؤں کی ٹھنڈی ٹھنڈی ریت پر چند زیبرے اطمینان سے سوئے ہوئے تھے.... بے خیالی میں ہم ان پر جا

پڑے۔ گڈ چونکہ سب سے آگے تھا اس لئے اس نے ایک زبرا سے ٹھوکر کھائی اور دوسرے کی پیٹھ پر جا گرا۔ زبرا اس ناگہانی آفت سے گھبرا کر مع گڈ بھاگ کھڑا ہوا۔

جب گڈ زمین پر گرا تو میں یہ دیکھنے کے لئے بڑھا کہ کہیں اسے چوٹ تو نہیں آئی ..... وہ سہما ہوا ریت پر آلتی پالتی مارے بیٹھا تھا۔ اور اس بھاگ دوڑ کے باوجود یک چشمی عینک بدستور اس کی آنکھ سے چپکی ہوئی تھی۔ شکر ہے کہ اسے چوٹ نہیں آئی۔

"یہ کیا ہوا تھا یار..... خدا معلوم کیا بلا تھی جو مجھے لے بھاگی..... توبہ توبہ..... زندگی تھی جو بچ گیا" گڈ نے مجھے دیکھ کر کہا اور میں اپنی ہنسی نہ روک سکا۔

اس حادثہ کی وجہ سے ہمارے دلوں پر چھائے ہوئے نامعلوم خوف کے بادل چھٹ گئے اور ہم آپس میں باتیں کرتے ہوئے آگے بڑھتے گئے..... رات کے ایک بجے ہم دم لینے کے لئے رکے۔ چند گھونٹ پانی پیا..... اور آدھ گھنٹہ ستانے کے بعد پھر چل پڑے۔

ہم چلتے رہے..... چلتے ہی رہے.....

یہاں تک کہ مشرق کی طرف کا آسمان شرمیلی دلہن کے رخساروں کی مانند سرخ ہو گیا۔ اور آہستہ آہستہ ریگزار پر اُجالا پھیلنے لگا..... لرزتے ہوئے تارے ماند پڑنے لگے..... صحرا کے انتہائی مشرق میں سورج نے اپنا سر ابھارا اور تارے بالکل ہی بے نور ہو گئے اور چاند کسی یرقان زدہ مریض کی طرح

زرد ہو گیا..... سورج اور ابھرا..... اور صحرا میں خوبصورت صبح مسکرا اٹھی..... سورج کی کرنوں نے سامنے نظر آتی ہوئی پہاڑیوں اور ریگزار کے ذروں کو چمکا دیا..... اور اس طرح صحرا میں ہمارا پہلا دن طلوع ہوا۔

ہم نے اپنی رفتار تیز کر دی۔ ہمیں کسی پناہ گاہ کی تلاش تھی..... اگر دو گھنٹے اور گذر گئے تو تیز دھوپ اور تپتا ہوا صحرا ہمیں بھون کر رکھ دیگا مسلسل ڈیڑھ گھنٹہ چلنے کے بعد ہمیں دور پر کچھ چٹانیں نظر آئیں... نخلستان کو دیکھ کر جس طرح سے اونٹ تیز تیز دوڑنے لگتا ہے۔ اسی طرح ہم ان چٹانوں کی طرف بھاگے۔

ایک بڑی سی چٹان گھونگھٹ کی طرح ایک غار پر جھکی ہوئی تھی اور اس غار میں ٹھنڈی ٹھنڈی ریت کا فرش بچھا ہوا تھا..... یہ غار شام تک ہمیں سورج کی تیز کرنوں اور باد سموم سے بچا سکتا تھا..... یہ چھوٹا سا غار اس وقت ہمارے لئے ایک عالیشان محل اور اس میں بچھی ہوئی ریت دبیز قالینوں سے بڑھ کر تھی..... ایک ایک کر کے ہم غار میں رینگ گئے..... اندر پہونچکر تھوڑا سا سوکھا گوشت کھایا پانی پیا اور پیر پسار کر گہری نیند سو گئے...

قریباً تین بجے ہماری آنکھ کھلی..... وہ کافر ملازم جو پانی کے مشکیزے لئے پہلی منزل تک ہمارے ساتھ آئے تھے واپس لوٹنے کی تیاری کر رہے تھے اب اگر تمام دنیا کی دولت انہیں دیدی جاتی تب بھی وہ اس جگہ سے اندر آگے نہ بڑھتے..... چنانچہ ہم نے اپنی اپنی بوتلوں سے سیر ہو کر پانی پیا اور پھر بوتلیں

کو ان شکیروں میں سے پکڑ لیا جو یہاں تک یہ ملازم لائے تھے.... کافر ملازم شکیرے کاندھے سے لٹکائے ہم سے رخصت ہوئے! اور ہم انہیں گہرے اور بے پناہ سمندر میں غائب ہوتے دیکھتے رہے۔

ساڑھے چار بجے ہم بھی روانہ ہوئے.....

سورج ڈھل گیا تھا لیکن پھر بھی اس کی کرنوں میں غضب کی کاٹ تھی۔ دن بھر بھٹی کی طرح تپتے ہوئے صحرا پر آبخرات منڈلا رہے تھے.... دور دور تک کسی سبزہ زار اور جاندار کا پتہ نہیں تھا.... کہیں کہیں کچھ شتر مرغ نظر آجاتے جو دور ہی سے ہمیں دیکھ کر بھاگ کھڑے ہوتے.... ہاں میں بھولا...... ایک اور بھی جاندار چیز اس صحرا میں تھی.... میرا مطلب مکھی سے ہے...... جی ہاں وہی معمولی مکھی جو ہمارے آپ کے گھروں میں پائی جاتی ہے..... آپ دنیا کے کسی کونے میں نکل جائیے یہ مکھی آپ کو ملیگی.... اور اس صحرا میں بھی ان مکھیوں کے پورے لشکر کے لشکر منڈلا رہے تھے.... آپ یقین نہیں کریں گے۔ لیکن میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ صدیوں پرانے ایک مقبرے میں (جو نہ جانے کب سے زمین میں، دفن تھا اور حال ہی میں کھود کر برآمد کیا گیا ہے) یہ مکھی پائی گئی ہے۔ پتہ نہیں کس طرح سے یہ زیر زمین مقبرے میں پہونچ گئی...... اور جب اسرافیل صور پھونکیں گے اور دنیا نحس نحس ہو جائیگی شاید اسوقت بھی یہ مکھی ٹوٹی پھوٹی دنیا پر بھنبھناتی رہیگی۔

صحرا میں رات کی تاریکی پھیلی تو ہم چاند کے انتظار میں رک گئے.....

اور جب چاند نے آسمان پر سفر طے کرنا شروع کیا تو ہم اسکی روشنی میں

زمین پر چل پڑے۔ صحرا کی یہ ایک عجیب۔ خاموش اور ہیبناک دنیا تھی جس میں ہم اپنے آپ کو پا رہے تھے... رات کے دو بجے ایک مرتبہ گھڑی بھر ستانے کے بعد صبح تک مسلسل چلتے رہے..... اور جب تارے ڈوبنے لگے تو ہم اس قدر تھک چکے تھے کہ ہم نے اپنے آپ کو بے جان بوٹ کی طرح ریت پر ڈال دیا..... اور خراٹے لینے لگے.... یہاں ضرورت نہیں تھی کہ کسی کے ہاتھ میں بندوق دیکر رکھوالی کے لئے بٹھائیں۔ یہاں ہمارے صرف تین دشمن تھے۔ بھوک۔ پیاس اور گرمی۔ اور یہ تینوں خطرناک دشمن ہماری بندوق سے ڈرنے والے نہیں تھے۔

اس مرتبہ ہمیں کوئی پناہ گاہ نہیں ملی تھی۔ چنانچہ ہم کھلے آسمان تلے ریت پر دنیا و مافیہا سے بیخبر پڑے ہوئے تھے.... سورج نے شعاؤں کے آتشیں نیزوں سے ہمارے جسموں کو چھیدنا شروع کیا اور اس قدر تھکن کے باوجود ہماری آنکھ نو بجے ہی کھل گئی جلتا ہوا سورج معلوم ہوتا تھا کہ ہمارے جسم کے خون کا آخری قطرہ تک خشک کر دیگا۔

"نوہ" میں نے دونوں ہاتھ چلا کر اپنے سر پہ منڈلاتے ہوئے مکھیوں کے لشکر کو بھگانے کی کوشش کی۔

"اوہ خدا" منہری آسمان کی طرف دیکھ کر بڑبڑایا۔

"مر گئے یار.... کیا گرمی ہے" گڈ نے کہا۔

گرمی ناقابل برداشت ہوتی جا رہی تھی۔ تیز دھوپ نے صحرا کے ذرے ذرے کو اس قدر چمکا دیا تھا کہ آنکھیں چوندھیائی جاتی تھیں.... دور دور

تک کسی چٹان اور نخلستان کا پتہ نہیں تھا..... ریگزار آہستہ آہستہ تپتا جا رہا تھا اور اس کے سینہ پر ریت کے ذرات اُبلتے ہوئے پانی سے اُٹھی ہوئی بھاپ کی طرح منڈلا رہے تھے اور ہم بیٹھے حسرت سے ایک دوسرے کی صورت تک رہے تھے۔

"اب کیا کیا جائے" ہنری نے کہا "اس طرح سے تو ہم زیادہ دیر تک جی نہیں سکتے۔"

ہم نے مایوسی سے سر جھکائے.....

ایک ترکیب ہو سکتی ہے" گڈ نے کچھ دیر بعد کہا" ایک بڑا سا گڑھا کھود کر ہم اس میں گھس جائیں۔ اور اوپر سے ان جھاڑیوں کو کاٹ کاٹ کر ڈال دیں جو ہمارے اردگرد اُگی ہوئی ہیں۔"

کوئی اور وقت ہوتا تو میں گڈ کی اس تجویز کا جی بھر کے مذاق اُڑاتا۔ لیکن اس وقت خدا یاد آ رہا تھا..... اور کچھ نہ ہونے سے کچھ ہونا بہتر تھا۔ ظاہر تھا کہ اگر اسی طرح سے جلتے ہوئے سورج اور توے کی طرح تپتے ہوئے ریت پر پڑے رہے تو شام تک ہڈی گوشت گل کر ایک ہو جائیگا۔ چنانچہ ہم نے ہاتھوں اور چاقوؤں کی مدد سے گڑھا کھودنا شروع کیا..... اور مسلسل ایک گھنٹہ محنت کے بعد ہم دو فٹ گہرا۔ دس فٹ لمبا اور بارہ فٹ چوڑا گڑھا کھودنے میں کامیاب ہو گئے۔ اور اردگرد سے کافی تعداد میں جھاڑیاں کاٹنے کے بعد گڑھے میں رینگ گئے..... وینٹا ٹیگل نے۔ جو اس ملک کی گرمی کا عادی تھا..... گڑھے پر جھاڑیاں ڈالدیں اور پھر خود بھی اندر رینگ آیا۔

اس طرح ہمیں سورج کی تمازت سے پناہ تو ضرور ملی .... لیکن اندر گھٹن اس قدر تھی کہ کلکتہ کا روایتی بلیک ہال ہماری اس زندوں کی قبر کے سامنے ہیچ تھا.... زمین کی سطح سے ۲/۱ فٹ نیچے ہم بیٹھے گھڑی گھڑی پانی سے ہونٹ تر کر رہے تھے۔ اگر ہم اپنی پیاس کے مطابق پانی پی لیتے تو وہ کبھی کا ختم ہو چکا ہوتا حالانکہ اب بھی اس کی تعداد کچھ تسلی بخش نہیں تھی۔

تین بجے کے قریب ہماری قوت برداشت جواب دے گئی.... اس طرح سے گھٹ گھٹ کر بیکسی کی موت مرنے سے تو بہتر تھا کہ پیاس اور گرمی ہمارا خاتمہ کر دیتی۔ اور کچھ نہیں تو تازہ ہوا تو ملتی .... یہ گڑھا تو خواہ مخواہ ہمارا دم گھونٹے دے رہا تھا۔ چنانچہ ہم نے تھوڑا سا پانی پیا۔ جس کی مقدار بڑی سرعت سے گھٹتی جا رہی تھی اور جو انسانی خون کی طرح گرم تھا۔ اور باہر نکل آئے۔

ہم اپنے سفر کے پچاس میل طے کر چکے تھے۔ اگر قارئین سلواسٹا کے بنائے ہوئے نقشہ کو دیکھیں تو صحرا کا طول اس میں چالیس لیگ بتایا گیا ہے۔ اور گندے پانی کا تالاب صحرا کے تقریباً بیچ میں۔ اچھا اب چالیس لیگ کے ایک سو پچاس میل ہوئے۔ اور ہم پچاس میل طے کر ہی چکے تھے۔ چنانچہ نقشہ کے مطابق گندے پانی کا تالاب (اگر وہ واقعی ہے) ہم سے دس پندرہ میل کی دوری پر ہوگا۔

شام تک بڑی مشکلوں سے گھنٹہ بھر میں آدھ میل طے کرتے ہوئے۔ ہم اپنے تھکے ہوئے جسموں کو گھسیٹتے رہے۔ اور جب سورج غروب ہوا تو چاند کے

انتظار میں۔ اور کچھ نیند لینے کے خیال سے۔ ریت پر لمبے لمبے لیٹ گئے.... سونے سے پہلے امبوپا نے میری توجہ ایک طرف مبذول کرائی۔ ہم سے کوئی آٹھ میل دور.... ایک ٹیلہ (یا شاید وہ پہاڑی تھی) نظر آ رہی تھی۔ یہ سوچتے ہوئے کہ وہ کیا چیز ہو گی میں سو گیا۔

چاند نکلا تو ہم پھر چل پڑے....

لیکن اب ہماری طاقت جواب دے چکی تھی.... پیر ایسے بھاری ہو گئے تھے کہ معلوم ہوتا تھا فیل پا ہو گیا ہے۔ اور مارے پیاس کے زبان کانٹے کی طرح سوکھ کر تالو سے جا چپکی تھی.... ایک گھونٹ پانی پیتے تو پیاس اور بھڑکتی...

چنانچہ پیاس اور گرمی نے ہمیں اس قدر نڈھال کر دیا کہ قدم قدم پر ہمارے پیر گھٹنوں میں سے مڑ جاتے اور ہم اوندھے منہ ریت پر گر جاتے.... موت ایسا معلوم ہوتا کہ اپنے دانت کٹکٹاتی ہمارے پیچھے پیچھے آ رہی ہے اور پل بھر میں ہمیں اپنے آہنی پنجوں میں دبوچ لے گی۔

گڈ جو تمام راستہ اپنے لطیفوں سے ہمیں ہنساتا آیا تھا اب خاموش تھا۔ اور بار بار اپنے سوکھے ہونٹوں پر زبان پھیر رہا تھا تھوڑا سا ہی چلنے میں ہماری سانسیں پھول جاتیں اور ہم مردوں کی طرح ریت پر گر جاتے.... اسی طرح گرتے پڑتے رات کے تقریباً دو بجے ہم اس پہاڑی کے قریب پہونچ گئے جس کی طرف امبوپا نے میری توجہ دلائی تھی.... یہ ایک سو فیٹ بلند ریت کا ٹیلہ تھا۔ ہم اس ٹیلہ کے قدموں میں بیٹھ گئے.... پانی کا آخری قطرہ پیا اور ریت پر دراز ہو گئے اب کسی کے پاس پانی کی ایک بوند تک نہیں تھی۔

جبکہ مجھ پر غنودگی چھا رہی تھی میں نے امبوپا کو کہتے سنا "اگر ہمیں پانی نہ ملا تو کل کا طلوع ہونیوالا چاند ہماری لاشیں دیکھے گا۔"

مجھے جھرجھری سی آگئی اور میں نے تصور ہی تصور میں دیکھا کہ مارے پیاس کے ہماری زبانیں منہ سے باہر لٹک رہی ہیں۔ اور ہم پاگل کتے کی طرح جلتے ہوئے ریت پر دوڑ رہے ہیں...... کہیں پانی نہیں ملتا اور ہم تڑپ تڑپ کر مر رہے ہیں..... یہ خیال بڑا ہی بھیانک تھا۔ لیکن میں اس قدر تھکا ہوا تھا کہ یہ بھیانک خیال بھی مجھے سونے سے باز نہ رکھ سکا۔

چھٹا باب

پانی! پانی!

دو ہی گھنٹے میں۔ یعنی قریباً چار بجے میری آنکھ کھل گئی۔ جتنا تھکا ہوا تھا اتنا ہی تھکا ہوا اگر میں اپنے مکان پر سوتا تو شاید مسلسل دو روز تک سویا پڑا رہتا لیکن یہاں پیاس کی تکلیف نے دو ہی گھنٹے میں مجھے جگا کر تھکن کا خیال دور کر دیا۔

سوتے میں میں نے خواب دیکھا تھا کہ میں ٹھنڈے پانی کے چشمہ میں نہا رہا ہوں اور اس کے دونوں کناروں پر ہری ہری دوب دور تک پھیلی چلی گئی ہے...... میں چشمہ کا پانی پینا چاہتا ہوں اور پی نہیں سکتا..... حلق میں ایک سوراخ ہو گیا ہے جس کے ذریعہ تمام پانی باہر نکل آتا ہے۔

"اُوہ - کیا خواب تھا" میں نے سوچا "لیکن پانی......"

اور مجھے اپنے مکان کا خیال آیا جہاں اس وقت ٹھنڈے پانی سے
کورے کورے مٹکے لبالب بھرے ہوئے رکھے ہونگے.... اور پھر مجھے یوں
معلوم ہوا کہ خدا نے مجھے دو پر عطا کئے ہیں اور میں اڑ کر اپنے مکان پہونچا
ہوں اور غٹا غٹ پانی پی رہا ہوں.... پھر ایسا معلوم ہوا کہ میں ہوں
تو صحرا میں ہی۔ لیکن ایک فرشتہ آسمان سے اترتا ہے اور مجھے ایک کٹورا پیش
کرتا ہے جس میں جنت کی نہر کا پانی بھرا ہوا ہے....

پانی کے خیال نے مجھے پاگل کر دیا اور میں اٹھ کر وحشیوں کی طرح ادھر
اُدھر دوڑنے لگا..... پھر امبوپا کے کہے ہوئے الفاظ میرے کانوں میں
گونجنے لگے "اگر ہمیں پانی نہ ملا تو کل کا طلوع ہونے والا چاند ہماری لاشیں
دیکھے گا".... جیسے کسی نے میرے پیر گھٹنوں میں سے کاٹ دیئے اور میں
دھڑام سے ریت پر گر پڑا۔

جب تمام لوگ بیدار ہوئے تو پانی کا اہم مسئلہ درپیش تھا.... ہر ایک
نے بوتل کو اوندھا اوندھا کر دیکھا۔ لیکن کسی کی بوتل میں بھی ایک قطرہ پانی
نہیں تھا.... مارے پیاس کے ہم لوگوں کا برا حال تھا.... ہم نے بوتلوں
کے منہ چوسنے شروع کئے کہ شاید وہاں کچھ نمی رہ گئی ہو۔ لیکن وہ سوکھی ہڈی
کی طرح خشک تھیں.... اب تو ہم بہت پریشان ہوئے۔ بے چین ہو کر
گڈ نے برانڈی کی بوتل نکالی۔ لیکن ہنری نے چیل کی طرح اس کے ہاتھ
سے بوتل جھپٹ لی.... خالی پیٹ میں برانڈی زندگی کا خاتمہ کر دیتی۔
"اگر ہمیں پانی نہ ملا تو آج کا دن ہمارا آخری دن ہوگا" گڈ نے بسورتے ہوئے کہا۔

"اگر سلواسٹا کا بنایا ہوا نقشہ صحیح ہے تو پانی کہیں قریب ہی ہوگا"۔ میں نے تنکے کا سہارا لیتے ہوئے کہا۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ کسی کو سلواسٹا کے نقشہ پر اعتبار نہیں تھا۔ چنانچہ کسی نے میری بات کو اہمیت نہیں دی۔

سورج طلوع ہو رہا تھا۔ اور ہم بیٹھے ایک دوسرے کی صورت تک رہے تھے۔ وینٹا یگل اٹھا اور زمین پر نظریں گاڑے۔ جیسے کچھ تلاش کر رہا ہو۔ اِدھر اُدھر گھومنے لگا...... کچھ دور وہ جا کر ٹھٹھکا اور اس کے منہ سے حیرت اور خوشی کی چیخ نکل گئی...... ہم دوڑ کر اس کے قریب پہونچے۔ "کیا ہے؟ پانی" میں نے بے صبری سے پوچھا۔

"یہ دیکھئے" وینٹا یگل نے ایک طرف اشارہ کیا جہاں چند اسپرنگ بک[1] بیٹھے ہوئے تھے

"یہ جانور پانی سے دور نہیں جاتا" وینٹا یگل نے کہا۔

"تم ٹھیک کہتے ہو" میں خوشی سے چلایا۔

اس چھوٹی سی دریافت نے ہمیں جتنی خوشی پہونچائی ہے اتنی شاید ہفت اقلیم کی دولت مل جانے سے بھی ہمیں نہ ہوتی...... ایسی حالت میں جبکہ چاروں طرف گھور اندھیرا چھا رہا ہو۔ آسمان پر ٹمٹماتا ہوا صرف ایک ستارہ بھی امیدوں کا سہارا ہوتا ہے۔

وینٹا یگل اپنی ناک ہوا میں بلند کئے ہوئے زور زور سے فضا سونگھ رہا تھا "مجھے پانی کی بو آرہی ہے" اس نے کہا۔

---

[1] ایک افریقی چوپایا جو سینڈھے سے ملتا جلتا ہے۔ مگر بیڈھے سے قد میں چھوٹا اور خوبصورت ہوتا ہے۔
مظہر الحق علوی

اس کا اتنا کہنا تھا کہ میرا دل مارے خوشی کے ناچ اٹھا۔ ان لوگوں کی قوت شامہ گدھوں ایسی تیز ہوتی ہے۔

سورج طلوع ہوا...... اور ہم سے کوئی چالیس میل کی دوری پر کوہسار پر اُجالا پھیل گیا۔ ہمارے بالکل سامنے بلند پہاڑوں کا سلسلہ چلا گیا تھا۔ جن کی چوٹیاں دھند کی چادریں چھپی ہوئی تھیں... دائیں بائیں دو پہاڑ اس قدر بلند تھے کہ آسمان کے ستون معلوم ہوتے تھے۔ پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے دھند کے بادل ہٹے تو ہمیں وہاں برف نظر آئی۔ سورج کی کرنیں برف پوش چوٹیوں کو قوس قزح کے رنگ میں رنگ رہی تھی.... ایک دم جانے کہاں سے بادل آئے۔ پہاڑوں کی چوٹیاں ہماری نظروں سے روپوش ہوئیں اور ہم اس نظارے کو بھول کر پھر پانی کے لئے بے چین ہو گئے۔

وینٹا گل تو ایک شگوفہ چھوڑ کر گویا فرصت پا گیا تھا...... ٹیلے کے چاروں طرف اور دور دور تک ہم نے تمام جگہ چھان ماری لیکن کسی جگہ پانی کا پتہ نہیں تھا..... تمام امیدوں کے محل اڑا اڑ دھم سے گر پڑے۔

بیوقوف، گدھے" میں وینٹا گل پر برس پڑا۔ "کہاں ہے پانی...... کہتا ہے پانی کی بو آتی ہے...... ہونہہ۔"

لیکن پھر وہ اپنی پکوڑا ایسی بے ڈھنگی ناک ہوا میں بلند کر کے بولا۔ "نہیں صاحب۔ پانی کہیں قریب ہی ہے...... میں اس کی بو ہوا میں پاتا ہوں۔"

"ہاں.... یقیناً ہوا میں پانی ہوگا۔ جو دو مہینے بعد برس کر ہماری سوکھی ہوئی ہڈیوں کو دھو دیگا" میں نے نشتر زنی کی۔

"ممکن ہے پانی اس ٹیلہ پر ہو" ہنری نے اپنی گھنی داڑھی کھجلاتے ہوئے کہا۔

"گھاس تو نہیں کھا گئے یار۔" گڈے نے برا سا منہ بنایا۔ "کبھی ریت کے ٹیلے پر بھی پانی ملا ہے؟۔"

"بہر حال ہمیں چل کر دیکھنا چاہیئے" میں نے مشورہ دیا۔

ہم لوگ ٹیلے پر چڑھنے لگے...... امبو پا ہم سے آگے آگے تھا...... چوٹی پر پہونچکر رکا اور بے تحاشہ "پانی پانی" چلانے لگا۔ ہم بڑی بے چینی سے اس کی طرف لپکے...... اور وہاں...... ٹیلے کی چوٹی پر...... ایک گڑھے میں پانی بھرا ہوا تھا...... یہ پانی یہاں کیسے آگیا؟ یہ سوچنے کی کسے فرصت تھی...... ہم نے پیٹ کے بل لیٹ کر اپنے پپڑی جمے ہونٹ اس گندے سیاہ رنگ اور بدمزہ پانی کی سطح سے چپکا دیئے...... ہم نے پانی کی گندگی کا کچھ خیال نہیں کیا۔ بس یہی ہمارے لئے کافی تھا کہ وہ پانی تھا...... پانی پی کر ہم نے کپڑے اتارے اور تالاب میں کود پڑے۔ اور اسوقت مجھے جتنی فرحت محسوس ہوئی ہے پہلے کبھی نہیں ہوئی تھی۔

نہانے سے ہم لوگ بالکل تازہ دم ہو گئے...... تالاب سے نکل کر کھانا کھایا۔ اور بیٹھ کر پائپ پیتے ہوئے کوہ سبا کے بارے میں باتیں کرنے لگے۔ جو وہاں سے صاف نظر آرہا تھا۔ اور پھر وہیں تالاب کے کنارے دوپہر تک سوتے رہے...... بڑے اطمینان اور سکون کی نیند سونے کے بعد اٹھ کر پھر پانی پیا اور سلواسٹا کیلئے دعائے خیر کی جس کے نقشے نے ہماری جانیں بچائی تھیں۔ یہ واقعی ایک معمہ تھا کہ یہ پانی ابتک سوکھا کیوں نہیں؟ ہر ایک نے اس بارے میں اپنا دماغ لڑایا لیکن کوئی بات سمجھ میں نہیں آئی...... خیر کچھ بھی ہو اگر یہ گندہ پانی (شہر میں جسکی طرف ہم دیکھنا بھی گوارا نہ کرتے) یہاں نہ ہوتا تو اس ریگستان میں ہماری قبریں بن چکی ہوتیں اور ہیا یہاں بیٹھا

ان واقعات کو قلم بند کرنے کے بجائے درندوں کے پیٹ اور طیور کے پوٹوں میں کبھی کا ہضم ہو چکا ہوتا۔

ہم نے سیر ہو کر پانی پیا۔ بوتلیں بھریں..... اور چاند کے ساتھ ساتھ چل کھڑے ہوئے..... اور اس رات ہم نے بیس میل طے کئے.... شاید یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ پھر ہمیں کہیں بھی پانی نہیں ملا...... لیکن معلوم ہوتا ہے قسمت یاوری کر رہی تھی..... دوسرے دن ہمیں پناہ کے لئے ایک چھوٹی سی چٹان مل گئی جس کی چھاؤں میں ہم جا بیٹھے۔ اور ہم سے کوئی بیس میل دور کوہِ سبا کی برف پوش چوٹیاں چمک رہی تھیں۔

جب رات نے اپنی زلفیں بکھیر دیں تو ہم چلے۔

اور صبح ہوتے ہوتے ہم کوہِ سبا کے دائیں پہاڑ کے قدموں میں کھڑے تھے..... یہاں آ کر پانی کی بوتلیں پھر خالی تھیں۔ لیکن اب ہمارے سامنے یا یوں کہیئے کہ ہمارے سروں پر برف کی سفید سفید سلیں چمک رہی تھیں اور وہاں سے ہم پانی حاصل کر سکتے تھے..... لیکن یہ چوٹی کافی بلند تھی اور تیز دھوپ میں پہاڑ پر چڑھنا آپ جانئے کار دارد۔

پہاڑ کے دامن میں کچھ دیر سستانے کے بعد ہم نے اوپر چڑھنا شروع کیا۔ یہ پہاڑ صدیوں پہلے آتش فشاں رہے ہوں گے..... چٹانیں اور ارد گرد پڑے ہوئے بڑے بڑے پتھر جمے ہوئے لاوے کے تھے..... گیارہ بجے تک مسلسل چلنے کی وجہ سے ہماری طاقت جواب دینے لگی..... تھکن سے بدن چور چور ہو رہا تھا اور لاوے کی بنی ہوئی کھردری چٹانوں نے پیروں کو زخمی کر دیا تھا.... ہم سے کچھ گز کی

دوری پر لاوے نے جم کر اس بلندی پر ایک میدان سا بنا دیا تھا اور ہم اسی میدان کی طرف قیام کرنے کے لئے بڑھے ..... اور وہاں پہونچ کر ہماری حیرت کی انتہا نہ رہی ..... اس پتھریلی سطح پر نہایت ہی نرم اور ہری گھاس لہلہا رہی تھی ..... معلوم ایسا ہوتا ہے کہ جب لاوا اس جگہ جمنے کے بعد ٹھنڈا ہوا ہوگا لیکن ابھی پتھر نہیں بنا ہوگا اس وقت پرندوں نے چند بیج یہاں لاکر پھینک دیئے ہوں گے .... اور خدا نے اپنی قدرت کا تماشہ دکھانے کے لئے ان پتھروں پر اور زمین کی سطح سے کافی بلندی پر گھاس کا ایک باغ لگا دیا تھا..... لیکن یہ گھاس ہماری زیادہ ڈھارس نہ بندھا سکی۔ ہم بھوکے اور پیاسے تھے اور قبل از تاریخ کے انسانوں کی طرح گھاس تو کھا نہیں سکتے تھے .... اسے ہضم کرنے کے لئے ہاتھی کا معدہ اور بکرے کے دانت درکار تھے جو ہمارے پاس نہیں تھے ..... ہم چٹانوں پر بیٹھ گئے اور اس وقت پہلی مرتبہ میں نے سوچا کہ کاش میں ہنری اور گڈ کیساتھ نہ آیا ہوتا۔

امبوپا اٹھا ...... کچھ دیر تک وہ کھیں خلاؤں میں دیکھتا رہا ..... پھر اس نے بُرا سا منہ بنا کر سر کھجایا اور ہم سے چند قدم آگے بڑھ کر ٹہلنے لگا.... گھاس کے قطعہ کے بیچ میں پہونچ کر وہ ٹھٹھکا ..... پھر ایک دم سے وہ جیسے پاگل ہو گیا اور نئے کھلونے پانیوالے بچے کی طرح خوشی سے چلانے اور ناچنے لگا ..... پھر کسی ہری چیز کو اپنے ہاتھ میں لیکر زور زور سے ہماری طرف ہلانے لگا .... اس کی ان حرکتوں سے ہم بھونچکارہ گئے۔

"کیا ہے - امبوپا .... بیوقوف" میں چلایا۔

"کھانا اور پانی۔ ہیکومیزن" اس نے پھر ہری چیز کو ہلایا اور ہم پوری قوت سے اس کی طرف بھاگے۔

اور وہاں پہنچکر ہم نے دیکھا کہ گھاس کے نیچے خربوزے کی بیلوں کا جال سا بچھا ہوا تھا اور بالکل پکے ہوئے جنگلی خربوزے ہاتھ بڑھاکر توڑے جانے کے... منتظر تھے۔

"خربوزے ے اے ۔۔ اے" میں گڈ کی طرف دیکھ کر چیخا اور دوسرے ہی لمحے گڈ کے مصنوعی دانت ایک خربوزے میں پیوست تھے۔ اور ہم میں سے ہر ایک کم از کم چھ خربوزے ہضم کر گیا.... یہ ایک حقیر سا میوہ ہے لیکن اس وقت وہ ہمیں دنیا کی لذیذ ترین چیز معلوم ہوئی۔

خربوزوں کی وجہ سے ہماری بھوک اور پیاس تو ختم ہوگئی لیکن کچھ تسکین نہیں ہوئی.... ویسے ہمارے پاس تھوڑا سا سوکھا گوشت بھی تھا۔ لیکن اسے کھاتے کھاتے منہ پھر گیا تھا اور پھر یہ بھی پتہ نہیں تھا کہ آگے کہیں کھانا ملیگا بھی یا نہیں ہ چنانچہ ہم نے داشتہ آید بکار کے مصداق اس تھوڑے سے گوشت کو بڑی احتیاط سے سنبھالے ہوئے تھے۔

اتفاقاً میری نظر صحرا کی طرف اٹھ گئی.... پرندوں کی ایک ڈار تیزی سے ہماری طرف اڑی چلی آرہی تھی یہ پہاڑی پرندے کافی موٹے تازے تھے۔

"نشانہ لگاؤ.... آقا" دنیٹا یگل چلایا اور پیٹ کے بل زمین پر رینگ گیا.... ہم نے بھی ایسا ہی کیا۔.. اور پرندوں کے قریب آنے کے انتظار میں دم سادھے پڑے رہے.... وہ قریب آنے لگے اور قریب.... قریب

.... یہاں تک وہ گولی کی زد میں آ گئے.... یکے بعد دیگرے میں نے دو گولیاں چلائیں اور جھتے میں سے ایک پرند قلابازیاں کھاتا زمین پر آ رہا۔

خربوزے کی سوکھی بیلوں کی مدد سے آگ جلائی گئی.... پرندہ اس پہ بھونا جانے لگا اور ہم بے صبری سے اس کے بھُن کر تیار ہونے کا انتظار کرنے لگے .... پرندہ بھُن کر تیار ہو گیا تو ہم اس طرح سے اس پر ٹوٹ پڑے کہ گھڑی بھر میں ہمارے سامنے چبائی ہوئی ہڈیوں کے سوا کچھ نہ تھا۔

رات کو آگے روانہ ہوتے وقت ہم نے اپنے ساتھ چند خربوزے لے لئے جیسے جیسے ہم اوپر چڑھتے جاتے ہوا سرد ہوتی جاتی .... مارے سردی کے ہمارے دانت بج رہے تھے۔ اور تیخ بستہ ہوا استرے کی طرح ہمارے جسموں کو کاٹ رہی تھی .... چڑھائی اس قدر مشکل تھی کہ ہم بمشکل ایک گھنٹہ میں نصف میل طے کرتے اور اسی طرح صبح تک چلتے رہے .... اور جب رات نے صبح کے سامنے سپر ڈال دی تو ہم برفپوش چوٹیوں سے صرف بارہ میل دور تھے... اسی رات ہم نے بچا ہوا سوکھا گوشت اس لئے کھا لیا کہ آگے اور بھی پرندے ملینگے لیکن یہ محض خیال خام ثابت ہوا.... ارد گرد کسی جاندار کا پتہ نہیں۔ پیچھے بھورے بھورے صحرا کی ریت اور سروں پہ برف چمک رہی تھی.... پانی بھی ختم ہو چکا تھا۔ اور ہماری مایوسی کا کوئی ٹھکانا نہ رہا جبکہ اس پہاڑ پہ کوئی چشمہ اور کوئی دریا نظر نہیں آیا.... خیال تھا کہ برف پگھلنے کی وجہ سے پہاڑ پہ کافی تعداد میں ندی یا چشمے ہوں گے.... لیکن جیسا کہ بعد میں پتہ چلا۔ کسی خاص وجہ سے تمام دریا پہاڑ کی پرلی طرف بہتے تھے۔

ہم لوگ بھوک اور پیاس سے بے چین تھے ...... اور اب یہ تکلیف ناقابل برداشت ہوتی جارہی تھی ...... آئندہ تین دنوں میں جو کچھ ہم پر گزری وہ بتانے کیلئے یہاں میں اپنی ڈائری کے (جو میں اس سفر میں لکھتا رہا تھا) چند اوراق یہاں نقل کرتا ہوں۔

۲۱ مئی :۔ صبح گیارہ بجے روانہ ہوئے ۔ چند خربوزے ساتھ لئے ... ہوا اس قدر سرد تھی کہ معلوم ہوتا تھا کہ ہماری ہڈیوں کا گودا تک جم گیا ہے ...... خربوزے ختم ہو گئے ..... دن بھر ان کی تلاش میں مارے مارے پھرتے رہے لیکن کامیابی نہیں ہوئی۔

۲۲ مئی :۔ صبح روانہ ہوئے ..... پرندوں کی حدود سے گزر چکے تھے اسلئے ان کے ملنے کی بھی کوئی امید نہ تھی .... ہم از حد کمزور ہو گئے تھے اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ بیہوشی کے عالم میں چل رہے ہیں .... چنانچہ دن بھر میں ہم بمشکل پانچ میل چلے ہوں گے ..... راستے میں برف کے چند ٹکڑے ملے جسے ہم چبا گئے ..... اور کوئی چیز کھانے کو نہیں ملی .... رات کو ایک جگہ پر قیام کیا ..... سردی ..... ناقابل برداشت سردی ..... بدن میں گرمی لانے کے لئے ایک ایک گھونٹ برانڈی کا پی ..... اپنے اپنے کمبلوں میں گھٹنے سمیٹ دبکے رات بھر سونے کی کوشش کرتے رہے۔ بھوک اور تھکن سے حالت خستہ ہو رہی تھی ..... خیال تھا کہ وینٹاگل رات ہی اکڑ کر مر گیا ہو گا۔

۲۳ مئی :۔ صبح سورج کی کرنوں نے جسم میں کچھ گرمی پہونچائی تو آگے روانہ ہوئے ..... حالت بالکل غیر ہو رہی تھی ..... رفتہ رفتہ ہم زندگی

سے دور اور موت سے قریب ہوتے جا رہے تھے ..... میں اس خوف سے لرز رہا تھا کہ اگر آج بھی کچھ کھانے کو نہ ملا تو یہیں سے ہمارا آخری سفر شروع ہوگا .... سوائے تھوڑی سی برانڈی کے اور ہمارے پاس کچھ نہیں تھا ..... گڈ۔ ہنری اور امبوپا کی ثابت قدمی کی داد دینا پڑتی ہے ..... وینٹاینگل کی حالت ہم سے زیادہ خراب تھی۔ وہ غریب افریقہ کی گرمی کا عادی اس کڑکڑاتی سردی کو برداشت نہیں کرسکتا تھا۔ بھوک کی تکلیف اب زیادہ محسوس نہیں ہو رہی تھی کیونکہ اب ہمارے پیٹ بالکل سن ہو گئے تھے۔ ہم لوگ اس چٹان کے قریب پہونچ گئے جو ایک دیوار کی طرح کوہ سبا کے دائیں اور بائیں پہاڑوں کو ملاتی ہے۔ اور اس چٹانی دیوار کے اوپر اور چار ہزار فیٹ کی بلندی پر برف میں ڈھکی ہوئی پہاڑ کی چوٹی غرور سے سر بلند کئے ہوئے تھی اور نیچے ..... حدِ نظر تک کف دست صحرا پھیلتا گیا تھا ..... کوئی چیز کھانے کے لئے نہیں ملی ..... خدا رحم کرے۔ شاید ہمارا وقت آخر ہو چکا ہے۔

اب یہاں سے میں اپنی ذاتی ڈائری کی نقل کو چھوڑتا ہوں .....

اس روز یعنی ۲۳ مئی کو ..... ہم لوگ اپنے تھکے ہوئے پیروں کی مدد سے اپنے مردہ جسموں کو گھسیٹتے رہے۔ اسوقت اگر کوئی ہمیں دیکھتا تو مارے خوف کے چیخ اٹھتا ..... بال اور داڑھیاں جھاڑ جھنکاڑ کی طرح بے تحاشہ بڑھ آئی تھیں ..... منہ لٹک گیا تھا۔ ہونٹ اودے ہو گئے تھے ..... آواز باریک ہو گئی تھی۔ پھیلی ہوئی آنکھیں بے چینی سے کھانے کی تلاش میں گھومتیں اور پھر کچھ

نہ پاکر مایوسی سے جھک جائیں۔

شام کو ہم کوہ سبا کی بائیں چوٹی کے بالکل نیچے کھڑے ہوئے تھے غروب ہوتے ہوئے سورج نے برف پوش چوٹی کو خونی رنگ دیدیا تھا۔

"میں کہتا ہوں کوارٹرمین" گڈ نے کہا" ہم لوگ اس غار کے کہیں قریب ہی کھڑے ہوں گے.... جس کے بارے میں مرحوم سلواسٹا نے تحریر کیا ہے۔

"لیکن کہیں غار ہو اب نا" میں نے کہا۔

"کوارٹرمین" سرہنری نے سختی سے کہا" ایسی مایوس کن باتیں مت کرو.... مجھے سلواسٹا کی تحریر پہ پورا بھروسہ ہے.... یاد ہے وہ گندے پانی کا تالاب ؟"

دس منٹ تک ہم غار کو تلاش کرتے رہے.... امبوپا اپنے آپ کو کمبل میں لپیٹے اور بھوک برداشت کرنے کیلئے پیٹ پہ کس کر چمڑے کا پٹا باندھے میرے آگے آگے چلتا ہوا کسی طویل القامت عورت جیسا معلوم ہو رہا تھا۔

"وہ دیکھو" امبوپا نے میرا ہاتھ پکڑ کے ایک طرف اشارہ کیا.... برف کے تودے میں ایک بڑا سا سوراخ نظر آرہا تھا۔

"یہ غار ہے" امبوپا نے کہا۔

ہم گرتے پڑتے اس سوراخ تک پہونچے.... جی ہاں وہ سلواسٹا کے بتائے ہوئے غار کا دہانہ تھا.... جس وقت ہم غار میں داخل ہوئے رات کی تاریکی پھیل چکی تھی.... ہم نے برانڈی کا آخری گھونٹ پیا اور ایک دوسرے سے چمٹ کر سو گئے شاید اس طرح کچھ گرمی حاصل ہو سکے.... لیکن کڑاکے کی سردی کا نے

نیند کو ہمارے قریب پھٹکنے تک نہیں دیا۔ ہم اٹھے اور ایک دوسرے کی پیٹھ سے پیٹھ لگا کر نیند کے انتظار میں بیٹھ گئے.... ایک تو ہم بھوک کے تھے دوسرے صحرا کی تیز گرمی برداشت کئے چلے آرہے تھے اس لئے سردی اور بھی تکلیف دے رہی تھی۔

وقت بڑی آہستگی سے لنگڑے فقیر کی طرح رینگ رہا تھا.... ہم ایک دوسرے کے قریب بیٹھے اپنے آپ کو گرمانے کی کوشش کر رہے تھے لیکن ہمارے نحیف و زار جسموں میں اتنی گرمی کہاں رہ گئی تھی کہ ایک دوسرے کے کام آسکے.... نیند کا کوسوں پتہ نہیں تھا.... کبھی کبھار ایسا ہوتا کہ پپوٹے بوجھل ہو کر خود بخود بند ہو جاتے۔ لیکن نصف گھنٹہ بعد ہی یہ جھونکا گزر جاتا اور آنکھیں تاروں ایسی ہو جاتیں.... صبح تک ہم میں سے کوئی نہ سو سکا۔

پو پھٹنے سے پہلے وینٹا نگل نے.... جس کے دانت رات بھر بجتے رہے تھے.... گہری سانس لی اور اس کے دانت بجنے بند ہو گئے۔ میں سمجھا کہ وہ سو گیا ہے.... اس کی پیٹھ میری پیٹھ سے لگی ہوئی تھی.... وہ سرد ہونی شروع ہوئی.... پھر وہ سرد ہوتی چلی گئی اور آخر میں برف کی مانند ہو گئی۔

فضا میں روشنی پھیلنے لگی.... سورج کی کرنیں غار کے دہانے سے جھانکنے لگیں اور آہستہ سے اندر گھس آئیں.... ان کرنوں نے ہمارے جسموں کو گرمانا شروع کیا اور پھر یہ کرنیں سرکتی ہوئی وینٹا نگل کے مردہ جسم پر رقص کرنے لگیں.... وہ اسی وقت مرا تھا جب کہ اس نے گہری سانس لی تھی اور اب تک وہ اکڑ کر بالکل تختہ ہو گیا تھا.... میں ہڑبڑا کر وینٹا نگل سے دور جا کھڑا ہوا کتنا عجیب ہوتا ہے وہ خوف جب ہم اپنے آپ کو ایک مردے کے قریب پاتے

ہیں۔۔۔۔ دنیا بگل جس طرح سے گھٹنوں میں سر دیئے بیٹھا تھا ویسا ہی بیٹھا رہا اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ وہ ابھی اُٹھ کھڑا ہو گا۔

"ہا۔ آ۔ مر گیا بیچارہ"۔ امبو پا نے کہا۔

رفتہ رفتہ سورج کی روشنی نے غار کو روشن کر دیا۔۔۔۔ دفعتاً گڈ کے منہ سے مارے خوف کے چیخ نکل گئی ۔۔۔۔ میں نے پلٹ کر دیکھا۔۔۔۔ اور دل دھک سے ہو گیا۔۔۔۔ غار کے آخری سرے پر (یہ غار بیس فیٹ لمبا تھا) کوئی شخص گردن جھکائے بیٹھا ہوا تھا۔۔۔۔ میں نے اپنے حواس پر قابو پاتے ہوئے چند قدم آگے بڑھ کر غور سے اس شخص کی طرف دیکھا۔۔۔۔ وہ کوئی اجنبی تھا۔۔۔۔ میرے قدم لڑکھڑا گئے۔

"یہ کون ہے۔۔۔۔ یہاں کیسے آیا" میں نے سوچا اور یہ غار مجھے آسیب زدہ معلوم ہوا۔

"یہ شخص بھی سردی سے اکڑ گیا ہے۔۔۔۔ اور انگریز ہے۔۔۔۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ کون ہے اور کہاں سے آیا"۔ ہنری نے کہا

"یقیناً یہ غار بھوتوں کا مسکن ہے" امبو پا نے کہا اور ہم گھبرا کر جلدی سے باہر کی طرف بھاگے۔

ساتواں باب

شاہراہِ سلیمان

غار سے باہر آکر ہم لوگ پریشانی سے ایک دوسرے کی طرف تکنے لگے.... میں اپنے بارے میں کہتا ہوں کہ اسوقت میرے منہ پر ہوائیاں چھوٹ رہی تھیں۔

"میں اس غار میں واپس جاتا ہوں" ہنری نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

"پاگل تو نہیں ہوئے انجوبو" امبوپا نے ہنری کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"میرا ہاتھ چھوڑ دو امبوپا.... میرا خیال ہے کہ ہم نے جو کچھ دیکھا ہے یعنی.... وہ مردہ اجنبی میرا بھائی تو نہیں۔"

ہنری نے کہا۔

یہ واقعی نیا خیال تھا.... چنانچہ ہم سب پھر غار میں داخل ہوئے... ہنری نے اجنبی کے قریب اکڑوں بیٹھ کر غور سے اس کی صورت دیکھی "خدا کا شکر ہے یہ میرا بھائی نہیں" ہنری نے اطمینان کی سانس لی۔

میں نے قریب آکر غور سے اجنبی کی طرف دیکھا.... یہ لانبے قد کا اکڑا ہوا جسم کسی ادھیڑ عمر کے شخص کا معلوم ہوتا تھا.... چہرے کے نقوش تیکھے۔ بڑھے ہوئے بال.... اور نفاست سے ترشی ہوئی چھوٹی چھوٹی مونچھیں اس کی جلد بالکل زرد ہو چکی تھی.... جسم لاغر.... یہ جسم بالکل برہنہ تھا اور اگر کوئی کپڑا تھا تو وہ صرف ایک جوڑ موزے تھے جو اب تک پیروں میں چڑھے ہوئے

تھے.... اکڑی ہوئی گردن میں ہاتھی دانت کی صلیب لٹک رہی تھی..... میرا دماغ چکرا گیا۔

"یہ کون ہو سکتا ہے بھلا؟" میں نے پریشانی سے پوچھا۔

"اتنا نہیں سمجھ سکتے؟" گڈ نے کہا "جوز ڈی سلواسٹا اور کون؟"

"ناممکن۔ اسے مرے تو تین سو سال بیت گئے۔ میں نے کہا۔

"تو کیا ہوا۔" گڈ نے کہا" سوئزرلینڈ کا بند ڈبوں میں گوشت ایک مدت تک کیوں بگڑنے نہیں پاتا؟ اس لئے کہ اسے کافی سرد جگہ میں رکھا جاتا ہے۔ بس یہی حالت یہاں کی سمجھ لو..... یہاں کی تیز سردی نے اس کے جسم کو تین سو سال تک محفوظ رکھا.... سورج کی کرنیں اس جگہ تک پہونچ نہیں سکتیں چنانچہ یہ جسم گلنے سڑنے سے بچا رہا.... اور نہ ہی یہاں تک کوئی درندہ پہونچ سکتا ہے.. اس کا وہ ملازم جس کا ذکر سلواسٹا نے اپنی تحریر میں کیا ہے.... یہاں تک ظاہر ہے کہ آیا تھا... چنانچہ اس نے اپنے آقا کے تمام کپڑے اتار لئے اور اسے دفن کئے بغیر چلتا بنا.... یہ دیکھو" گڈ نے آگے بڑھ کر ہڈی کا ایک نوکدار ٹکڑا اٹھا لیا۔ "یہی وہ ہڈی ہے جس سے سلواسٹا نے تحریر لکھی تھی اور نقشہ بنایا تھا"

"ارے" ہنری چونکا "یہ دیکھو یہاں سے سلواسٹا نے تحریر اور نقشہ کے لئے خون حاصل کیا تھا" اور اس نے مردہ سلواسٹا کے دائیں کلائی پر ایک گہرے زخم کی طرف اشارہ کیا..." اُف.... خدا.... ایسا نظارہ میں نے.....

اور میں نے ہی ..... کسی نے بھی نہیں دیکھا ہوگا۔"

اس کے سلواسٹا ہونے میں اب کسی کو بھی شک نہیں تھا.... اس نظارے

نے میرے جسم پر خوف کی کپکپی سی طاری کر دی۔۔۔ ذرا آپ اس نظارے کو اپنے تصور میں لانے کی کوشش کیجئے۔۔۔۔ ایک شخص جو اکڑ کر مجسمہ کی طرح ہو گیا ہے سر جھکائے بیٹھا ہوا ہے۔ اسکی آنکھیں نیم وا ہیں۔۔۔ چہرے سے بھوک اور تھکن کے ساتھ ساتھ سکرات موت کی تکلیف کے آثار ہویدا ہیں۔۔۔ چاروں طرف گہری خاموشی چھائی ہوئی ہے اور ہم اس غار میں۔۔۔ سطح زمین سے کافی بلندی پہ۔۔۔ اس کیساتھ اکیلے ہیں۔۔۔۔ اور جب یہ خیال آئے کہ اس شخص کو مرے تین صدیاں گزر چکی ہیں تو آپ ہی کہئے دل پر ایک خاص اثر ہوگا یا نہیں؟۔

میرے ہاتھ میں وہ ہڈی تھی جس سے سلواسٹا نے قلم کا کام لیا تھا۔۔۔۔ اس کی گردن میں ابتک وہ صلیب لٹک رہی تھی جس کو سلواسٹا کے یخ بستہ ہونٹوں نے آخری بوسہ دیا تھا۔۔۔ تین صدیوں پہلے اس شخص کی موت کا منظر میری آنکھوں کے سامنے گھوم گیا۔۔۔ سلواسٹا کی سانس اکھڑ رہی ہوگی۔ بھوک اور پیاس نے اس کی تمام قوتوں کو سلب کر لیا ہوگا۔ لیکن اسوقت بھی اسے یہ خیال پریشان کر رہا ہوگا کہ وہ آنیوالی نسلوں کے لیے کچھ چھوڑ جائے۔ چنانچہ اس نے غار میں گھسٹتے ہوئے ہڈی کا ٹکڑا تلاش کیا ہوگا۔ اور پھر بڑی بہادری سے اپنی تکالیف میں اضافہ کرتے ہوئے ہڈی کی نوک اپنی کلائی میں بھونک دی ہوگی۔۔۔۔ اور یہ نقشہ بنا کر۔۔۔ آج بھی۔۔۔ تین سو سال بعد یہ شخص ہماری راہبری کر رہا تھا۔۔۔ اور اس شخص کے احترام میں میری گردن جھک گئی۔

"چلو" ہنری نے کہا اور پھر جیسے اسے کچھ یاد آگیا ہو۔ "ٹھہرو۔۔۔۔۔ ہم سلواسٹا کے لئے ایک ساتھی مہیا کر دیں"۔

اس نے ڈینٹابگل کی اکڑی ہوئی لاش کو اٹھا کر سلواسٹا کے قریب بٹھا دیا اور پھر سلواسٹا کی گردن سے صلیب گھسیٹ لی (مجھے یقین ہے کہ صلیب اب تک ہنری کے پاس ہوگی) . وہ ہڈی جو سلواسٹا کا قلم تھی۔ میرے پاس محفوظ ہے اور میں کبھی کبھار مزے میں آ کر اس سے دستخط کر دیتا ہوں۔"

اور ان دونوں شخصوں کو۔ جن میں سے ایک سیاہ اور ایک سفید چمڑی کا تھا۔ ہم آخری سلام کر کے غار سے باہر آ گئے۔ یہ دونوں بہادر شاید قیامت تک اس غار میں محفوظ رہیں گے۔

ڈینٹابگل کی موت نے مجھے جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا اور بار بار مجھے یہ خیال پریشان کرتا کہ کچھ ہی دیر بعد میری اکڑی ہوئی لاش بھی کسی غار یا چٹان پر پڑی ہوگی۔ میں نے اس خوفناک خیال کو اپنے دماغ سے ہٹانے کی لاکھ کوشش کی لیکن وہ تو جیسے کھنکھجورے کی طرح اپنے ہزار پاؤں پیوست کئے دماغ سے چپک کر رہ گیا تھا۔

ہم چلتے رہے ....

چاروں طرف گاڑھی گاڑھی دھند منڈلا رہی تھی اور کوئی نہیں جانتا تھا کہ آگے کیا ہے ... گہرے گہرے کھڈ یا بلند ہوتی ہوئی چٹانیں؟ ..... ہم پریشانی کے عالم میں کھڑے رہے .... آہستہ آہستہ دھند کا دبیز پردہ ہٹنے لگا۔ اور ..... اور جہاں ہم کھڑے ہوئے تھے وہاں سے پانچ سو گز نیچے گھاس کا قطعہ پھیلا ہوا تھا .... بیچ میں شفاف پانی کا چشمہ بہہ رہا تھا اور چند اینٹ لوپ مزے سے چہل قدمی کر رہے تھے۔

قدرت نے ہمارے لئے کھانے پینے کا کافی انتظام کر دیا تھا۔ لیکن سوال

یہ تھا کہ اسے حاصل کیسے کیا جائے؟۔ اینٹ لوپ ہم سے پانچسو گز نیچے تھے.... اور یہاں سے نشانہ خطا کر سکتا تھا.... ظاہر ہے کہ اس طرح سے بندوق کی آواز سنکر اینٹ لوپ بھاگ کھڑے ہوتے اور ہمیں جتنی مایوسی ہوتی وہ ہمیں خودکشی پر آمادہ کرنے کے لئے کافی ہوتی۔ "خیر ہمیں خدا پر بھروسہ کرنا چاہیئے.... نشانہ ہم یہیں سے لگائیں گے۔ اگر ہم نے اینٹ لوپ کے قریب جانے کی کوشش کی تو ہمیں دیکھتے ہی وہ بھاگ کھڑے ہوں گے" ہنری نے کہا "مسٹر کوارٹرمین بندوق کون سی استعمال کی جائے ایکسپریس یا رائیفل؟۔

"یہ واقعی ٹیڑھا سوال تھا۔ رائفلیں ہمارے پاس دو تھیں۔ ایک امبوپا کی اور ایک غریب ونیٹاگل کی (جسے امبوپا اٹھائے ہوئے تھا) یہ رائفلیں ایک ہزار گز تک مار سکتی تھیں.... جبکہ ایکسپریس کی گولی تین سو پچاس یا اس سے کچھ آگے تک جا سکتی تھی.... لیکن ایکسپریس کی گولی جسم میں جاکر پھوٹ جاتی اور شکار وہیں ڈھیر ہو جاتا۔ رائیفل کی گولی کھاکر شکار نصف میل تک بھاگ سکتا تھا.... میں نے فیصلہ کیا کہ ایکسپریس بندوق ہی استعمال کی جائے۔ یہ ایک مشکوک امر تھا کہ اس کی گولی اینٹ لوپ تک پہونچے گی بھی یا نہیں؟....

"ہم تینوں ایک ہی اینٹ لوپ تاک لیں" میں نے کہا "اور خیال رہے نشانہ اینٹ لوپ کے کاندھے یا گردن پر لگایا جائے۔ اور امبوپا تم گنتی کرنا تاکہ ہم تینوں ایک ساتھ بندوقیں چلائیں۔"

ہم تینوں نے دھڑکتے دلوں سے بندوقیں سیدھی کیں۔

"ایک ــ دو ــ" امبوپا نے گنتی شروع کی۔ اور.... تین"

ایک ساتھ تینوں بندوقیں چلائیں۔ ارد گرد کی چٹانوں سے دھماکے کی بازگشت پیدا ہوئی۔ اور ہمارے سامنے دھوئیں کے تین چھوٹے چھوٹے بادل سے چھا گئے ..... اور جب یہ بادل چھٹے تو ہم تیزی سے نیچے کی طرف بھاگے جا رہے تھے جہاں ایک اینٹ لوپ زمین پر پڑا ہوا ابھی لاتیں چلا رہا تھا۔

"ہم بچ گئے ..... اوہ خدا ..... ہم بچ گئے" گڈ چلا رہا تھا" اب بھوک ہمارا خاتمہ نہیں کر سکتی"۔

دس ہی منٹ گزرے ہوں گے کہ ہم اینٹ لوپ کے قریب کھڑے تھے ..... یہاں آکر ایک اور ناقابل حل مشکل در پیش ہوئی۔ یعنی گوشت بھوننے کے لئے آگ کہاں سے لائی جائے؟۔

"بھوکے آدمی کو کچھ خیال نہیں کرنا چاہئے۔ تین دن کے بھوکے کے لئے مرا ہوا گدھا بھی حلال ہے" گڈ نے کہا" ہم کچا گوشت کھائیں گے"۔

اس کے علاوہ اور کوئی چارہ بھی نہ تھا۔ ہم نے گوشت کے چند ٹکڑے کاٹ کر برف میں دبا دیئے ..... اور کچھ دیر بعد انہیں نکال کر چشمے میں دھویا اور کھانے لگے ..... یہ خیال کر کے ہم کچا گوشت چبا رہے تھے۔ قارئین کو گھن آتی ہوگی اور متلی ہوتی ہوگی۔ لیکن یقین مانئے کہ یہ کچا گوشت ہمارے لئے دنیا کی عزیز ترین چیز تھا ..... کچا گوشت ہمارے لئے رحمت ثابت ہوا اور اسی نے ہمیں نئی زندگی عطا کی۔ ہمارے جسموں میں طاقت عود کر آئی اور ٹھٹھرے ہوئے جسموں میں آہستہ آہستہ گرمی آنے لگی ..... اس خیال سے کہ کہیں بدہضمی نہ ہو جائے ہم نے تھوڑا سا ہی گوشت کھایا۔

"خدا کا شکر ہے" ہنری نے اپنی داڑھی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ "اس غریب اینٹ لوپ نے جال دیکر ہماری جان بچائی۔ کوارٹرمین یہ اینٹ لوپ ہی ہے نا؟"

میں اٹھ کر اینٹ لوپ کے قریب گیا۔ قد میں وہ گدھے سے کچھ چھوٹا ہوگا۔ سینگ نوکدار اور لمبے لانبے بھورے بال اور اس پر سفید دھاریاں بنی ہوئی تھیں۔ بعد میں ہمیں پتہ چلا کہ اس چوپائے کو "انکو" کہتے ہیں اور یہ بہت ہی کم تعداد میں پایا جاتا ہے۔

اب تک تو ہم اپنے ہی حال میں پریشان تھے۔ ارد گرد کا جائزہ کیا خاک لیتے۔ لیکن اب جبکہ پیٹ بھر چکے تھے۔ ہم نے امبوپا کو "انکو" کا اچھا اچھا گوشت کاٹنے پر مامور کیا اور اِدھر اُدھر گھومنے لگے۔

آٹھ بج چکے تھے .... وصندکی دبیز چادر چاک ہو گئی تھی اور ہمارے قدموں میں ہزاروں فٹ نیچے ایک انجانی مگر خوبصورت دنیا پھیلی چلی گئی تھی .... نیچے۔ کافی نیچے .... ہرے بھرے جنگل تھے .... بیچ میں ایک ندی سیمابی سانپ کی طرح لہرا رہی تھی .... ندی کے بائیں طرف گھاس کی بڑی بڑی چراگاہیں تھیں جن میں چرتی ہوئی گائیں یہاں سے کھلونوں ایسی معلوم ہو رہی تھیں ...... دائیں طرف کا حصہ پتھریلا تھا .... دور تک چھوٹی چھوٹی چٹانیں بلند ہوتی چلی گئی تھیں اور ان چٹانوں کے بیچ میں گھاس پھوس سے بنی ہوئی جھونپڑیاں یوں معلوم ہوتیں جیسے جلے ہوئے کیک کے ٹکڑے پڑے ہوں .... اور جہاں ہم کھڑے ہوئے تھے وہاں سے یہ سبزہ زار۔ جھونپڑیاں اور ندی یوں معلوم

ہوتی جیسے کسی مصور نے ہمارے قدموں تلے اپنی شاہکار تصویر بچھا دی ہو..... اور ہمارے سروں پر کوہ سبا کی برف پوش چوٹیاں تھیں جن پر سورج کی شعاعیں رقص کر رہی تھیں۔

ہم ایک طرف بیٹھ کر اس خوبصورت منظر کی تعریف کرنے لگے۔

"میرے خیال میں۔ سلواسٹا نے اپنے نقشہ میں کسی جگہ شاہراہِ سلیمان بھی بتائی ہے۔ کیوں ؟" ہنری نے کہا۔

میں نے اثبات میں سر ہلایا۔

"تو پھر دیکھو۔ وہ ہے شاہراہِ سلیمان" ہنری نے ایک طرف اشارہ کیا۔ میں نے اور گڈ نے اس طرف دیکھا جس طرف ہنری نے اشارہ کیا تھا ..... ایک فراخ راستہ پہاڑوں سے نکل کر ایک طرف کو مڑ گیا تھا تعجب ہے کہ اس سے پہلے ہم میں سے کسی کی نظر اس راستہ پر نہیں پڑی۔

"اگر ہم دائیں طرف چل دیں تو اس راستہ پر پہونچ جائیں گے" گڈ نے کہا "تو کیا خیال ہے پھر چلا جائے ؟"۔

گڈ کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے ہم اٹھے۔ چشمہ میں منہ ہاتھ دھوئے اور شاہراہِ سلیمان کی طرف چل پڑے۔ ایک میل تک پیچ در پیچ چٹانوں اور بے ترتیب برف کے تودوں کو طے کرنے کے بعد ہم جیسے ہی ایک موڑ مڑے شاہراہِ سلیمان ہمارے قدموں تلے تھی۔

مضبوط چٹانوں کو کاٹ کر یہ پندرہ فٹ چوڑا راستہ بنایا گیا تھا اور اب تک اچھی حالت میں تھا..... ہم چل کر اس راستہ پر جا کھڑے ہوئے

ہمارے پیچھے کوئی سو فیٹ کی دوری پر یہ راستہ چٹانوں میں غائب ہو گیا تھا۔

"کوارٹرمین۔ تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا یہ راستہ ان چٹانوں سے ہی شروع ہوا ہے؟" ہنری نے کہا۔

"میری تو خاک بھی سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔" میں نے سر ہلا کر کہا۔

"میرا خیال ہے راستہ یہاں سے شروع یا ختم نہیں ہوتا۔" گڈ نے کہا۔ "یہ پہاڑوں کو کاٹتا ہوا صحرا کو عبور کرتا ہوا اس جگہ تک پہونچتا ہوگا جہاں سے ہم چلے تھے۔ صحرا میں تو ریت نے راستہ کے نشانات مٹا دیئے اور یہاں یوں ہوا ہوگا کہ کسی زمانے میں یہ آتش فشاں پہاڑ پھٹا ہوگا اور لاوا اس راستہ پہ آ کر جم گیا ہوگا۔"

ہم لوگ اس صدیوں پرانے راستہ پہ چل پڑے ..... جیسے جیسے ہم آگے بڑھتے جا رہے تھے ہوا خوشگوار ہوتی جا رہی تھی۔ اگر یہاں میں اس راستہ کے بارے میں کچھ تحریر نہ کروں تو یہ میری انتہائی بدذوقی اور ناقدر شناسی کی دلیل ہوگی۔

اس زمانے کے معماروں کی قابلیت کی داد دینی پڑتی ہے۔ ایک جگہ گہرا کھڈ تھا اور یہ راستہ اس پہ سے گزر گیا تھا۔ اور آپ جانتے ہیں کس طرح؟ بڑے بڑے پتھروں کو آپس میں ملا کر کھڈ کے اس سرے سے اس سرے تک ایک پل سا بنا دیا گیا تھا۔ صدیاں گزر گئیں لیکن آج تک اس پل کا پتھر بھی اپنی جگہ سے ہلا نہیں تھا۔ ایک جگہ یہی راستہ بل کھاتا ہوا انتہائی دشوار گزار پہاڑیوں پہ سے گزر گیا تھا ..... ایک

اور جگہ مضبوط چٹانیں کاٹ کر سرنگ بنائی گئی تھی اور راستہ اس سرنگ سے گزرتا تھا۔ چٹانیں اس قدر مضبوط تھیں کہ اگر فرہاد کو ان چٹانوں کو کاٹنے کیلئے کہا جاتا تو گھڑی بھر میں اس کا عشق ہوا ہو جاتا.... سرنگ کی دیواروں پر مٹی مٹی سی تصویریں بنی ہوئی تھیں جو مصری آرٹ کا نمونہ تھیں۔

دوپہر تک خلاف توقع کافی مسافت طے کر کے ہم اس جگہ پہونچ گئے جہاں سے پہاڑیاں ختم اور ہرے بھرے جنگل شروع ہوتے تھے.... اکا دکا اُگی ہوئی جھاڑیوں نے سر ہلا ہلا کر ہمارا استقبال کیا۔ جیسے جیسے ہم آگے بڑھتے گئے جھاڑیاں گھنی اور تعداد میں زیادہ ہوتی گئیں۔ آخر کار عظیم صحرا کے اس عظیم راستہ نے ہمیں عجیب قسم کی خودرو درختوں کے جنگل میں پہونچا دیا۔

" واہ یہاں تو کافی ایندھن جمع ہے" گڈ نے کہا، "چلو یار پہلے گوشت وغیرہ بھون کر پیٹ پوجا کی جائے۔"

چنانچہ ہم لوگوں نے شاہراہ سلیمان کے قریب ایک چشمے پر ڈیرے ڈال دیئے۔ آگ سلگائی گئی اور اس پر گوشت بھونا جانے لگا.... گوشت کی مست کن خوشبو نے ہمارے معدے میں ہلچل سی مچادی اور ہم بے صبری سے اس کے تیار ہونے کا انتظار کرنے لگے۔ اور جب گوشت بھن کر تیار ہوگیا تو ہم بھوکی چیلوں کی طرح اس پر ٹوٹ پڑے۔ اسوقت اگر کوئی ہمیں نوچ نوچ کر گوشت کھاتے دیکھتا تو وہ ہمیں قبل از مسیح کا انسان سمجھتا۔

کھا چکنے کے بعد ہم نے پائپ جلائے..... چاروں طرف گھاس کا فرش بچھا ہوا تھا۔ چشمہ کسی بیاہی ہوئی لڑکی کی طرح آہستہ آہستہ بہہ رہا تھا... ہوا جھاڑیوں

میں گھس کر گنگنا رہی تھی اور ہم گویا اپنے آپ کو فردوس میں پا رہے تھے۔ منہری اور امبو پا جانے اشاروں میں کیا باتیں کر رہے تھے اور میں پیر پھیلائے گھاس پر آنکھیں نیم وا کئے پڑا ہوا تھا۔

گڈ غائب تھا..... اور یہ دیکھنے کے لئے کہ وہ کہاں گیا میں اٹھ کر بیٹھ گیا ..... گڈ چشمے کے کنارے بیٹھا ہوا تھا اور اس کے جسم پر صرف قمیص اور لنگوٹ تھا۔ پتلون کو وہ ایک ماہر دھوبی کی طرح مل مل کر دھو رہا تھا کوٹ اور موزے گھاس پر پڑے سوکھ رہے تھے۔ کچھ دیر بعد اس نے پتلون کو بھی گھاس پر پھیلا دیا (یقیناً وہ اس بات کا منتظر تھا کہ پتلون اور کوٹ سوکھ جائیں تو انہیں پہن کر قمیص دھوئے) پتلون گھاس پر پھیلا چکنے کے بعد اس نے اپنے جوتے اتارے اور ان پر انگو کی چربی رگڑنے لگا (یہ چربی اس نے انگو کے جسم سے نکال کر اسوقت تک سنبھال رکھی تھی) چربی رگڑنے سے شاید جوتوں میں کچھ چمک آگئی کیونکہ گڈ کے ہونٹوں پر کامیاب مسکراہٹ پھیل گئی.....

اس نے چربی کو جوتوں پر پھیر کر گڑا اور سر ہلا کر دل ہی دل میں اپنی ایجاد کی داد دی..... جوتے پہن کر اس نے اپنا چرمی تھیلا کھولا..... چرمی تھیلے میں ہاتھ گھسیڑ کر کچھ دیر کھڑ بڑ کھڑ بڑ کرتا رہا اور پھر ایک چھوٹی سی کنگھی اور آئینہ نکالا اور ماہر مشاطہ کی طرح اپنے بال بنانے لگا۔ لیکن معلوم ہوتا ہے وہ اس سے مطمئن نہ ہوا کچھ دیر غور کرنے کے بعد اس نے اپنی ٹھوڑی کھجلائی جہاں دس دن کی داڑھی جھاڑ جھنکار کی طرح اُگ آئی ہوئی تھی۔

"اوہ۔ اب یہ شیو کریگا۔ اُلو کہیں کا!" میں نے سوچا۔

گڈ نے چربی کے اس ٹکڑے کو۔ جس سے جوتوں کو چمکایا تھا۔ چشمہ میں دھویا اور پھر چربی پھیلنے میں ہاتھ کو غوطہ دیکر ایک سیفٹی ریزر برآمد کیا۔ چربی کو دیر تک گالوں اور ٹھوڑی پر گھستا رہا۔ پھر ریزر کو بڑھی ہوئی داڑھی پر لگا کر نیچے کی طرف گھسیٹا..... "چرررر" کی آواز آئی اور ساتھ ہی گڈ مارے تکلیف کے اکڑوں ہو بیٹھا۔ "مر گیا یار۔ اس کی ایسی کی تیسی" وہ بڑبڑایا۔

اس نے پھر داڑھی بنانی شروع کی اور ایک طرف کی نصف داڑھی بنانے میں کامیاب ہو گیا.... اسنے دوسرے گال پر ریزر رکھا اور..... "سوں" سے کوئی چیز بجلی کی طرح چمکتی ہوئی گڈ کے سر پر سے گزر گئی وہ بڑبڑا کر اٹھا (اور اس طرح سے کہ اگر سیفٹی ریزر کے بجائے استرا اس کے ہاتھ میں ہوتا تو وہ حلق میں اتر گیا ہوتا) میں بھی اچھل کر اٹھ کھڑا ہوا اور حیران تھا کہ یہ کیا بلا تھی۔

اور جو کچھ میں نے دیکھا، اس کی وجہ سے میرا خون خشک ہو گیا۔ مجھ سے بیس فٹ اور گڈ سے دس فٹ دور عجیب لوگوں کا ایک گروہ کھڑا ہوا تھا۔ اور اس گروہ کے کچھ آگے ایک جوان کھڑا ہوا تھا۔ اب اس نے گڈ کی طرف نیزہ پھینکا اور اس کا ہاتھ ابتک ہوا میں بلند تھا ——— ان لوگوں کے قد لانبے اور جسم سیاہ تھے۔ گردنوں میں ہڈیوں کی مالائیں لٹک رہی تھیں۔ اور جسم پر جانوروں کی کھالیں لپیٹے تھے اور ان کے چوڑے چوڑے چہرے پر آنکھیں بٹن کی طرح ٹنکی ہوئی تھیں۔

دیکھتے ہی دیکھتے ایک بوڑھا شخص آگے بڑھا اور اس نے نوجوان کا ہاتھ پکڑ کر چپکے ہی چپکے اس سے کچھ باتیں کیں اور پھر ان لوگوں کا پورا گروہ نیزے

تا نے ہماری طرف بڑھنے لگا.... امبوپا۔ گڈ اور ہنری نے اپنی اپنی بندوق کی نال ان لوگوں کی طرف کر دی.. لیکن وہ بےخوف و خطر آگے بڑھتے رہے مجھے خیال آیا کہ شاید آج سے پہلے ان لوگوں نے اس قاتل ہتھیار کو دیکھا بھی نہیں

"بندوقیں رکھ دو" میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا اور انھوں نے ایسا ہی کیا۔ میں ڈرتے ڈرتے آگے بڑھا اور اس بوڑھے شخص کو مخاطب کیا جس نے بھالا پھینکنے والے نوجوان سے کانا پھوسی کی تھی۔

"خوش آمدید" میں نے زولو زبان میں کہا (مجھے پتہ نہیں تھا کہ ان لوگوں کی زبان کون سی ہے)

"خوش آمدید" بوڑھے شخص نے ٹوٹی پھوٹی زولو میں کہا جس کا مطلب میں اور امبوپا بخوبی سمجھ گئے۔

"کہاں سے آئے ہو تم لوگ۔؟ اور کون ہو" بوڑھے نے تحکمانہ انداز میں کہا۔ "تم تینوں کے منہ اتنے سفید کیوں ہیں اور اس چوتھے شخص کا رنگ ایسا کیوں ہے جیسے وہ ہماری ہی ماں کا بچہ ہو" اس نے امبوپا کی طرف اشارہ کیا.... میں نے پلٹ کر دیکھا تو واقعی امبوپا کا رنگ اور چہرہ مہرہ ان لوگوں ایسا ہی تھا۔

"ہم لوگ اجنبی ہیں اور لڑائی جھگڑے کے ارادے سے نہیں آئے" میں نے رک رک کر کہا تاکہ وہ میرا مطلب سمجھ جائے۔ "اور یہ شخص ہمارا ملازم ہے۔"

"جھوٹ بکتے ہو تم" بوڑھا گرجا۔ "کوئی بھی انسان ان پہاڑوں کو عبور نہیں کر سکتا جہاں ہر چیز برف بن کر رہ جاتی ہے تم کیسے کہتے ہو تم اجنبی ہو؟

"....اچھا یوں ہی سہی.... تو پھر مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ.... کوئی بھی اجنبی ہماری اس سرزمین کوکوآنہ میں زندہ نہیں رہ سکتا اور یہ ہمارے بادشاہ کا حکم ہے۔"

بوڑھے نے کچھ اشارہ کیا اور تمام لوگوں کے ہاتھ بائیں طرف گئے۔ جہاں ان کی کمروں سے بڑے بڑے تیز چاقو لٹک رہے تھے۔ چشم زدن میں ہماری نگاہوں کے سامنے بجلیاں سی کوند گئیں۔ وہ لوگ اپنے ہاتھوں میں چاقو لیے حکم کے منتظر تھے۔

"کیا بکتا ہے یہ جنگلی؟" گڈ نے پوچھا۔

"وہ ہمیں مار ڈالنے کے لیے تیار کھڑے ہیں.... گڈ دعا کرو ہمارا وقت آپہونچا ہے" میں نے مری ہوئی آواز میں کہا۔

"او خدا- بچائیو" گڈ بڑبڑایا اور اس نے انتہائی پریشانی کے عالم میں اپنے مصنوعی دانتوں کا اوپری چوکھٹا باہر نکالا اور پھر واپس منہ میں چڑھا لیا بوڑھا اور اس کے ساتھی لڑکھڑا کر کئی قدم پیچھے ہٹے۔

"کیا ہوا" میں نے پوچھا۔

"یہ گڈ کے مصنوعی دانتوں کی کرامت ہے" ہنری کی آواز سے خوشی پھوٹی پڑتی تھی، "گڈ خدا کے لیے جلدی سے اپنے دانت باہر نکالو۔"

گڈ نے اپنے دانت نکال کر ہتھیلی پر رکھے اور پھر قمیص کی جیب میں ڈال لیے.... کوکوآنہ کے لوگوں کی آنکھیں مارے حیرت اور خوف کے پھیل گئیں۔ وہ ہمیں ختم کر دینے کا فرض بھول کر لرزتے قدموں سے ہماری طرف بڑھے

"اجنبی لوگو" بوڑھے نے بڑی ملائم آواز میں کہا" کیا وجہ ہے کہ یہ موٹا

شخص (اس نے گڈ کی طرف اشارہ کیا) جس کی ٹانگیں ننگی اور دھڑ ڈھکا ہوا ہے اور جس کے ایک گال پر بال اُگ رہے ہیں اور دوسرا گال ہماری ہتھیلی کے مانند صاف ہے اور جس کی ایک آنکھ ایسی ہے جسے ہم نے آجتک نہیں دیکھا (اس کا اشارہ گڈ کی یک چشمی عینک کی طرف تھا) یہ شخص کس طرح سے جب چاہتا ہے اپنی مرضی کے مطابق اپنے دانتوں کو منہ سے نکال لیتا ہے اور جب چاہتا ہے واپس منہ میں رکھ لیتا ہے ؟"

"گڈ منہ کھولو" میں نے کہا اور اس نے غصہ سے غراتے ہوئے منہ کھول دیا۔ دانت تو وہ پہلے ہی قمیص کی جیب میں رکھ چکا تھا چنانچہ اس کے سرخ سرخ مسوڑے نظر آئے۔

"اس کے دانت کہاں گئے" بوڑھا خوف اور حیرت سے اچھلا" میں نے ابھی ابھی اس کے منہ میں دانت دیکھے تھے۔"

میں نے گڈ کو اشارہ کیا۔ اس نے گردن موڑ کر چپکے سے دانت چڑھائے اور پھر بڑے زور سے "ہاؤ" کہہ کر منہ پھاڑ دیا۔ اس کے مصنوعی دانت منہ میں چمک رہے تھے.... کوکوآنہ کے لوگوں کے منہ سے چیخیں نکل گئیں اور بوڑھا تو اس زور سے لرزا کہ اس کے گھٹنے آپس میں ٹکرانے لگے۔ اور وہ نوجوان جس نے گڈ کی طرف نیزہ پھینکا تھا ہمارے سامنے سجدہ ریز ہو گیا۔

"آپ انسان نہیں ہیں" نوجوان نے کہا: "آجتک دنیا کی کسی عورت نے ایسا بچہ نہیں جنا جس کے ایک گال پر بال ہوں اور ایک آنکھ چمکتی ہوئی ہو اور وہ جب چاہے اپنے دانتوں کو منہ میں پگھلا دے

اور جب چاہے انہیں واپس لے آئے..... ہمیں معاف کرنا۔ آقا"۔

میرے دماغ میں ایک خیال آیا اور میں نے دل ہی دل میں اپنی ذہانت کی داد دیتے ہوئے کہا "ہم نے تمہیں معاف کیا.... نوجوان تم نے ٹھیک سمجھا ہم اس دنیا کے لوگ نہیں جس میں تم بستے ہو..... ہم تو ستاروں کے باسی ہیں اور اس دنیا سے آئے ہیں جسے تم چاند کہتے ہو۔"

کوکوآنہ کے لوگوں کا گروہ بھڑوں کے چھتے کی طرح بھن بھنایا۔

"ہاں" میں نے کہا "ہم ستاروں کی دنیا سے آئے ہیں.... اور دیکھو اے دوستو.... کوئی اور شخص جو تمہارے قبیلہ سے نہ ہو۔ تمہاری زبان میں باتیں کر سکتا ہے؟ نہیں.... لیکن میں کر سکتا ہوں.... اور یہ اس لئے کہ ہم ستاروں سے آئے ہیں"۔

"سچ ہے۔ سچ ہے" تمام لوگوں نے ایک ساتھ کورس کی صورت میں کہا۔

"میرے آقا" بوڑھے نے کہا "آپ ہماری زبان بولتے ضرور ہیں لیکن ٹوٹی پھوٹی اس کی کیا وجہ ہے؟"

میں نے تیز نظروں سے بوڑھے کو گھورا۔ تو اس کے چہرے پر ہوائیاں چھوٹنے لگیں

"کوکوآنہ کے لوگو" میں نے کہا "ہم اتنا طویل سفر کر کے آئے تو تم نے ہمارا استقبال کس طرح کیا، اس نوجوان نے اس شخص کو مار ڈالنے کی کوشش کی جو اپنے دانت پگھلا سکتا ہے.... نوجوان کو اس کی سزا بھگتنی ہو گی"۔

"اسے معاف کر دیجئے میرے آقا" بوڑھا گڑگڑایا "یہ ہمارے بادشاہ کا لڑکا اور میرا بھتیجہ ہے۔ اگر یہ مارا گیا تو اس کا باپ اپنے لڑکے کے عوض میں مجھے قتل کر دیگا۔"

"شاید تم لوگ ہماری طاقت سے واقف نہیں؟ اچھا ٹھہرو میں تمہیں اپنی طاقت کا ایک ادنیٰ کرشمہ دکھاتا ہوں" پھر میں امبوپا سے مخاطب ہوا "میری وہ جادوئی نالی لاؤ جو چلاتی ہے" اور میں نے آنکھوں سے بندوق کی طرف اشارہ کیا۔

امبوپا اٹھا اور اس نے بندوق پیش کرتے ہوئے کہا "لیجئے اے آقاؤں کے آقا اور شاہوں کے شاہ"

ستر گز کی دوری پر ایک اینٹ لوپ کھڑا ہوا تھا۔ اور میں اسی کو نشانہ بنانا چاہتا تھا۔ ایک بے زبان جانور کی جان بے مقصد لینا ایک ظالمانہ فعل ہے۔ لیکن جب اپنی ہی جان کے لالے پڑے ہوں تو اسے بچانے کے لئے ہر شخص جائز و ناجائز طریقے اختیار کرتا ہے۔

"تم اس چوپائے کو دیکھ رہے ہو نا" میں نے اینٹ لوپ کی طرف اشارہ کیا "کیا ایک حقیر انسان جو ایک فانی عورت کے بطن سے پیدا ہوا ہو یہیں کھڑے کھڑے ایک دھماکے کی آواز کیساتھ اسے مار گرا سکتا ہے؟"

"نہیں۔ میرے آقا" بوڑھے نے کہا۔

"لیکن ہم ایسا کر سکتے ہیں۔"

"میرے آقا۔ مذاق کر رہے ہیں" بوڑھا مسکرایا۔

"تو تمہارا خیال ہے کہ میں جھوٹ کہتا ہوں؟ اچھا دیکھو" میں نے مصنوعی غصہ سے کہا.... اور بندوق اٹھائی.... نشانہ خطا ہونیکی صورت میں تمام بنے بنائے کھیل کے بگڑ جانے کا اندیشہ تھا.... اینٹ لوپ بے حس و حرکت کھڑا ہوا تھا۔

خدا کا نام لیکر میں نے گھوڑا چڑھایا اور لبلبی دبا دی...... "دھائیں"
.... اینٹ ٹوپ ہوا میں اچھلا اور دروازے سے نکلی ہوئی کیل کی طرح بیجان
ہو کر زمین پر گرا۔
کرکوآنہ کے لوگوں کا پورا گروہ ہمارے سامنے سجدہ ریز تھا۔
"اگر تم اس کا گوشت کھانا چاہتے ہو تو جاؤ اسے لے آؤ" میں نے بڑے
سکون سے کہا۔
بوڑھے کے اشارے پر ایک شخص گروہ میں سے نکل کر اینٹ ٹوپ کی طرف
چلا اور اسے کاندھے پر لادے ہماری خدمت میں حاضر ہوا.... گولی اینٹ ٹوپ
کی گردن میں لگی تھی.... تمام لوگ اینٹ ٹوپ کے گرد حلقہ باندھ کر کھڑے ہو گئے۔
"دیکھا۔ میں جھوٹ نہیں کہتا تھا" میں نے کہا۔
وہ لوگ خاموش رہے۔
"اگر اب بھی تم کو ہماری طاقت پر شک ہو۔ تو تم میں سے ایک شخص اسی جگہ جا
کھڑا ہو جہاں یہ چوپایہ کھڑا تھا۔ میں اسے بھی مار گراؤں گا۔" میں نے ان پر اور
زیادہ رعب جماتے ہوئے کہا۔
اور لوگ تو خاموش رہے لیکن بادشاہ کا رڈ کا بوڑھے سے مخاطب ہوا "بچا
تم اس جگہ جا کر کھڑے ہو جاؤ۔ یہ جانور جادو کے زور سے مرا ہے۔ اور جو جادو
جانوروں پر اثر انداز ہو وہ انسانوں کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔
بوڑھے کو اس کی یہ تجویز بہت ہی بری معلوم ہوئی۔ چنانچہ وہ منہ بنا کر بولا۔
[illegible] آنکھوں نے کافی تماشہ دیکھ لیا۔ یہ لوگ بہت بڑے

جادوگر ہیں.... ہم انہیں بادشاہ کے حضور لئے چلتے ہیں۔ اور تم اگر ان کے جادو کا اور تماشہ دیکھنا چاہتے ہو تو بادشاہ ہی کو سامنے کھڑا کرنا تاکہ یہ جادوگی نالی اسکا سے بات کرے.."

معلوم ہوتا ہے چچا بھتیجے میں بنتی نہیں تھی۔

"ان کے جادو کو ہمیں اپنے جسموں پر آزمانا نہیں چاہیئے" ایک شخص نے کہا" ان لوگوں کے پاس ایسا جادو ہے کہ کوکوآنہ کے تمام جادوگر مل کر بھی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے.."

"تم ٹھیک کہتے ہو" بوڑھے نے کہا" اے ستاروں کی اولاد.... اور اے چمکتی آنکھ اور جادوئی دانت والو اور اے بادو باراں کے دیوتاؤ.......

میرا نام انفادوس ہے..... اور میں کافا کا لڑکا ہوں جو کوکوآنہ کا بادشاہ تھا اور اس جوان کا نام سکارگا ہے اور یہ موجودہ بادشاہ کا لڑکا ہے.."

"اس ظالم نے تو مجھے ختم ہی کر دیا تھا۔ کون جانے کونسی نیکی آڑے آگئی جو میں بچ گیا" گڈ بڑبڑایا۔

"سکارگا۔ ہمارے شہنشاہ ٹوالہ کا لڑکا ہے" بوڑھے نے کہا" وہ ٹوالہ جو ہزاروں عورتوں کا خاوند ہے اور کوکوآنہ کا آقا اور خدا ہے.... وہ ٹوالہ جو بڑے راستہ کا محافظ ہے۔ وہ انسان کے روپ میں دیوتاؤں کا قہر ہے..... ٹوالہ کے حضور میں ایسے لوگ حاضر رہتے ہیں جو کالا جادو جانتے ہیں.... اس کے جلو میں بے شمار انسانوں کا لشکر ہے.... ٹوالہ جس کی ایک آنکھ ہے۔ جس کا دل پتھر ایسا سخت اور جس کا رنگ زہریلے سانپ ایسا ہے۔ ٹوالہ جو بڑی جاہ و حشمت

والا اور قہار و جبار ہے۔"

"اچھا تو ہمیں ٹوالہ کے حضور میں لے چلو" میں نے کہا۔ "ادنیٰ انسانوں سے بات کرنا ہماری شان کے خلاف ہے۔"

"آپ کے حکم کی تعمیل میں ہمیں کوئی عذر نہیں" انفادوس نے کہا۔ "لیکن راستہ تین روز کا ہے۔"

"کوئی بات نہیں۔ ہم راستے کی تکالیف سے مر نہیں جائیں گے..... کیونکہ ہمارے لئے فنا نہیں.... چلو ہماری راہبری کرو.... اور دیکھو انفادوس اور سکار گا۔ میں تمہیں خبردار کرتا ہوں ہم سے کوئی چالبازی کرنے کی کوشش نہ کرنا۔ خیالات کا پتہ ہمیں پہلے ہی سے چل جاتا ہے.... اور جب ہمیں تمھارے بُرے خیالات کا پتہ چلیگا تو اس شخص کی جادوئی آنکھ سے (میں نے گڈ کی طرف اشارہ کیا) تیز تیز شعاعیں پھوٹیں گی جو تمہیں اور تمہارے پورے ملک کو جلا کر خاک سیاہ کر دیں گی۔ اس کے دانت تمہاری ہڈی پسلی تک چبا لیں گے ہماری جادوئی نالیاں کوہ آتش پر گرجیں گی۔ اور پل بھر میں ہر چیز کو فنا کر کے رکھ دیں گی۔"

میری اس لمبی چوڑی تقریر کا ان لوگوں پر خاصا اثر ہوا۔

"کوم۔ کوم" انفادوس نے کہا (بعد میں ہمیں پتہ چلا کہ یہ وہاں کا شاہی سلام تھا).... انفادوس کے اشارے سے اس کے ساتھیوں نے ہمارا تمام سامان۔ سوائے بندوقوں کے اٹھا لیا۔ قارئین کو یاد ہو گا کہ گڈ نے اپنے کپڑے دھو کر گھاس پر پھیلائے تھے اور وہ صرف قمیص اور لنگوٹ پہنے

ہوئے تھا.... ایک شخص نے گڈ کے کپڑے اٹھا کر اپنی بغل میں دبائے...
گڈ نے دیکھا اور وہ گالیاں بکتا اپنے کپڑوں کی طرف لپکا۔ وہ شخص جو گڈ کے
کپڑے اُٹھائے ہوئے تھا۔ اُچھل کر ایک طرف ہو رہا۔

"میرے آقا۔ آپ کا سامان یہی شخص اٹھائیگا" انفادوس نے کہا۔
"لیکن میں اپنے کپڑے پہننا چاہتا ہوں۔ بیوقوف گدھے" گڈ گرجا۔
امبوپا نے گڈ کی بات انفادوس کو سمجھا دی۔

"میرے آقا۔ کیا آپ ہم سے خفا ہو گئے ہیں۔ جو اپنے ان خوبصورت
ہاتھی دانت ایسے پیروں کو ہم غلاموں کی نظروں سے چھپانا چاہتے ہیں؟
انفادوس نے کہا

"کیا خر دماغوں سے پالا پڑا ہے" گڈ بڑبڑایا اور میں ہنس پڑا۔
"دیکھو گڈ" ہنری نے کہا۔ "تم ان لوگوں کے سامنے عجیب ہیئت میں
میں آئے ہو۔ اور جبتک ہم ان لوگوں میں ہیں تمہیں صرف قمیص اور جوتے
پہن کر رہنا ہو گا اور یاد رہے یک چشمی عینک کبھی تمہاری آنکھ سے نہ اُترے"

"ہنری ٹھیک کہتے ہیں گڈ" میں نے کہا "اور یہ بھی یاد رکھو کہ تمہاری
داڑھی اسی طرح سے نصف منڈی ہوئی رہنی چاہیئے۔ اگر ان چیزوں میں
سے کسی ایک میں بھی تبدیلی ہوئی اور ہمارا راز فاش ہوا۔ تو یہ لوگ سخت
تکلیف دیکر ہمیں ماریں گے"۔

"کوارٹرمین۔ واقعی تم سنجیدہ ہو؟ گڈ نے پوچھا۔
"ہاں۔ گڈ۔ میں مذاق نہیں کر رہا... تمہارے یہ خوبصورت سفید

پیر" اور اس یک چشمی عینک سے ہمارا مستقبل وابستہ ہے۔ شکر کرو کہ تم جوتے پہنے ہوئے ہو۔"

گڈ نے ٹھنڈی سانس لی۔ لیکن کچھ کہا نہیں۔ اس نئی زندگی کا عادی ہونے میں اسے پندرہ روز لگ گئے۔

آٹھواں باب

کوکوآنہ میں داخلہ

ساری دوپہر ہم شاہراہ سلیمان پہ چلتے رہے۔ انفادوس اور سکارگاہم لوگوں کے شانے بہ شانہ اور اس کے ساتھی ہمارا سامان اٹھائے ہم سے چند قدم آگے آگے چل رہے تھے۔

"انفادوس یہ راستہ کس نے بنایا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"میرے آقا۔ کوئی نہیں جانتا کہ یہ راستہ کب اور کس نے بنایا ہے..... ایک گگول ہے۔ جو اس راستہ کے بارے میں سب کچھ جانتی ہے۔ گگول ہمارے بادشاہ کی نامی جادوگرنی ہے اور وہ پشت ہا پشت سے زندہ ہے.... اب کوئی بھی فانی انسان ایسا فراخ اور مضبوط راستہ نہیں بنا سکتا۔ اس لئے ہمارا بادشاہ خاص طور پر اس راستہ کی حفاظت کرتا ہے۔"

"اچھا تو وہ تصویریں کس نے بنائی جو اسی راستہ کی ایک سرنگ میں ہیں۔"

"جن لوگوں نے راستہ بنایا ان ہی لوگوں نے وہ تصویریں بنائی ہونگی

میں عرض کر چکا ہوں میرے آقا کہ کوئی بھی اس راستہ کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا۔"

"تمہارا قبیلہ یہاں کب سے آباد ہے؟"

"یہ بات ہمارے بوڑھوں نے ہمیں بتائی تھی کہ ہمارا قبیلہ صدیوں سے یہاں آباد ہے..... ہمارے آباد اجداد شمال کی طرف سے یہاں آئے تھے۔ گگول جو کوکوآنہ کی عظیم ترین شخصیت ہے اور جو ماضی اور مستقبل کے بارے میں جانتی ہے۔ وہ بھی یہی کہتی ہے۔ اس ملک کی آب و ہوا نہایت موزوں ہے اس لئے ہمارے اجداد کا خاندان یہاں پھیلا بڑھا.... انکی اولاد یہاں رہکر بہادر اور طاقتور ہوگئی۔ اب ہماری تعداد ریت کے ذروں اتنی ہوگئی ہے۔ اور جب ٹوالہ ہمیں جنگ کیلئے پکارتا ہے تو ہماری تعداد سے روئے زمین کا کافی حصہ ڈھک جاتا ہے۔"

"جنگ کیلئے؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ جبکہ کوکوآنہ شہر پناہ یہ ناقابل عبور پہاڑ ہیں تو پھر ایسا کون بہادر ہوگا جو ان پہاڑوں کو عبور کر کے تم پر حملہ کرے؟"

"شمال کی طرف پہاڑ نہیں ہیں۔ اور اکا دکا ہیں بھی تو معمولی۔ اسی طرف سے ہم سے تین پشتیں پہلے کچھ انجانے لوگ ہم پر چڑھ آئے تھے... بڑا گھمسان کا رن پڑا تھا اس وقت۔ ہمارے بہادروں نے دشمن کے دانت کھٹے کر دیئے تھے۔ اور ان کے ہزاروں آدمی کھیت رہے تھے۔ تب سے آجتک کوئی ایسی جنگ نہیں ہوئی۔"

"تب تو تمہارے ملک کے سپاہی بیکار پڑے پڑے عاجز آگئے ہوں گے

اور ان کے ہتھیار زنگ آلود ہو گئے ہوں گے۔"

"یہ بات نہیں میرے آقا۔ تین پشتوں پہلے جو جنگ ہوئی تھی۔ اس کے بعد بھی ایک جنگ ہوئی۔ لیکن وہ خانہ جنگی تھی۔ یعنی کتا کتے کو کھا رہا تھا۔"

"وہ کیسے؟"

"ٹوالہ .... جو میرا سوتیلا بھائی ہے۔ اس کا ایک اور بھی بھائی تھا ..... دونوں ہم عمر تھے .... اب یہ ہمارے یہاں کا قانون ہے کہ جب دو بچے شاہی گھرانے میں ایک ہی عمر کے ہوں تو کمزور بچے کو قتل کر دیا جاتا ہے اور تاج و تخت کا وارث طاقتور بچہ بنتا ہے۔ لیکن مرحوم بادشاہ کی بیوی کو اپنے کمزور بچے سے بہت محبت تھی۔ چنانچہ اس نے اسے کہیں چھپا دیا۔ تاکہ وہ زندہ رہے۔ یہی بچہ ٹوالہ ہے جو اس وقت کوکوآنہ کا بادشاہ ہے۔"

"اچھا پھر"

"پھر میرے آقا یوں ہوا کہ۔ کافا۔ میرا اور ٹوالہ کا باپ مر گیا۔ اور اس کی جگہ اس کے لڑکے ایاٹو کو بادشاہ بنایا گیا اور اس کے گھر ایک لڑکا پیدا ہوا۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ ہم لوگوں نے ابھی جنگ سے فراغت پائی تھی اور ملک میں سخت قحط پڑا ہوا تھا.... اسوقت گگول نے لوگوں سے کہا کہ ملک پر دیوتاؤں کا غضب قحط کی شکل میں اس لئے نازل ہوا ہے کہ ایاٹو ہمارا بادشاہ ہے۔ اس وقت ایاٹو ایک زخم کی وجہ سے اپنے جھونپڑے میں پڑا ہوا تھا۔ گگول ایک جھونپڑے میں گھس گئی اور ٹوالہ کو اپنے ساتھ لے آئی۔ جس کو اس نے پہاڑوں اور جنگلوں میں اب تک چھپا رکھا تھا۔ گگول نے ٹوالہ کے جسم پر سے

کپڑے ہٹاکر لوگوں کو بتایا کہ اس کے کمر کے گرد سانپ کی تصویر بنی ہوئی ہے (یہ ہمارے ملک کے شاہی خاندان کی نشانی ہے) یہ تصویر لوگوں کو بتاکر گگول نے کہا کہ اے لوگو تمہیں میرا مشکور ہونا چاہئے کہ میں نے تمہارے حقیقی بادشاہ کی ابتک حفاظت کی ہے اور تمہاری بھلائی اسی میں ہے کہ تم ٹوالہ کو کوآنہ کا بادشاہ تسلیم کرو۔

لوگ بھوک سے پاگل ہو رہے تھے انہیں اچھے برے کی تمیز نہیں تھی اور گگول کے علم پر انہیں پورا اعتبار تھا۔ چنانچہ وہ چلائے " ہمارا بادشاہ۔ ہمارا بادشاہ ..... میں جانتا تھا کہ یہ سب دھوکا ہے ٹوالہ کوکوآنہ کا حقیقی بادشاہ نہیں ہے۔ لیکن میں اکیلا کیا کرسکتا تھا۔ شور سنکر ایاڈو بستر سے اٹھا اور اپنی وفادار بیوی نکے کاندھے کا سہارا لیکر جھونپڑی کے دروازے پر آیا۔ پیچھے پیچھے اس کا لڑکا اگنوسی بھی دروازے پر آ کھڑا ہوا۔

" یہ کیسا شور ہے" ایاڈو نے پوچھا " اور تم بادشاہ بادشاہ کیوں چلا رہے ہو۔"

ٹوالہ بھوکے کتے کی طرح اپنے رحمدل اور انصاف پسند بھائی کی طرف لپکا۔ اور اسے بالوں سے پکڑ کر زمین پر دے پٹخا اور اسکی چھاتی پر سوار ہوکر اپنا چاقو ایاڈو کے سینہ میں دستہ تک اتار دیا لوگ چلائے کہ ٹوالہ ہمارا بادشاہ ہے اور تب مجھے پتہ چلا کہ چشم زدن میں کتنا بڑا انقلاب ہو گیا۔

" لیکن اس کی بیوی اور اگنوسی کا کیا بنا" میں نے پوچھا " کیا ٹوالہ نے ان دونوں کو بھی قتل کر دیا۔"

"نہیں میرے آقا۔ بدقسمت رانی نے جب دیکھا کہ اسکی خوشیوں کا سورج غروب ہو گیا ہے تو اس نے جلدی سے اپنے بچے کو اٹھایا اور ایک طرف بھاگ نکلی۔ دو روز بعد بھوک اور پیاس سے خستہ حال وہ پھر کوکوآنہ میں آئی۔ لیکن کسی نے اس مصیبت کی ماری کو خشک روٹی کا ایک ٹکڑا تک نہیں دیا۔ لیکن جبکہ رات ڈھل رہی تھی ایک چھوٹی سی لڑکی روٹی لئے لوگوں کی نظروں سے بچتی رانی کے پاس گئی اور اسے کھانے کو دیا.... بدنصیب بیوہ نے اس لڑکی کو دعائیں دیں۔ اور اگنوسی کو سینہ سے لگائے اس برف پوش پہاڑوں کی طرف نکل گئی۔ تب سے ابتک کسی نے اگنوسی اور اس کی ماں کو نہیں دیکھا۔ یقین ہے کہ وہ ان پہاڑوں میں مع اپنے بچے کے اکڑ کر مر گئی ہوگی۔"

"تو اگر اگنوسی زندہ ہوتا تو وہی کوکوآنہ کا بادشاہ ہوتا۔"

"جی ہاں میرے آقا۔ اس کی کمر کے گرد بھی سانپ کی تصویر بنی ہوئی ہے۔ لیکن افسوس مدت ہوئی کہ وہ اور اس کی ماں اس دنیا کو چھوڑ گئے۔"

ہم خاموشی سے چلتے رہے۔

"وہ دیکھئے میرے آقا" انفادوس نے چند جھونپڑیوں پر مشتمل ایک گاؤں کی طرف اشارہ کیا" یہی وہ گاؤں ہے جہاں اگنوسی کی ماں آخری مرتبہ دیکھی گئی تھی..... ہم آج اسی گاؤں میں قیام کریں گے..... لیکن اگر آپ کی مرضی ہو تب۔"

"انفادوس جبکہ ہم تم لوگوں کیساتھ ہیں تو تمہاری مرضی ہماری مرضی ہے" میں نے کہا اور ہنری کو مخاطب کرنے کے لئے پیچھے مڑا اور امبوپا سے ٹکرا گیا۔ جو میری اور انفادوس کی باتیں بڑی توجہ سے سن رہا تھا۔ امبوپا کے چہرے سے غم و

غصہ ٹپک رہا تھا اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ وہ کچھ یاد کرنے کی کوشش کر رہا ہو۔

باتوں باتوں میں ہم نے کافی راستہ طے کر لیا تھا۔ کوہِ سبا کی برف پوش چوٹیاں کافی پیچھے چھوٹ گئی تھیں ..... اور اس طرف سے آتی ہوئی یخ بستہ ہوا یہاں آکر بہت خوشگوار ہو گئی تھی۔ چاروں طرف ہری بھری گھاس کے قطعے پھیلتے چلے گئے تھے۔

انفادوس نے ایک شخص کو ہماری آمد کی اطلاع دینے کیلئے گاؤں کی طرف دوڑا دیا تھا۔ یہ شخص ہم سے جدا ہو کر حیران کن تیزی سے بھاگا تھا اور بقول انفادوس اس تیزی سے تمام راستہ بھاگتا چلا گیا تھا۔ اور انفادوس نے یہ بھی بتایا تھا کہ تیزی سے بھاگنا کوکوآنہ کا خاص فن تھا اور بچپن سے ہی اس کی تعلیم ہر ایک کیلئے فرض قرار دی گئی تھی۔

جب ہم اس گاؤں سے دو میل دور تھے تبھی سے گاؤں کے لوگ جوق در جوق ہماری طرف آ رہے تھے۔ ان کی تعداد میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ ہنری نے اپنا ہاتھ میرے کندھے پر رکھ کر اندیشہ ظاہر کیا کہ اس میں ان لوگوں کی کوئی چال نہ ہو۔ ہنری کے خوفزدہ لہجے کی وجہ سے انفادوس اس کا مطلب سمجھ گیا۔

"آپ لوگ کچھ خوف نہ کریں" انفادوس نے کہا۔ "میں ان لوگوں کا افسر ہوں اور یہ میرے حکم کے مطابق آپکا استقبال کرنے آ رہے ہیں۔"

میں نے مسکرا کر سر ہلایا۔ لیکن دل میں میرے بھی کھد بد ہو رہی تھی۔

گاؤں سے کوئی نصف میل دور راستہ ایک ٹیلہ پر سے ہو کر گزرتا تھا ٹیلہ کے پرلی طرف میدان چھٹا ہوا تھا اور اس میدان میں لوگ گروہ در گروہ

جمع ہو رہے تھے۔ یہ واقعی ایک عجیب نظارہ تھا۔ ہر ایک گروہ میں تین سو کے
قریب سپاہی تھے۔ ان کے ہاتھوں میں نیزے اور چاقو تھے ان کے جسم رنگ برنگی
کھالوں میں لپٹے ہوئے تھے اور جب ہم ٹیلہ سے نیچے اترے تو تین ہزار چھ سو سپاہی
راستہ کے دونوں طرف قطار بنا کر کھڑے ہو گئے۔

ہم پہلے دستہ کے قریب سے گزرے۔ اور ہماری نگاہوں نے ایسے سپاہیوں
کو دیکھا جنہیں آج سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ تمام سپاہی پکی ہوئی عمروں کے
تھے۔ کسی کی بھی عمر تیس چالیس سال سے کم نہیں تھی۔ ہر ایک شخص قد وقامت
میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔ تمام لوگوں کے قد چھ فٹ یا اس سے چند انچ
بلند تھے۔ پیشانی پر بندھی ہوئی چمڑے کی پٹی میں رنگ برنگی پر لگے ہوئے تھے۔
کمر کے گرد اور دائیں پاؤں کے گھٹنے سے کچھ اوپر بیلوں کی ایسی دمیں بندھی
ہوئی تھیں۔ وہ لوگ اپنے بائیں ہاتھ میں بیس فٹ گولائی کی ڈھالیں اٹھائے
ہوئے تھے۔ ڈھالوں کے کنارے پیٹ پیٹ کر کاغذ کی مانند باریک کر دئے
گئے تھے اور اس پر عجیب وغریب نقش ونگار بنے ہوئے تھے جو ہماری فہم سے بالاتر
تھے۔ ان کے ہتھیار بہت مختصر لیکن مہلک تھے۔ ہتھیاروں میں ایک تو چھوٹا سا
نیزہ تھا۔ جس کا پھل چھ انچ لمبا اور اتنا ہی چوڑا تھا۔ یہ نیزے دست بدست
جنگ میں استعمال ہوتے تھے... اور ان سے زخم کھایا ہوا انسان کسی صورت میں
بچ نہیں سکتا تھا۔ علاوہ اس کے ہر ایک سپاہی کے پاس تین تین بھاری
چاقو تھے۔ جن کا وزن تین پاؤنڈ سے کم نہیں ہوگا۔ ایک چاقو تو انکی کمر کے
گرد لپٹی ہوئی بیل کی دم میں لپٹا رہتا اور دو ڈھالوں کے پیچھے بنی ہوئی

چمڑے کی خولوں میں لگے رہتے .... ان چاقوؤں کو "ٹولاس" کہتے ہیں۔ یہ پھینک کر مارے جاتے تھے۔ یہ چاقو سنسناتا ہوا پچاس گز تک جاتا تھا۔ ازمنہ وسطیٰ میں جو کام تیروں سے لیا جاتا تھا وہی کام ٹولاس انجام دیتے تھے۔

ہم ان لوگوں کے بیچ میں سے گزرنے لگے۔ ان کے افسر نے اپنا نیزہ ہوا میں بلند کیا۔ تو ساتھ ہی ہزاروں نیزے ہوا میں بلند ہوئے اور شاہی سلام کے الفاظ "کوم کوم" سے گردو پیش کی زمین تھرا اٹھی۔

اسی طرح سے سلام وصول کرتے ہوئے ہم لوگ گاؤں کے گرد ایک میل کی گولائی میں کھدی ہوئی خندق تک پہونچ گئے۔ خندق کے پرلی طرف گاؤں کی شہر پناہ تھی جو بانس اور درخت کے موٹے موٹے تنوں کی مدد سے بنائی گئی تھی.... گاؤں کے صدر دروازے کے قریب ایک پل سا بنا ہوا تھا جو موٹے موٹے رسوں کی مدد سے خندق پر سے اٹھایا اور وقت ضرورت گرا دیا جاتا تھا.... ہم اس پل پر سے گزر کر کرال[1] میں داخل ہوئے۔

کرال کے بیچوں بیچ سے چار راستے ایک دوسرے کو کاٹتے ہوئے چار سمتوں کی طرف جا رہے تھے.... اور جھونپڑیاں راستوں کے ایک طرف زرا میدان میں بڑے سلیقہ سے بنی ہوئی تھیں۔ جھونپڑیوں کے دروازے غیر ضروری حد تک اونچے اور چوڑے تھے۔ ہر ایک جھونپڑی کے سامنے ایک

---

[1] افریقہ کے غیر مہذب قبیلوں کی بستی کو کرال کہتے ہیں۔
مظہر الحق علوی

چھوٹا سا صحن چھٹا ہوا تھا جو گائے اور بیل کے گوبر سے لیپ پوت کر تیار کیا گیا تھا۔

کرال میں داخل ہوئے تو سڑک کے دونوں کناروں پر بے شمار عورتیں کھڑی حیرت اور خوف سے ہم لوگوں کو دیکھ رہی تھیں۔ افریقہ کی دیگر وحشی اقوام کے مقابلہ میں یہ عورتیں قبول صورت اور تندرست و توانا تھیں۔ ہونٹ بھی کچھ زیادہ موٹے نہیں تھے۔ وہ ہماری طرف اشارے کر کر کے حیرت سے آپس میں کانا پھوسی کر رہی تھیں۔ ایک دم سے انفادوس کو جانے کیا سوجھی کہ اس نے گڈ کی ننگی ٹانگوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس کے خوبصورت سفید پیروں کی شان میں بلند آواز سے ایک پورا قصیدہ کہہ مارا... تمام عورتوں کی نگاہیں گڈ کی ٹانگوں پر مرکوز ہو گئیں اور گڈ بیچارے کا رنگ مارے شرم کے سرخ ہو گیا۔

انفادوس چھوٹی چھوٹی جھونپڑیوں کے بیچ میں بنے ہوئے ایک جھونپڑے کے قریب پہونچ کر رک گیا۔ "تشریف لائیے میرے آقا" اس نے کہا "ہماری اس معمولی جھونپڑی میں آرام کیجئے۔ ہم آپ کے کھانے کے لئے اسی وقت شہد دودھ۔ ایک بیل اور چند مینڈھے لاتے ہیں... آپ کو یہ چیزیں شاید کچھ زیادہ مزہ نہ دیں لیکن...."

"نہیں انفادوس" میں نے کہا "یہ چیزیں ہمارے لئے کافی ہیں۔ اس وقت ہم بہت زیادہ تھکے ہوئے ہیں اور فی الحال آرام کرنا چاہتے ہیں۔"

ہم جھونپڑی میں داخل ہوئے... فرش پر ہمارے سونے کے لئے ملائم

بالوں بھری کھالیں بچھی ہوئی تھیں۔ اور ایک کونے میں منہ ہاتھ دھونے کے لئے ایک لکڑی کے پیالے میں پانی بھرا ہوا تھا۔

باہر سے کچھ شور و غل سنائی دیا۔ ہم گھبرا کر جھونپڑی کے دروازے کی طرف لپکے (ہر گھڑی ہمیں اپنی جانوں کا دھڑکا لگا ہوا تھا) چند آدمی ہاتھوں میں شہد اور دودھ بھرے ہوئے پیالے لئے ہماری طرف آ رہے تھے۔ ایک نوجوان ایک موٹے تگڑے بیل کو کھینچتا چلا آ رہا تھا۔ ہم نے بڑی تمکنت سے گردن ہلا کر ان تحفوں کو قبول کیا..... فوراً ہی ایک شخص اپنا چاقو لہراتا ہوا ایک طرف سے آیا اور چشم زدن میں بیل کو ذبح کر کے رکھ دیا..... بیل کا اچھا اچھا گوشت کاٹ کر ہمارے لئے رکھ دیا گیا اور باقی کے گوشت پر اردگرد کھڑے ہوئے لوگ جھپٹ پڑے۔ اور ستاروں کے باشندوں کے اس عطا کردہ تبرک پر جھگڑا ہوتے ہوتے رہ گیا۔

امبوپا ایک لڑکی کے ساتھ بڑی مستعدی سے کھانا تیار کرنے لگا۔ جھونپڑی کے سامنے گڑھا کھود کر چولہا بنایا گیا اور مٹی کے ایک دیگچی میں گوشت بھر کے چولہے پر چڑھا دیا گیا۔ جب کھانا پک کر تیار ہو گیا تو ہم نے سکارگا اور انفادوس کو اپنے ساتھ کھانے میں شریک ہونے کی دعوت دی۔

وہ دونوں شکر گذاری سے گردنیں جھکائے فوراً آ گئے اور ہم کھانے کے لئے چھوٹی چھوٹی چوکیوں پر۔ جس کا یہاں عام رواج تھا۔ جم گئے..... انفادوس کا دل ہماری طرف سے صاف تھا اور وہ بڑے خلوص اور انکساری سے باتیں کر رہا تھا۔ لیکن سکارگا کی آنکھوں سے کینہ اور نفرت ٹپک رہی تھی اور وہ ہمیں

مشکوک اور غضبناک نظروں سے گھور رہا تھا۔ ہماری سفید رنگت اور بندوق
کے جادو سے اور لوگوں کی طرح سرکار گا بھی مرعوب ضرور ہوا تھا۔ لیکن جب
اس نے ہمیں عام لوگوں کی طرح کھاتے اور باتیں کرتے دیکھا تو اس کے دل
سے ہمارا تمام رعب داب رخصت ہو گیا۔ یہ واقعی ایک خطرناک بات تھی اور میں
اس کی وجہ سے اپنے دل میں خوف کی تیز دھڑکن محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا۔

"کوارٹرمین" کھانا چکنے کے بعد ہنری نے کہا" ان لوگوں سے دریافت تو
کرو کہ میرا بھائی یہاں آیا تھا یا نہیں۔ اور اگر آیا تھا تو کس طرف گیا۔ اور
زندہ بھی ہے کہ نہیں۔"

"ہنری جلد بازی سے کام نہ لو۔ یہ بات دریافت کرنا ابھی مناسب نہیں
وقت آنے پر سب کچھ خود بخود معلوم ہو جائیگا" میں نے کہا۔

ہم نے پائپ جلائے تو ہمارے ارد گرد کھڑے ہوئے لوگوں اور انفادوس
کو حیرت زدہ ہونے کا ایک اور موقع ملا۔ ہمارے منہ سے دھواں نکلتے دیکھ کر وہ مارے
حیرت اور خوف کے کئی قدم پیچھے ہٹ گئے۔ اس ملک میں تمباکو کافی تعداد میں پیدا
ہوتا تھا لیکن وہ تمباکو کے اس نئے استعمال سے ناواقف تھے۔

میں نے انفادوس سے دریافت کیا کہ اب ہم آگے کب روانہ ہوں گے۔ اور
یہ جان کر مجھے واقعی خوشی ہوئی کہ سفر کی تیاریاں مکمل ہو چکی ہیں اور ہم کل صبح ہی روانہ
ہو جائیں گے۔ ٹوالہ کو ہماری آمد کی اطلاع دینے کے لئے آدمی دوڑا دیے
گئے تھے۔ وہ اس وقت اپنے دارالسلطنت "لو" میں مقیم تھا۔ اور اس جگہ
سالانہ میلے کی بڑے زور شور سے تیاریاں ہو رہی تھیں یہ میلہ ہر سال وہاں جون

کے مہینہ میں ہوتا۔ پورے ملک کے لوگ میلے میں جمع ہوتے اور کوکوآنہ کی مشہور رسم "چڑیلوں کا رقص" (جس کا ذکر آگے آئیگا) ادا کی جاتی تھی۔

ہم لوگوں کو پو پھٹتے ہی روانہ ہونا تھا۔ انفادوس ہمارے ساتھ جا رہا تھا۔ اور اس کا خیال تھا کہ اگر راستہ میں کوئی حادثہ نہ ہوا یا اگر ندیوں کا پانی نہ چڑھ آیا تو ہم دوسرے روز شام تک "لو" پہونچ جائیں گے۔

انفادوس اور سکار گا کو رخصت کر کے ہم کھالوں پر دراز ہو گئے.....

سونے سے پہلے میں نے دیکھا کہ امبوپا جھونپڑی کے ایک کونے میں سر جھکائے بیٹھا کچھ سوچ رہا تھا۔ کبھی تو اس کا چہرہ مارے غصہ کے چمکنے لگتا اور کبھی وہ خود بخود مسکرا اٹھتا.... نیند سے میری آنکھیں بوجھل ہو رہی تھیں اس لئے میں امبوپا کی اس حالت پر غور نہ کر سکا۔ اور جانے کب سو گیا۔

نواں باب

لوالہ کے حضور میں

شاہراہ سلیمان پر ہم دو روز تک چلتے رہے۔ اس سفر کی تفصیلات سے میں اپنے قارئین کو اکتانا نہیں چاہتا۔ بس اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ جیسے جیسے ہم آگے بڑھ رہے تھے کرالوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ تمام کے تمام کرال ایک ہی ڈھنگ سے بنائے گئے تھے اور ہر کرال میں ہمارا شاندار استقبال کیا گیا۔ راستہ میں ہمیں عورتوں اور مردوں کے گروہ ملتے رہے جو

"لو" کی طرف سالانہ میلے میں شریک ہونے کے لئے جارہے تھے۔ یہ دیکھ کر مجھے ذاتی تعجب ہوا کہ کوکوآنہ کا ہر باشندہ ایک اچھا سپاہی تھا۔

دوسرے روز شام کو ہم نے ایک بلند مقام پہ قیام کیا۔ اور نیچے۔ بالکل ہمارے قدموں تلے ایک سبزہ زار قطعہ پہ "لو" پھیلا ہوا تھا۔ یہ کرال کوکوآنہ میں سب سے بڑا تھا۔ اور اس کے کنارے پہ چاروں طرف خاص قسم کی جھونپڑیاں بنی ہوئی تھیں اور یہ گویا سپاہیوں کی بارکیں تھیں۔ کرال کے شمال میں ایک پہاڑ ہلال کی شکل میں دور تک پھیلتا چلا گیا تھا......

"لو" کو دو حصوں میں تقسیم کرتی ہوئی ایک ندی بیچوں بیچ سے گزر رہی تھی اس ندی پر جگہ جگہ پل بنے ہوئے تھے۔ اور ندی سے ساٹھ ستر میل دور بلند پہاڑ تھے جن کی چوٹیاں برف پوش تھیں۔

"یہ بڑا راستہ ان پہاڑوں تک جاکر ختم ہو جاتا ہے" انفادوس نے ان برف پوش پہاڑوں کی طرف اشارہ کیا جو کوکوآنہ میں "تین چڑیلیں" کے نام سے مشہور تھے۔

"یہ راستہ وہاں کیوں ختم ہو جاتا ہے؟" بظاہر میں نے ایک بے ڈھنگا سوال کیا۔

"کون جانے" انفادوس نے کندھے جھٹک کر جواب دیا "ان پہاڑوں میں بہت سے غار ہیں۔ بیچ میں ایک بہت بڑا غار ہے۔ اور یہ غار وہ جگہ ہے جس میں کچھ چیزیں ہیں۔ اور انہیں حاصل کرنے کے لئے ہمارے آباؤ اجداد یہاں آئے تھے.... اور اسی جگہ وہ مقام بھی ہے جو 'موت کا کرہ' کہلاتا

ہے اور جہاں ہمارے مُردے رکھے جاتے ہیں۔"

"انفادوس تمہارے اجداد کس چیز کی تلاش میں آئے تھے؟" میں نے بڑے شوق سے پوچھا۔

"یہ میں نہیں جانتا.... لیکن میرے آقا۔ آپ ستاروں سے آئے ہیں۔ اس لئے آپ ضرور جانتے ہوں گے۔"

میں نے محسوس کیا کہ انفادوس ان پہاڑوں کے اسرار سے واقف ہے لیکن ہمیں بتانا نہیں چاہتا۔

"ہاں انفادوس" میں نے کہا "ہم ماضی اور مستقبل کا حال جانتے ہیں۔ ہمیں ہمارا علم بتاتا ہے کہ تمہارے آباؤ اجداد ان چمکیلے پتھروں کی تلاش میں آئے تھے جو ان پہاڑوں کے غاروں میں سے کسی ایک میں رکھے ہوئے ہیں۔" میں نے کن انکھیوں سے انفادوس کی طرف دیکھا میرے ان الفاظ کا اس پر کیا اثر ہوتا ہے۔

"میرے آقا۔ بڑے عقلمند اور زیرک ہیں" انفادوس نے سرد لہجے میں کہا۔ "میں تو آپ کے مقابلے میں طفل مکتب ہوں۔ اور اس بارے میں آپ کو کچھ بتا نہیں سکتا.... میرے آقا کو گگول سے بات چیت کرنی چاہئے۔ جو آپ ہی کی طرح عقلمند ہے۔"

انفادوس کے جانے کے بعد میں نے برف پوش پہاڑوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ہنری سے کہا "ہنری۔ دیکھو وہاں ہے خزانہ۔"

امبوپا جو ہمارے پیچھے کھڑا ہوا تھا کھل کھلا کر ہنس پڑا "ہاں میکومیزن،

ان پہاڑوں میں بے شمار خزانہ ہے۔ جبکہ تم سفید لوگ دولت اور چمکیلے پتھروں کے اس قدر بھوکے ہو تو۔ تم اسے پالوگے۔"

"اور کیا میں آپ سے دریافت کرسکتا ہوں کہ آپ کو کیسے پتہ چلا کہ وہاں خزانہ ہے اور ہم....." میں نے غصہ دباتے ہوئے کہا۔

"یہ میں نے ایک رات خواب میں دیکھا تھا" اور وہ زہریلی ہنسی ہنستا ہوا چل دیا۔

"اب یہ امبوپا کسی بات کی وجہ سے ہماری ہر بات میں ٹانگ اڑاتا ہے" ہنری نے کہا۔ "یہ بات یقینی ہے کوارٹربن کہ امبوپا اس ملک اور خزانے کے بارے میں سب کچھ جانتا ہے..... ہاں یہ تو بتاؤ اس نے میرے بھائی کے بارے میں کچھ پتہ چلایا؟ —"

"امبوپا نے ہر اس شخص سے جو اس سے ذرا بھی بے تکلف ہوا ہے تمہارے بھائی کے بارے میں دریافت کیا ہے۔ لیکن سب کا جواب ایک ہی تھا کہ ہم سے پہلے انھوں نے کسی انسان کو یہاں نہیں دیکھا"۔

"ہمارا یہاں پہونچنا ایک معجزہ ہے۔ کوہسار اور صحرا کو عبور کرنا بچوں کا کھیل نہیں" گڈ نے کہا۔ "تمہارا کیا خیال ہے۔ جارج بغیر نقشہ کی مدد سے یہاں تک پہونچا ہوگا؟ —"

"یہ میں نہیں جانتا" ہنری نے کہا۔ "لیکن مجھے کچھ یوں محسوس ہوتا ہے کہ میں اپنے بھائی کو پالونگا۔"

سورج غروب ہوتے ہی تاریکی نے کوکوآنہ کو اپنے لبادے میں لپیٹ لیا...

اس عرض البلد میں شام ایسی کوئی چیز نہیں ہوتی سورج غروب ہونے کے بعد جو ہلکا ہلکا اُجالا چھایا رہتا ہے وہ اس جگہ نہیں ہوتا.... جیسے ہی سورج پہاڑوں کے پیچھے جاتا ہے کوکوآنہ میں ایک دم سے گہری تاریکی چھا جاتی ہے۔ جتنا فاصلہ موت اور زندگی میں ہے اتنا فاصلہ بھی یہاں روشنی اور تاریکی میں نہیں ہوتا۔

چاند طلوع ہوا اور ہم مبہوت کوکوآنہ کے خوبصورت منظر کو تکنے لگے.... میری زندگی بڑی ہنگامی گذری ہے لیکن چند مناظر کو میں فراموش نہیں کر سکتا اور ان میں سے ایک کوکوآنہ کی چاندنی رات کا نظارہ ہے۔ اس خوبصورت منظر کو بیان کرنے کے لئے الفاظ نہیں ملتے۔ بس یوں سمجھئے کہ تاج محل کو چاندنی رات میں دیکھنے کے بعد اگر کوئی نظارہ مرعوب یا متاثر کر سکتا ہے تو وہ یہ ہے۔

"اگر میرے آقا سستا چکے ہوں تو لو کی طرف چلا جائے۔ وہاں آپ کے قیام کیلئے ایک جھونپڑی مخصوص کر دی گئی ہے" انفادوس نے آکر کہا "چاند طلوع ہو چکا ہے اب راستہ سے بھٹکنے کا خدشہ نہیں ہے"

ایک ہی گھنٹہ بعد ہم لو کے صدر دروازے کے سامنے کھڑے ہوئے تھے.... خندق پر پل گرا ہوا تھا اور اس پر ہتھیار بند سپاہی پہرہ دے رہے تھے انفادوس نے آگے بڑھ کر کچھ مبہم سے الفاظ کہے (یہ گویا لو میں داخل ہونے کا پاسپورٹ تھا)

لو کے مختلف محلوں سے گزرنے کے بعد انفادوس ایک جگہ رک گیا...

ایک احاطہ میں چند جھونپڑیاں بنی ہوئی تھیں اور یہ ہمارے لیے تھیں
ہم احاطے میں داخل ہوئے تو پتہ چلا کہ ہم میں سے ہر ایک کے لئے الگ
الگ جھونپڑیاں بنی ہوئی تھیں۔ ہر جھونپڑی میں سوکھی گھاس پر کھالیں
بچھا کر بستر تیار کیا گیا تھا.... کھانا شاید پہلے ہی سے تیار رکھا گیا تھا
جیسے ہی ہم ہاتھ منہ دھو کر فارغ ہوئے چند جوان لڑکیاں لکڑی کے
پیالوں میں بھنا ہوا گوشت اور اُبلی ہوئی سبزیاں لیکر حاضر ہوئیں۔

کھا چکنے کے بعد ہم نے طے کیا کہ الگ الگ جھونپڑی میں اکیلا سونا
خطرے سے خالی نہیں۔ چنانچہ ہم نے تمام بستر ایک ہی جھونپڑی میں بچھانے
کا حکم دیا۔ اور اس حکم پر ہماری خدمت کرتی ہوئی لڑکیاں کھل کھلا کر ہنس پڑیں.
بہرحال ہم نے ان کے ہنسنے کا کچھ خیال نہیں کیا اور اپنے اپنے بستروں پر
دراز ہو گئے۔

کافی دن چڑھے ہماری آنکھ کھلی.... ہماری خادم لڑکیاں۔ جنہیں معلوم
ہوتا ہے کسی قسم کی شرم و حیا نہ تھی۔ ہمیں کپڑے وغیرہ بدلانے کے لئے مستعد
کھڑی تھیں۔

"مجھے کیا کپڑے بدلنے ہیں" گڈ بڑبڑایا "ننگی دھوئے گی کیا اور
نچوڑے گی کیا۔ بندہ تو ایک جوڑ جوتوں اور ایک عدد قمیص میں ہی دن
گزار رہا ہے.... یار کوارٹرمین خدا کے لیے اب تو مجھے میری پتلون
واپس دلا دو۔"

دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ گڈ کی پتلون تو کبھی کی بادشاہ کے پاس

پہونچادی گئی ہے۔ جو آج ہم سے ملاقات کرنے والا ہے۔

ہم نے لڑکیوں کو رخصت کیا اور نہلنے دھونے سے فرصت پائی۔ گڈ نے ایک طرف کی داڑھی بنائی اور دوسری طرف کی بنا ہی رہا تھا کہ میں نے اور منہری نے بڑی کوششوں اور خوشامدوں سے اسے ایسا کرنے سے باز رکھا۔

ہم صبح کے ناشتہ سے فارغ ہوکر بیٹھے پائپ پی رہے تھے کہ انفادوس نے آکر بادشاہ کا یہ پیغام ہمیں سنایا کہ اگر ہم چاہیں تو بادشاہ اسی وقت ہم سے ملاقات کرنے کے لئے تیار ہے...... ہم اس سے ملنے کے اتنے ہی مشتاق تھے جتنا کہ شاہ ہم سے ملنے کے لئے وہ ہوگا۔ لیکن ہم نے سوچا کہ اگر ہم نے بادشاہ سے ملنے کا اشتیاق ظاہر کیا تو شاید اس کا اثر ان لوگوں پر اُلٹا ہو چنانچہ میں نے انفادوس سے کہا کہ جب سورج اور ذرا اوپر آجائے تب ہم بادشاہ کے حضور چلیں گے۔

ایک گھنٹہ بعد ہم چلنے کے لئے تیار ہو گئے۔ ظاہر تھا کہ ہمیں بادشاہ کے حضور کچھ تحفے پیش کرنے چاہئیں۔ چنانچہ ہم نے اپنے قلیل سے سامان میں سے ایک رائفل (مرحوم وینٹا نگل کی) اور کارتوس کی ایک پیٹی بادشاہ کے لئے لی اور انفادوس کی رہبری میں بادشاہ کے دربار کی طرف چل پڑے۔ امبوپا ہمارے ساتھ تھا۔

قریباً سو گز چلنے کے بعد ہم ایک میدان کے قریب پہونچے جس کے چاروں طرف گھاس پھوس کی باڑھ بندھی ہوئی تھی اور اس باڑھ سے

لگی ہوئی جھونپڑیوں کی ایک قطار چلی گئی تھی۔ انفادوس نے بتایا کہ ان جھونپڑیوں میں ٹوالہ کی بیویاں رہتی ہیں.... باڑھ کے دروازے کے مقابل اور میدان کے ایک سرے پر ایک بڑا سا جھونپڑا تھا۔ اور یہ گویا ٹوالہ کا محل تھا... اس جھونپڑے کے سامنے کا کھلا میدان سپاہیوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ ان کی تعداد اندازاً سات آٹھ ہزار ہو گی سپاہیوں کی دو رویہ قطاروں کے بیچ میں راستہ چھٹا ہوا تھا۔ تمام سپاہی سر جھکائے بے حس و حرکت کھڑے یوں معلوم ہو رہے تھے جیسے شیشم کے مجسمے ہوں.. ان کے درمیان میں سے گزرتے ہوئے ہم ٹوالہ کے جھونپڑے کے قریب پہنچ گئے۔ یہاں چھوٹا سا میدان چھٹا ہوا تھا اور اس کے بیچ میں کچھ اسٹول یا تپائیاں رکھی ہوئی تھیں۔ انفادوس کے اشارے پر ہم ان تپائیوں میں سے تین پر جم کر بیٹھ گئے۔ اور امبوپا ہمارے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ اور انفادوس جھونپڑے کے دروازے پر مودب کھڑا ہو گیا۔

چاروں طرف گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی اور میدان میں کھڑے سپاہیوں کی نگاہیں ہم پر مرکوز تھیں۔ اور مجھے تو ان کی نگاہیں اپنے جسم پر سوئیوں کی طرح چبھتی محسوس ہوئیں اور میں نے بے چینی سے پہلو بدلا۔ وقت معلوم ہوتا تھا کہ تھم گیا ہے۔

آخر کار جھونپڑے کا دروازہ کھلا اور ایک دیو قامت شخص کاندھے پر شیر کی کھال ڈالے نمودار ہوا۔ اس کے پیچھے سکارگا تھا اور اس کے پیچھے ایک عجیب الخلقت چیز.... جو بوڑھے بندر ایسی معلوم ہوتی تھی۔

دیو قامت شخص ایک تپائی پر بیٹھ گیا۔ سرکارگا اس کے پیچھے جا کھڑا ہوا اور وہ بندر نما ہیولا چوپایوں کی طرح چلتا ہوا جھونپڑی کے سائے میں زمین پر بیٹھ گیا۔

دیو قامت شخص نے اپنے کاندھے سے شیر کی کھال اُتاری اور تن کر کھڑا ہو گیا واقعی ایسے ڈیل ڈول کا آدمی ہماری نظروں سے پہلے کبھی نہیں گزرا تھا۔ اس کے ہونٹ از حد موٹے اور چہرے پر صرف ایک ہی چمکتی ہوئی آنکھ تھی۔ دوسری آنکھ کی جگہ چہرے پر صرف ایک گڑھا تھا۔ بشرے سے یہ شخص بہت ہی ظالم اور مغلوب الغضب معلوم ہوتا تھا۔ وہ اپنے ٹھگنے ایسے سر پر شتر مُرغ کے پروں کا تاج پہنے ہوئے تھا اور جسم پر باریک زنجیروں سے بنی ہوئی زرہ پہنے ہوئے تھا۔ گھٹنے کے اوپر اور کمر کے گرد بیل کی سفید دم لپٹی ہوئی تھی۔ گردن میں سونے کی مالا تھی اور وہ اپنے دائیں ہاتھ میں وزنی نیزہ اٹھائے ہوئے تھا اور اسکی سیاہ پیشانی پر بندھا ہوا غیر تراشیدہ ہیرا چمک رہا تھا۔

دفعتًا اس دیو قامت شخص نے۔ جو کہ حقیقت میں ٹوالہ تھا۔ اپنا نیزہ بلند کیا۔ اور ساتھ ہی جواب میں آٹھ ہزار نیزے بلند ہوئے اور فضا "کوم" کی آواز سے تھرا گئی۔ یہ شاہی سلام تین مرتبہ دہرایا گیا اور ہر مرتبہ اس کی وجہ سے فضا تھراتی رہی۔

"باادب۔ باادب" ایک باریک سی آواز آئی اور یہ آواز جھونپڑے کی چھاؤں میں بیٹھی ہوئی بندر کی شبیہ کی تھی "باادب۔ ولی نعمت تمہارے روبرو ہیں۔۔۔"

"باادب... باادب" آٹھ ہزار سپاہی جواب میں چلائے۔

پھر قبر کی سی گہری خاموشی چھا گئی .... "چھنن" کی آواز آئی .... ہماری دائیں طرف کھڑے ہوئے ایک نوجوان سپاہی کی ڈھال اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی تھی .... ٹوالہ نے مری ہوئی بکری کی سی بے نور اکلوتی آنکھ نوجوان سپاہی کی طرف گھمائی۔

"اِدھر آ" ٹوالہ نے اکھڑ آواز میں کہا .... ایک قبول صورت نوجوان صف سے نکل کر ہمارے سامنے آ کھڑا ہوا۔

"کیا یہ تیری ڈھال گری تھی؟" ٹوالہ کرٹ کا "کہنے لگے۔ تو ستاروں سے آئے ہوئے اجنبیوں کے سامنے میری عزت پر بٹہ لگانا چاہتا ہے کیوں ....؟

نوجوان کا رنگ زرد پڑ گیا" بھول ہو گئی اَن داتا"۔

"ہوں۔ بھول ہو گئی .... تجھے اس غلطی کا خمیازہ بھگتنا پڑیگا۔ تو نے میرے دقار کو خاک میں ملا دیا ہے۔"

"میں آپ کا ادنیٰ غلام ہوں .... میری اس غلطی سے درگزر کیجئے اَن داتا۔

"سکارگا" ٹوالہ چلایا" میں دیکھنا چاہتا ہوں تیرے بازوؤں میں کتنی طاقت ہے .... اس ملعون پر اپنی طاقت آزما"

سکارگا اپنے ہونٹوں پر غلیظ مسکراہٹ لئے آگے بڑھا اور اپنا نیزہ بلند کیا .... نوجوان نے اپنا منہ ہاتھوں سے ڈھک لیا اور بے حس و حرکت کھڑا ہو گیا .... سکارگا نے نیزہ گھما کر نوجوان کے سینہ پر دے مارا اور نیزے کی نوک نوجوان کی پیٹھ سے باہر نکلی چمک رہی تھی۔ نوجوان نے اپنے ہاتھ ہوا میں بلند کئے

اور اُف تک کئے بغیر زمین پر گر کر ٹھنڈا ہو گیا.... غریب پر ٹوالہ کا خوف اس قدر چھایا ہوا تھا کہ مرتے وقت بھی زخم کی تکلیف سے اس کی آواز نہ نکلی... ہم ششدر بتوں کی طرح بیٹھے رہے۔

سپاہیوں کے گروہ سے بھنبھناہٹ سی اُبھری اور پھر گہری خاموشی چھا گئی.... المیہ ختم ہو گیا.... اور ہم حیران تھے کہ یہ نوجوان ابھی چند منٹ پہلے زندہ کھڑا ہوا تھا۔ ہنری بے صبری سے اٹھا۔ انگریزی زبان میں ایک موٹی سی گالی بکی اور پھر گہری خاموشی سے متاثر ہو کر غصہ سے بڑبڑاتا ہوا بیٹھ گیا۔

"بہت خوب سرکار گا۔ بہت خوب" ٹوالہ نے کہا "اس مردود کی لاش کو یہاں سے لے جاؤ۔"

صف میں سے چار آدمی نکلے اور لاش اٹھا کر چلا گئے۔

"خون کے داغ مٹا دو" بندر کی شبیہہ نے کہا۔

فوراً ایک لڑکی جھونپڑے کے پیچھے سے راکھ سے بھرا ہوا ایک برتن لے آئی اور اس نے جمے ہوئے سرخ سرخ خون پر راکھ چھڑکنی شروع کی۔

ہنری اس واقعہ سے کھول رہا تھا۔ بار بار اس کا ہاتھ پستول پر جاتا اور وہ اٹھ کھڑا ہوتا۔ ہم بڑی مشکلوں سے اسے بٹھائے ہوئے تھے۔

"بیٹھ جاؤ۔ ہنری خدا کے لئے بیٹھ جاؤ" میں نے التجا کی "اگر تم نے کوئی حماقت کی تو ہمیں اپنی جانیں بچانا مشکل ہو جائے گا۔"

ہنری پیچ و تاب کھاتا ہوا بیٹھ گیا۔

جب خون کے داغ مٹا دیئے گئے تو ٹوالہ ہم سے مخاطب ہوا۔

"سفید انسانو۔" اس نے کہا "تم کہاں سے اور کیوں آئے ہو۔ یہ میں نہیں جانتا لیکن پھر بھی میں تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں"۔

"ہم کوکوآنہ کے شاہ کا شکریہ ادا کرتے ہیں" میں نے کہا۔

"سفید انسانو۔ تم کہاں سے آئے ہو اور کیا چاہتے ہو؟"

"ہم ستاروں کی دنیا سے آئے ہیں۔ اور محض اس ملک کو دیکھنے... اور ہم کس طرح سے آئے یہ مت پوچھو"۔

"تم نے ایک معمولی ملک کو دیکھنے کے لئے بہت طویل سفر کیا ہے۔ اور یہ آدمی...." اس نے امبوپا کی طرف اشارہ کیا "کیا یہ بھی ستاروں کی دنیا سے آیا ہے؟۔"

"ہاں ستاروں میں تمہارے رنگ کے انسان بھی بستے ہیں... لیکن اے بادشاہ جو باتیں آپ کی فہم سے بالا ہیں بہتر ہے آپ اس کے بارے میں دریافت نہ کریں"۔

ستارہ کے باشندو.... تم بڑے منہ پھٹ ہو" ٹوالہ نے ایسے لہجہ میں کہا جو مجھے بالکل ہی پسند نہیں آیا" یہ مت بھولو کہ اس وقت تم ہمارے ملک میں ہو اور ستارے یہاں سے بہت دور ہیں۔ اگر میں تمہیں بھی اس نوجوان کے پاس۔ جس کی لاش ابھی ابھی اٹھائی گئی ہے۔ پہنچا دوں تو تم کیا کر سکتے ہو؟ اور یہ کام میرے ایک ادنیٰ اشارے سے انجام پا سکتا ہے"۔

میں زور سے ہنسا.... یہ مصنوعی ہنسی تھی اور میرا دل بڑے زور سے

دھڑک رہا تھا۔

"ہر جھاڑی میں بغیر سوچے سمجھے ہاتھ ڈالنا حماقت ہے۔ شاید اس جھاڑی میں سانپ ہو اور تمہیں ڈس لے...... میں تمہیں خبردار کرتا ہوں کہ اگر ہمارے ایک بال کو بھی چھوا تو تمہارے ٹنک پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں گے۔ کیا ان لوگوں نے تمہیں ہماری بے پناہ طاقت کے بارے میں کچھ نہیں بتایا؟
"میں نے انفادوس اور پھر سکارگا کی طرف جو اپنے نیزے سے ظلم کے نشانات مٹانے میں مصروف تھے۔ اشارہ کیا۔" کیا ان لوگوں نے کچھ بھی نہیں بتایا...... بادشاہ۔ سچ کہنا تم نے کیا ایسا آدمی پہلے کبھی دیکھا ہے؟
"اور میں نے گڈ کی طرف اشارہ کیا اور گڈ کی اس وقت جو شکل و صورت تھی ایسے شخص کو ٹوالہ نے تو کیا کسی نے بھی نہ دیکھا ہوگا۔

"ہاں۔ میں نے ایسا انسان پہلے کبھی نہیں دیکھا" ٹوالہ نے گڈ کو متحیر نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا انفادوس اور سکارگا نے تمہیں یہ نہیں بتایا کہ ہم کس طرح دور ہی سے لوگوں پر موت مسلط کر دیتے ہیں؟"

"بیشک انھوں نے مجھ سے کہا تھا۔ مگر میں سنی سنائی باتوں پر یقین نہیں کرتا واقعی اگر تمہارا دعویٰ سچا ہے تو تم سامنے کھڑے ہوئے سپاہیوں میں سے کسی ایک کو یہیں سے مار ڈالو۔

"نہیں۔ ہم صرف سزا کے طور پر کسی انسان کا خون بہاتے ہیں...... بیگناہوں کو قتل کرنا ہم بہت بڑا گناہ سمجھتے ہیں۔ اگر تمہیں ہمارا امتحان منظور

ہی ہے۔ تو اپنے خدمت گاروں کو حکم دو کہ وہ ایک بیل کو کرال کے دروازے سے لائیں۔ اور بیشتر اس کے کہ وہ بیل بیس قدم آگے بڑھے میں اسے مار گراؤں گا۔"

"نہیں" ٹوالہ بولا "کسی انسان کو مارو۔ تبھی میں یقین کرونگا۔"

"بہت اچھا۔ ایسا ہی ہوگا" میں نے سوچا سیدھی انگلیوں گھی نہیں نکلے گا "اے بادشاہ۔ تم اس کھلے میدان سے گزرتے ہوئے دروازے کی طرف جاؤ اور اس سے پہلے کہ تمہارے قدم دروازے کی زمین کو چھوئیں۔ تم مردہ ہوکر گر جاؤگے.... اور اگر تم مرنا نہیں چاہتے تو اپنے بیٹے سکارگا کو حکم دو کہ وہ دروازہ کی طرف جائے" (اور اسوقت اگر میں سکارگا کو مار سکتا تو مجھے روحانی مسرت حاصل ہوتی۔)

میری اس تجویز سے سکارگا زور سے چیخا اور بے تحاشا جھونپڑی کی طرف بھاگا.... ٹوالہ بھی غصہ سے ہونٹ چبانے لگا۔ میری تجویز اسے بھی پسند نہیں آئی تھی۔

"اچھا بیل لایا جائے" اس نے کہا۔

دو سپاہی تیزی سے دوڑتے ہوئے نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

"اور اب ہنری تمہاری باری ہے۔ تم نشانہ لگانا" میں نے کہا "میں اس الو کو بتانا چاہتا ہوں کہ اپنے گروہ میں صرف میں اکیلا ہی جادوگر نہیں ہوں"

"کہیں میرا نشانہ خطا نہ کر جائے" ہنری نے ایکسپریس بندوق اٹھاتے ہوئے کہا۔

"نہیں ہنری - تمہارا نشانہ چوکنا نہیں چاہئے پہلی گولی نہ لگے تو دوسری چلانا اور جب بیل ڈیڑھ سو گز دور ہو تو اس کے جسم کے کسی چوڑے حصہ پر گولی چلانا۔ سمجھے؟ -"

تمام لوگ خاموش تھے۔

کرال کے دروازے سے ایک بیل دوڑتا ہوا میدان میں آیا اور پھر انسانوں کے اتنے بڑے ہجوم کو دیکھ کر ٹھٹھک کر کھڑا ہو گیا۔ اور پھر ڈکراتا ہوا پلٹ کر ایک طرف چلا۔

"ہاں - یہی موقعہ ہے" میں نے ہنری کے کان میں کہا۔

ہنری نے بندوق بلند کی .... دھائیں .... بیل بے جان ہو کر گرا۔ گولی اس کی پسلیوں میں لگی تھی .... ہر طرف کھڑے ہوئے ہزاروں سپاہیوں کے منہ سے حیرت اور خوف کی ملی جلی آوازیں بلند ہوئیں۔

"کوکوآنہ کے بادشاہ - کیا میں نے جھوٹ کہا تھا؟" میں نے کہا۔

"نہیں سفید انسانو - تم نے جھوٹ نہیں کہا تھا"

"سنو ٹوالہ" میں نے کہا۔ "تم نے اپنی آنکھوں سے ہمارا کرشمہ دیکھ لیا اور یقین جانو کہ ہم یہاں لڑائی جھگڑے کے ارادے سے نہیں آئے ہیں"۔

میں نے بندوق بلند کی "یہ ایک کھلی لاٹھی ہے .... اس کے ذریعہ ہماری طرح تم بھی دور سے کسی کو قتل کر سکتے ہو .... اور یہ اس لئے کہ میں نے اس پر سحر پڑھ کر پھونک دیا ہے۔ ٹھہرو میں تمہیں اور بھی کچھ بتاتا ہوں .... تم اپنے کسی سپاہی کو حکم دو کہ وہ اپنا نیزہ اس طرح سے زمین میں گاڑ دے کہ

اس کا پھل ادپر ہے"۔

چند منٹوں میں نیزہ زمین میں گاڑ دیا گیا۔

"اب دیکھو میں یہیں سے نیزے کے پھل کو توڑتا ہوں۔"

اچھی طرح شست باندھ کر میں نے بندوق چلائی "کھٹ ناگ" سے نیزہ کا پھل ٹوٹ کر دور جا گرا۔ ایک مرتبہ پھر سپاہیوں کے مجمع میں سے آوازیں بلند ہوئیں۔

ٹوالہ۔ یہ جادوئی نالی ہم تم کو تحفہ کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ ساتھ ہی یہ تم کو یہ بھی بتا دونگا کہ اسے استعمال کس طرح سے کیا جاتا ہے۔ مگر یاد رہے کبھی بھول کر بھی اس آسمانی جادو کو کسی ارضی انسان پر نہ آزمانا۔ اور اگر تم نے ایسا کیا تو اس نالی کے جادو کا اثر تم پر ہوگا" میں نے امبوپا سے رائفل لے کر ٹوالہ کو دیدی۔

ٹوالہ نے بندوق لے کر بڑی احتیاط سے اپنے پیروں کے پاس زمین پر رکھدی۔ جھونپڑے کے سائے میں بیٹھی ہوئی بوڑھے بندر کی شبیہہ چوپایوں کی طرح رینگتی ہوئی بادشاہ کی طرف بڑھی.... بادشاہ کے قریب پہونچ کر وہ بمشکل اپنے دونوں پیروں پر کھڑی ہوگئی۔ اور پھر اس نے اپنے چہرے پر ڈالی ہوئی کھال ہٹائی.... اور ہم نے ایک عجیب غریب غیر انسانی شکل دیکھی۔ یہ ایک بہت ہی بوڑھی عورت تھی.... اس کا چہرہ سوکھ کر ایک سال کے بچے کے چہرے جیسا چھوٹا ہوگیا تھا اور اس پر گہری اور زرد لاتعداد جھریاں پڑی ہوئی تھیں۔ ان جھریوں کے بیچ میں لکڑی ایسا پوپلا منہ تھا۔

اور اس کے نیچے نوکدار ٹھوڑی آگے کو ابھری ہوئی تھی۔ اسے دیکھ کر یوں معلوم ہوتا تھا کہ مدت سے دفن کیا ہوا مردہ قبر سے نکل آیا ہو۔ ہاں اس کے چہرے پر ناک نہیں تھی جس کا ذکر کیا جا سکے۔ زرد پیشانی کے نیچے دو سفید سفید آنکھیں گردش کر رہی تھیں جن سے بے پناہ شدید طینت مترشح تھی اس کا سر بالکل گنجا تھا اور کھوپڑی پر جھریاں بے شمار سپنولوں ایسی معلوم ہو رہی تھیں۔

وہ اتنی ہیبتناک اور مکروہ تھی کہ گھڑی بھر کے لئے ہم پر بھی خوف طاری ہوگیا۔ وہ کچھ دیر تک خاموش کھڑی رہی اور پھر اس نے اپنا سوکھا ہاتھ جس کی انگلیوں پر ایک ایک انچ لانبے اور تیز غلیظ ناخن تھے بڑھا کر ٹوالہ کے کندھے پر رکھ دیا اور نہایت ہی باریک مگر تیز آواز میں کہنا شروع کیا۔

"سنو اے بادشاہ۔ اور سپاہیو۔ سنو اے پہاڑو۔ میدانو اور ندیو۔ سنو اے کوکوآنہ کے بے جان جھپیڑو اور اے طوفانو اور دھند۔ سنو۔ جوانو بوڑھو۔ اور کنواریو۔ سنو۔ ہر ایک جو زندہ ہے۔ اور سنو ہر ایک جو مرنے کے لئے پیدا ہوا ہے۔ سنو میرا نام گگول ہے۔ جان لو کہ زندگی کی سوچ اور روح مجھ میں ہے۔ غور سے سنو اس وقت میں پیشینگوئی کرتی ہوں۔"

اس کی آواز ڈوب گئی اور ہم پر سکتے کا سا عالم طاری ہوگیا۔

"خون۔ خون۔ خون۔ خون کی ندیاں.... چاروں طرف خون ہی خون.... میں اسے سونگھ سکتی ہوں.... میں اسے چکھ سکتی ہوں.... زمین سے خون کے سوتے پھوٹ رہے ہیں اور آسمان سے خون کی بارش ہو رہی ہے......

ہر چہار سمتوں سے تیز قدموں کی چاپ سنائی دے رہی ہے...... اور میں پہچانتی ہوں کہ یہ دور سے آئے ہوئے سفید اجنبی پیروں کی چاپ ہے.... ان کے پیروں تلے دھرتی کا کلیجہ کانپ رہا ہے..... وہ کراہ رہی ہے۔

سرخ سرخ چمکدار خون بہت ہی بھلا معلوم ہوتا ہے.... اس کی خوشبو بڑی مست کن ہے۔ شیر اس خون کو چاٹ کر دھاڑیں گے اور گدھ اپنے پیروں کو اس مقدس خون سے غسل دیں گے..... میں بوڑھی ہوں... بہت بوڑھی..... مگر مرنے سے پہلے میں اور خون دیکھوں گی.... بتا سکتے ہو میری عمر کیا ہے؟..... تمہارے باپ مجھے جانتے تھے.... ان کے باپ مجھے جانتے تھے.... اور ان کے باپوں کے باپ بھی مجھے جانتے تھے.... میں پہاڑوں اتنی پرانی ہوں.... میں سفید انسانوں کی خواہشات کے بارے میں جانتی ہوں..... میرے علم کی دولت لازوال ہے.... بتاؤ یہ بڑا سارا رستہ کس نے بنایا؟ بتاؤ چٹانوں پر بنی ہوئی تصویروں کا خالق کون ہے؟ .... اور بتاؤ۔ وہ تین خاموش دیوتا، کون ہیں جو وہاں۔ ایک غار میں بیٹھے نیچے کی طرف دیکھ رہے ہیں.....؟" اور اس نے تین پہاڑوں کی طرف اشارہ کیا جو ہم نے گذشتہ رات دیکھے تھے۔

"میں جو کچھ جانتی ہوں وہ اور کوئی نہیں جانتا..... میری نظروں سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں..... مجھے ان واقعات کا جو گذر چکے ہیں اور گذرنے والے ہیں پتہ ہے...... یہ سفید انسان..... اے بادشاہ جو تیرے سامنے کھڑے ہیں..... اس وقت بھی اسی جگہ کھڑے ہونگے

جب تیری لاش خاک و خون میں لتھڑی ہوئی اس میدان میں پڑی ہوگی ....
یہ تجھے برباد کر دیں گے۔ تجھے کھا جائیں گے ..... ہاہا .... ہی ہی ہی ...
"اور یہ سفید انسان یہاں کیوں آئے ہیں ..... کون سی چیز ہے جو انہیں
ستاروں کی دنیا سے دھرتی پر اُتار لائی ہے ..... ؟ یہ بھی میں جانتی ہوں
..... اے بادشاہ تیرے ماتھے پر جو پتھر چمکتا ہے کیا ہے ..... ؟ اور یہ
لوہے کے زیورات جنہیں تو پہنے ہوئے ہے۔ کن ہاتھوں کی تخلیق ہیں ...
... ؟ کیا یہ سب تم جانتے ہو ..... ؟ نہیں تم نہیں جانتے" اور نہ جان
سکو گے ..... لیکن میں .... زیرک .... عقلمند ..... اور لافانی عورت
.... یہ سب جانتی ہوں .... ؟ میرا علم بے پایاں ہے ..... اس کی ابتدا اور
..... اس کی انتہا ..... اور اس کی تھاہ کو کوئی نہیں پا سکتا۔"

اور پھر اس نے اپنا منحوس چہرہ ہماری طرف گھمایا۔

"اور تم۔ اے ستاروں کے باسی .... یہاں کس چیز کی تلاش میں
آئے ہو ..... ؟ کس گم گشتہ شخص کی تلاش میں .... ؟ ..... تم اسے یہاں
نہیں پاؤ گے ..... صدیاں گذر گئیں ...... کسی اجنبی نے ہماری سرزمین
میں قدم نہیں رکھا .... سوائے ایک کے .... جو اپنا ملک چھوڑ کر یہاں
مرنے کے لئے آیا تھا .... تم چمکیلے پتھروں کی خاطر آئے ہو ....
تو سن لو کہ تم ان پتھروں کو اس وقت پاؤ گے جب گوگوآنہ کی زمین پر بہا
ہوا ہزاروں انسانوں کا خون خشک ہو کر جم جائے گا ..... لیکن کیا اس کے بعد تم
اس جگہ پہنچ سکو گے جہاں سے چلے ہو ..... یا ..... ہاہاہا ..... ہی ہی ہی ..."

وہ بہت ہی مکروہ اور بھیانک طور پر ہنسی اور اس کی اس ہنسی نے ہمارے دل لرزا دیئے۔

"اور تم اے سیاہ چمڑی والے مغرور انسان" اس نے کیکڑے کی ٹانگوں ایسی سوکھی انگلیاں امبوپا کی طرف بلند کیں۔ "تم کون ہو؟۔ اور کس چیز کی ہوس تمہیں یہاں تک کھینچ لائی ہے..... ؟ تم چمکتے پتھروں کے لیئے یہاں نہیں آئے..... تم نے ان پتھروں کو سفید انسانوں کے لئے چھوڑ رہا ہے..... میرا خیال ہے میں تمہیں جانتی ہوں..... یقیناً میں تمہیں جانتی ہوں..... تمہارے جسم سے مجھے جانے پہچانے خون کی بو آتی ہے تمہاری رگوں میں جس شخص کا خون دوڑ رہا ہے میں اسے بھی جانتی ہوں ..... اپنا جسم کھول دو..... میں کہتی ہوں اپنے جسم سے کپڑا ہٹاؤ... ہٹاؤ کپڑا۔"

گگول غصہ سے کانپنے لگی..... اس کے منہ سے کف جاری ہو گیا..... وہ زور سے کانپی اور بیہوش ہو کر اوندھے منہ گری۔ فوراً دو آدمی اسے اٹھا کر جھونپڑے میں لے گئے۔

ٹوالہ لرزتا ہوا اٹھا اور اس نے اپنا نیزہ بلند کیا..... میدان میں کھڑے ہوئے لوگ جانے لگے۔ کچھ دیر بعد میدان خالی تھا۔ اور اب اس میدان میں ٹوالہ اس کے چند ساتھیوں اور سوائے ہمارے اور کوئی نہ تھا۔

"اجنبی سفید انسانو،، ٹوالہ نے گرجدار آواز میں کہا" میرے دل میں تمہیں قتل کر دینے کا ارادہ جڑ پکڑ چکا ہے..... گگول نے آج عجیب و غریب باتیں کہی ہیں۔"

میں ہنسا" ٹوالہ۔ ہمیں قتل کرنا آسان نہیں...... بیل کا انجام تم ابھی ابھی دیکھ چکے ہو...... کیا تم بھی اپنا انجام اس بیل ایسا ہی چاہتے ہو؟"

"تمہیں میری عزت کرنی چاہیئے..... میں بادشاہ ہوں" ٹوالہ خوفزدہ ہو گیا۔

"میں نے ایک حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے اور اس میں تمہاری کوئی بے عزتی نہیں کی... ہمیں قتل کرنے کی کوشش کرو اور پھر دیکھو کہ کیا ہوتا ہے؟"

اس خوفناک وحشی نے اپنا ہاتھ پیشانی پر رکھا اور کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا "جاؤ.... اسوقت خاموشی سے چلے جاؤ..... آج رات سب سے بڑا رقص ہوگا.... اس میں تم شرکت کر سکو گے... تمہارے بارے میں میں کل سوچوں گا"۔

"بہت اچھا... لیکن ایک مرتبہ میں پھر تمہیں خبردار کرتا ہوں..... فیصلہ کرنے میں جلد بازی سے کام نہ لینا۔ ورنہ تمہارے حق میں بہت برا ہوگا" میں نے کہا۔

اور ہم لوگ واپس اپنی قیام گاہ کی طرف لوٹ آئے۔

دسواں باب

چڑیلوں کا رقص

میں نے انفادوس کو اپنے ساتھ جھونپڑی میں چلنے کو کہا۔

"انفادوس" میں نے بیٹھتے ہوئے کہا" میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں"۔

"کہئے میرے آقا"

"معلوم ہوتا ہے کہ ٹوالہ انتہائی ظالم شخص ہے"۔

"آپ بجا فرماتے ہیں .... ٹوالہ ایسا دوسرا ظالم شخص دنیا کی عورتیں پیدا نہیں کرسکتیں۔ آج رات آپ چڑیلوں کا ناچ دیکھیں گے۔ بہت سے لوگوں کو جادوگر اور باغی کے جھوٹے الزام پر قتل کردیا جائیگا.... ٹوالہ اگر کسی کی جائداد ہتھیانا چاہتا ہے۔ یا اسے کسی کی بیوی پسند آجاتی ہے۔ یا اگر اسے کسی کی طرف سے اس کے خلاف بغاوت کا خدشہ ہوتا ہے تو میرے آقا ایسے لوگوں کو گوگول اور اس کی شاگرد چڑیل عورتیں سونگھ کر بتادیتی ہیں اور ٹوالہ اسی وقت انہیں قتل کرادیتا ہے.... آج رات کو ہزاروں جانیں تلف ہوں گی.... ممکن ہے میری بھی باری آجائے۔ کیونکہ میں اپنے سپاہیوں میں ہر دل عزیز ہوں.... تعجب ہے کہ ان ظلموں کی وجہ سے دھرتی پھٹ کیوں نہیں جاتی۔"

"اگر ایسا ہے انفادوس۔ تو تم سب مل کر ٹوالہ کو قتل کیوں نہیں کردیتے۔"

"اس سے کوئی فائدہ نہیں میرے آقا.... اگر ٹوالہ مارا گیا تو اس کا بیٹا سکارگا تخت نشین ہوگا۔ اور یہ اپنے باپ سے بھی زیادہ ظالم ہے۔ ہاں اگر ایماٹو مارا نہ گیا ہوتا۔ یا اس کا لڑکا اگنوسی زندہ ہوتا تب اور بات تھی ... لیکن افسوس وہ دونوں مرچکے۔"

"یہ تم نے کیسے جانا کہ اگنوسی مرچکا ہے؟" کسی نے میرے پیچھے سے کہا۔ میں نے گھوم کر دیکھا یہ امبوپا تھا۔

"تم کون ہوتے ہو۔ بیچ میں ٹپکنے والے" انفادوس نے بُرا مانتے ہوئے کہا "سنو۔ میں تمہیں ایک کہانی سناتا ہوں۔" امبوپا نے کہا۔ "کئی سال گذرے کہ کوکوآنہ کا بادشاہ ایماٹو مارا گیا اور اس کی بیوہ اپنے اکلوتے لڑکے کو لیکر کہیں چلی گئی۔"

ٹھیک ہے۔"

"اور یہ کہتے ہیں کہ ایماٹو کی بیوہ اور اگنوسی برف پوش پہاڑوں میں جا کر مر گئے۔"

"ہاں۔ یہ سچ ہے۔"

"لیکن ایسا نہیں ہوا میرے بزرگ.... اگنوسی اور اس کی ماں مرے نہیں..... انھوں نے برف پوش پہاڑوں کو عبور کیا۔ دونوں ماں بیٹا صحرا میں بھٹک رہے تھے کہ انہیں خانہ بدوشوں کا ایک قافلہ ملا دونوں اس قافلہ میں شامل ہو گئے، اور صحرا کی پرلی طرف جا پہونچے۔"

"یہ ہوائی باتیں تمہیں کس نے بتائیں۔"

"سنو تو سہی.... دونوں پھرتے پھراتے اس مقام پہ پہونچے جہاں 'آمازولو' نامی قبیلے آباد ہیں۔ اور یہ لوگ کوکوآنہ کے قبیلہ ہی کی ایک شاخ تھے... ان لوگوں نے ماں بیٹے کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور دونوں وہاں رہنے لگے.... کچھ مدت بعد اگنوسی کی ماں چل بسی اور اگنوسی پھر آوارہ گردی کرنے لگا۔ اور پھرتا پھراتا وہ سفید لوگوں کی بستی میں جا پہونچا۔ جہاں رہ کر اس نے سفید لوگوں کے قوانین اور ان کی تہذیب سیکھ لی۔"

"بڑی مزیدار کہانی سنائی تم نے" انفادوس نے کہا۔

"مدت تک اگنوسی سفید لوگوں کے ساتھ رہا.... لیکن وہ اپنی ماں کی بتائی ہوئی باتوں کو بھولا نہ تھا... اپنے ملک اور اپنے باپ کے گھر کو دیکھنے کی شدید آرزو اس کے دل میں کروٹیں لے رہی تھی۔ لیکن وطن تک پہونچنے کی کوئی صورت نہ تھی۔ آخر کار ایک طویل انتظار کے بعد اس کی آرزو پوری ہونے

کا وقت آگیا۔ اس کی ملاقات چند سفید انسانوں سے ہوئی جو اس انجانے
ملک کے سفر کے ارادے سے چلے تھے۔ اگنوسی ان لوگوں کیساتھ ہولیا...
یہ لوگ ایک اور سفید انسان کو تلاش کرتے ہوئے چلتے ہوئے صحرا اور برف
پوش پہاڑوں کو عبور کر کے کوکو آنہ میں پہونچ گئے.... اور یہاں انکی ملاقات
.... انفادوس تم سے ہوئی۔" مجھ سے۔؟ کیا بکتے ہو؟ کہیں تم پاگل تو نہیں
ہوگئے؟" انفادوس نے حیرت سے کہا۔
"تم مجھے پاگل سمجھتے ہو؟.... اچھا میں اس کا ثبوت اسی وقت دیتا
ہوں.... میرے عزیز چچا۔ یقین جانو کہ میں ہی اگنوسی اور کوکو آنہ کے تاج و
تخت کا حقیقی وارث ہوں۔"
اور امبوپا نے ایک جھٹکے کیساتھ اپنی کمر کے گرد لپٹا ہوا کپڑا الگ کر دیا۔
"دیکھو۔ یہ کیا ہے؟ پہچانتے ہو۔ اس نشان کو؟" امبوپا نے اپنی کمر کی
طرف اشارہ کیا۔ جہاں ایک سانپ کی تصویر بنی ہوئی تھی۔ تصویر یوں تھی
کہ ایک سانپ امبوپا کے کمر کے گرد لپٹا ہوا تھا اور ناف کے قریب اس نے اپنی
دُم منہ میں لے رکھی تھی۔
انفادوس نے حیرت سے امبوپا کی طرف دیکھا۔ کچھ دیر سکتے کے سے عالم
میں کھڑا رہا اور پھر امبوپا کے سامنے جھک گیا۔
"کوم کوم" اس نے کہا "میرے بچے.... میرے بھائی کی اولاد....
تم کوکو آنہ کے حقیقی تاجدار ہو۔"
"اٹھو چچا اس وقت میں بادشاہ نہیں ہوں۔ لیکن تمہاری اور اپنے ان سفید

دوستوں کی مدد سے جلد ہی کوکوآنہ کا بادشاہ بن جاؤں گا۔ لیکن گگول نے سچ کہا تھا کہ اس سرزمین پر خون کی ندیاں بہیں گی اور اس خون میں گگول کا خون بھی شامل ہوگا.... اگر اس کے جسم میں خون ہے تو.... گگول کے اشارے سے ٹوالہ نے میرے باپ کو قتل کیا اور یہی چڑیل ہے جس نے مجھے اور میری ماں کو تڑپ تڑپ کر مرنے کے لئے پہاڑوں کی طرف دھکیل دیا تھا.... میں اس سے بدلہ لوں گا.... میرے سینہ میں انتقام کی آگ بھڑک رہی ہے اور وہ ٹوالہ اور گگول کے خون سے سرد ہوگی۔ انفادوس کیا تم میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر قسم کھاتے ہو کہ سر شکل میں اور ٹوالہ کا تخت الٹنے میں میرا ساتھ دو گے؟ یا تم ٹوالہ کا ساتھ دینا چاہتے ہو؟ میں تمہارا فیصلہ اسی وقت سننا چاہتا ہوں۔"

انفادوس کچھ دیر تک سوچتا رہا پھر اس نے امبوپا (اب ہم اسے اگنوسی ہی کہیں گے) کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

"اگنوسی۔ میرے بچے.... میں مرتے دم تک تیرا ساتھ دونگا.... ان ہاتھوں نے۔ جب تو بچہ تھا۔ تجھے کھلایا تھا۔ اور اب یہی ہاتھ تجھے تیرا جائز حق دلائیں گے۔"

"انفادوس۔ اگر میری فتح ہوئی تو کوکوآنہ میں میرے بعد سب سے زیادہ عزت تمہاری ہوگی.... اور اگر مجھے ناکامی ہوئی تو ہم دونوں ساتھ ہی مارے جائینگے۔"

"اور تم سفید انسانو" اگنوسی ہم سے مخاطب ہوا "کیا تم بھی میرا ساتھ دو گے؟.... اور اس کا صلہ مجھ سے کیا چاہتے ہو؟ چمکتے پتھر؟ اگر مجھے کامیابی ہوئی اور ان پتھروں کو میں نے پالیا تو تم ان میں سے جتنے چاہو اپنے ساتھ لیجا سکتے ہو۔"

میں نے اگنوسی کی باتوں کا ترجمہ ہنری اور گڈ کو سنایا۔

اس سے کہو" ہنری نے کہا " اس نے ہمیں غلط سمجھا ہے۔ دولت اگر ملجائے تو ہم لینے سے انکار بھی نہیں کرتے ... لیکن کوئی بھی شخص محض دولت کیلئے اپنی جان کا سودا نہیں کرتا ... میں صرف اپنے بارے میں کہتا ہوں ... کہ میں امبوپا کو شروع سے پسند کرتا ہوں ... آج تک اس نے ہر تکلیف اور مصیبت میں ہمارا ساتھ دیا ہے۔ چنانچہ اب میں اس کا ساتھ دوں گا۔ اور سچ پوچھو تو میری سب سے بڑی خواہش بھی یہی ہے کہ کسی بھی صورت ٹوالہ ایسے ظالم کا خاتمہ کر دیا جائے ... کوارٹرمین تم اور گڈ کیا کہتے ہو؟"

"میں امبوپا کے ساتھ ہوں" گڈ نے کہا۔ "یہ واقعی خود غرضی ہو گی کہ ہم اپنے ساتھی کے کام آڑے وقت میں نہ آئیں ... لیکن یار اس سے کہنا کہ اب مجھے پتلون پہننے کی تو اجازت دیدے۔"

میں نے ہنری اور گڈ کے فیصلہ سے اگنوسی کو آگاہ کیا۔

"میں آپ لوگوں کا یہ احسان زندگی بھر نہیں بھولوں گا۔ اور میکو میزن تمہارا کیا ارادہ ہے؟"

" امبوپا ... میرا مطلب ہے اگنوسی۔ مجھے انقلابات پسند نہیں۔ اور ویسے بھی میں ذرا بزدل واقع ہوا ہوں (یہاں اگنوسی مسکرایا) لیکن میں اپنے دوستوں کیساتھ ہوں۔ تم نے ہر مصیبت میں ہمارا ساتھ دیا ہے اور اب میری باری ہے لیکن میں ایک تاجر بھی ہوں اس لئے منافع کے بارے میں پہلے سوچتا ہوں ... چنانچہ میں تم سے اس بات کا وعدہ چاہتا ہوں کہ اگر تم

کامیاب ہو گئے تو ہماری اس مدد کے صلے میں تم ہمیں خزانے تک پہونچادو گے اور اس بات کی اجازت دو گے کہ گنج سلیمان سے جتنے جواہرات چاہیں ہم اپنے ساتھ لے جا سکیں..... دوسری بات یہ ہے کہ تم جانتے ہو کہ ہم ہنری کے بھائی کی تلاش میں آئے ہیں۔ اور اس کی تلاش میں ہمیں تمہاری مدد درکار ہوگی۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں میکومیزن" اگنوسی نے کہا" ٹھہرو ہنری کے بھائی کے بارے میں ابھی پتہ چل جائے گا.... انفادوس تمہیں میری کمر کے گرد لپٹے ہوئے سانپ کی قسم ہے.... سچ کہنا کوئی اور سفید انسان بھی آج سے پہلے کوکوآنہ میں آیا تھا؟ ۔"

"نہیں ۔ اگنوسی"۔

"تم نے کسی سفید انسان کے بارے میں کسی سے کچھ سنا بھی ہے؟ یا وہ اس ملک سے گزرا ہو تو....."

"اگر ایسا ہوتا ۔ اگنوسی ۔ تو یہ بات میرے علم سے باہر نہ ہوتی۔"

"میکومیزن سن لیا تم نے؟" اگنوسی نے کہا۔

"ہنری نے ٹھنڈی سانس بھری" میرا خیال ہے وہ یہاں تک پہونچ نہیں سکا۔ تو ہماری یہ تگ ودو بیکار ہی ثابت ہوئی۔ خیر جو خدا کی مرضی۔"

"ہاں تو آمدم برسر مطلب" میں نے اس رنجیدہ سلسلہ کو ختم کرنے کیلئے بات کا رخ بدلا" موروثی سلسلہ سے باپ کے مرنے کے بعد بادشاہ بن جانا تو آسان ہے لیکن اتنی مدت کے بعد جبکہ ٹوالہ اپنا سکہ جما چکا ہے تم کس طرح سے بادشاہ بن سکتے ہو؟ کوئی تدبیر ہے تمہارے دماغ میں؟"

"نہیں میکوبیرن" اگنوسی نے کہا" انفادوس تمھارے دماغ میں کوئی تدبیر آتی ہے؟"

"اگنوسی" انفادوس نے کہا" آج رات چڑیلوں کا ناچ ہوگا۔ ہزاروں لوگ گگول اور اس کی شاگردتوں کے اشارے سے قتل کئے جائیں گے۔ اس عوامی کھیل سے ظاہر ہے کہ بہت سے لوگ خفا ہوں گے.... اور ان کے دل ٹوالہ کے خلاف غیظ و غضب سے لبریز ہو جائیں گے.... اسوقت میں کووانہ کی برسر اقتدار ہستیوں سے بات چیت کروں گا اور انہیں یہ دکھانے کے لئے کہ حقیقی بادشاہ تم ہو یہاں لے آؤنگا۔ اور مجھے یقین ہے کہ کل سورج طلوع ہونے سے پہلے ڈھائی ہزار نیزے تمہارے دشمنوں کا سینہ چھیدنے کے لئے بے چین ہوں گے.... اب مجھے اجازت دیجئے.... آج رات چڑیلوں کے رقص کے بعد۔ اگر میں اور میرے ساتھ آپ بھی زندہ رہے تو میں آپ سے یہیں ملوں گا۔"

اسی وقت باہر سے کسی نے چلا کر کہا کہ بادشاہ کے سفیر آئے ہیں.... ہم نے انہیں حاضر ہونے کی اجازت دی.... اور تین شخص جنگی کلھاڑے، اور باریک زنجیروں کی بنی ہوئی زرہیں لئے حاضر ہوئے۔

"ہمارے بادشاہ نے یہ تحائف۔ ستاروں سے آئے ہوئے مقدس انسانوں کی خدمت میں بھیجے ہیں" ایک شخص نے کلہاڑے اور زرہیں ہماری خدمت میں پیش کیں۔

"ہماری طرف سے بادشاہ کا شکریہ ادا کرنا" میں نے تحائف کو قبول کرتے ہوئے کہا۔

سفیروں کو رخصت کر کے ہم نے زرہوں کا معائنہ کیا.... اس پر زنجیروں

کا اس قدر خوبصورت اور باریک کام کیا ہوا تھا کہ آج تک ہماری نظروں سے نہیں گزرا تھا۔ اور وہ اس قدر ملائم تھیں کہ ایک زرہ کو زمین پر ڈھیر کر دیا جاتا تو ایک شخص بڑی آسانی سے اپنے دونوں ہاتھوں سے اسے ڈھک سکتا تھا

"انفادوس یہ زرہیں تمہارے ہی ملک میں بنائی جاتی ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں میرے آقا۔ انہیں ہمارے آباو اجداد۔ پتہ نہیں کہاں سے لیکر آئے تھے۔ اب یہ چند ہی باقی رہ گئی ہیں اور شاہی خاندان کے سوائے اور کوئی نہیں پہن سکتا.... یہ جادوئی کوٹ ہیں..... جنہیں اگر پہن لیا جائے تو اس پر کوئی بھی ہتھیار اثر نہیں کرتا اور جسم محفوظ رہتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے ٹوالہ آپ سے خوش یا خوفزدہ ہے۔ تبھی تو اس نے یہ کوٹ آپ کی خدمت میں پیش کئے ہیں۔"

وہ تمام دن ہم نے اگنوسی کے معاملے پر بات چیت کرتے گزار دیا.... اور جب سورج نے اپنی آنکھیں موند لیں تو میدان میں ہزاروں مشعلیں اور الاؤ روشن ہو گئے.... اور ہم نے لاتعداد قدموں کی بھاری چاپ سنی ... یہ وہ سپاہی تھے جو چڑیلوں کے رقص میں شریک ہونے کے لئے میدان کی طرف جا رہے تھے..... جب چاند طلوع ہوا تو انفادوس پورے طور سے مسلح ہو کر بیس سپاہیوں کیساتھ ہمیں میدان میں لے جانے کے لئے آیا.... اس کے مشورے سے ہم نے اپنی اپنی قمیص کے نیچے زرہیں پہن لیں..... یہ زرہیں گرانڈیل شخصیتوں کی ہونگی۔ مجھے اور گڈ کو تو وہ کافی ڈھیلی آئیں لیکن ہنری کے جسم پر وہ موزے کی طرح فٹ آ گئی۔ پستولوں کو کارتوسوں سے بھر کر ہم نے اپنی کمر سے گرد

آویزاں کیا اور ٹوالہ کے عنایت کردہ جنگی کلہاڑے ہاتھوں میں لے کر انفادوس کیساتھ چل پڑے۔

ہم لوگ اسی میدان میں پہونچے جہاں صبح ٹوالہ سے ملاقات ہوئی تھی تمام میدان انسانوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ ہر دس ہزار سپاہیوں کے دستہ کے درمیان آنے جانے کے لئے راستہ چھٹا ہوا تھا۔۔۔۔ اتنے لوگوں کے ہوتے ہوئے بھی اس میدان میں گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی اور جہاں تک نظر جاتی تھی چاندنی میں چمکتی ہوئی نیزوں کی نوکوں کا جنگل سا اُگا ہوا معلوم ہوتا تھا۔

"انفادوس اس وقت یہاں شاید کوکوآنہ کا تمام لشکر جمع ہے۔" میں نے کہا۔

"نہیں میرے آقا۔۔۔۔ یہ تو پورے لشکر کا صرف چوتھائی حصہ ہے۔۔۔ آئندہ سال دوسرا چوتھائی حصہ یہاں بلایا جائے گا اور یہ اس لئے کہ اس خونی کھیل کی وجہ سے کوئی ہنگامہ نہ اُٹھ کھڑا ہو۔"

"بہت خاموش ہیں یہ لوگ" گڈ نے کہا۔

"کیا فرمایا باگون نے؟" انفادوس نے پوچھا۔

میں نے ترجمہ کر دیا۔

"جن لوگوں پر موت سایہ فگن ہو وہ خاموش ہی ہوں گے میرے آقا"

انفادوس نے جواب دیا۔

"کیا بہت لوگ قتل کیے جائیں گے انفادوس؟" میں نے پوچھا۔

تیجے شمارے۔"

"ایسا معلوم ہوتا ہے" میں نے سر ہنری سے کہا "کہ ہم لوگ روم کے تھیٹر کے تماشہ میں شریک ہو رہے ہیں۔"

"کاش کہ ہم یہاں نہ آتے" گڈ بڑبڑایا۔

"انفادوس" میں نے کہا "کیا ہماری بھی زندگیاں خطرے میں ہیں؟"

"کون جانے میرے آقا.... مجھے خوف ہے کہ آپ محفوظ نہیں.... اگر یہ رات خیر و خوبی سے گزر گئی تو پھر ایک جرار لشکر آپ کے ساتھ ہوگا۔"

باتیں کرتے ہوئے ہم ٹوالہ کے جھونپڑے کے سامنے رکھے ہوئے اسٹولوں کے قریب پہونچ گئے.... جیسے ہی ہم وہاں پہونچے جھونپڑے میں سے چند آدمی باہر نکلے۔

"میرے آقا۔ یہ ٹوالہ سکارگا اور گگول ہے۔ اور ان کے پیچھے پیچھے جلاد آرہے ہیں۔" انفادوس نے ایک درجن کے قریب انسانوں کے گروہ کی طرف اشارہ کیا۔ جلادوں کے قد غیر معمولی طور پر طویل تھے.... ان کے ایک ہاتھ میں نیزہ اور دوسرے ہاتھ میں کلہاڑا تھا۔ ٹوالہ بیچ کی تپائی پر بیٹھ گیا.... گگول اس کے قدموں پر بیٹھی اور جلاد ٹوالہ کے پیچھے سر جھکا کر کھڑے ہو گئے۔

"خوش آمدید۔ سفید انسانو" ٹوالہ ہم سے مخاطب ہوا "بیٹھو رات بہت چھوٹی ہے اور کام بہت زیادہ۔ اس لئے ہمیں بیکار وقت ضائع نہیں کرنا چاہئے۔ بڑے خوش قسمت ہو تم کہ چڑیلوں کا رقص دیکھو گے.... دیکھو اُس طرف دیکھو" اور اس نے اپنی ایک آنکھ سے خاموش کھڑے

ہوئے سپاہیوں کی طرف اشارہ کیا " تمہیں ستاروں میں ایسا نظارہ دیکھنے کو نہیں ملا ہو گا دیکھو ہر وہ شخص جس کا دل میلا ہے کس بُری طرح سے کانپ رہا ہے۔"

"شروع کرو.... شروع کرو گگول اپنی جھین، مگر سارنگی ایسی تیز آواز میں چلائی "گیدڑ بھوک سے چلا رہے ہیں... شروع کرو۔

چاروں طرف گہری خاموشی چھا گئی... ایسی خاموشی جو کسی طوفان کی آمد کی اطلاع دیتی ہے۔ ٹوالہ نے اپنا نیزہ بلند کیا۔ اور دفعتاً بیس ہزار پر ایک ساتھ ہوا میں بلند ہوئے اور یوں معلوم ہوا کہ یہ بیس ہزار پر کسی ایک ہی شخص کے ہیں... پھر پیر زمین پر پٹخے گئے۔ اور یہ عمل تین مرتبہ دہرایا گیا.... اور پھر کہیں دور سے کسی تنہا آواز نے ایک ترانہ گانا شروع کیا۔ جس کے بول کچھ یوں تھے۔

"دنیا میں قدم رکھنے والے انسان کا انجام کیا ہے؟"

اور بیس ہزار آوازیں جواب میں اُبھریں "موت"

رفتہ رفتہ کئی اور آوازوں نے بھی گیت کے بول اٹھائے یہاں تک کہ تمام سپاہی ایک کورس کی شکل میں ہم آہنگی سے گانے لگے.... اب میرے لئے گیت کے بول سمجھنا مشکل تھا۔ اندازے سے صرف اتنا معلوم ہوا کہ کبھی تو یہ جنگی ترانہ بن جاتا کبھی عشق و محبت کا کومل گیت اور کبھی موت کا دہشتناک راگ...

اور گیت کی تانوں کی بازگشت چاروں طرف سے سنائی دے رہی تھی۔

ایک مرتبہ پھر خاموشی چھا گئی...

ٹوالہ نے اپنا نیزہ بلند کیا.... بہت سے قدموں کی تیز تیز چاپ سنائی دی اور لشکریوں کے بیچ میں سے عجیب و غریب اور ہیبتناک سائے بے تحاشہ

دوڑتے ہوئے ہماری طرف آنے لگے.... اور جب یہ سامنے قریب آئے تو ہم نے دیکھا وہ بوڑھی عورتیں تھیں۔ ان کے سفید بال جن میں مچھلیوں کے بھیجے پڑے ہوئے تھے انکی پیٹھ پر لہرا رہے تھے.... چہروں پر سفید اور زرد رنگ کی لکیریں بنائی گئی تھیں.... کمر کے گرد انسانی ہڈیوں کی مالائیں لپٹی ہوئی تھیں اور پیٹھ پر چوٹی کی طرح سانپ کی کینچلیاں لہرا رہی تھیں۔ اور وہ اپنے ہاتھوں میں چھوٹے چھوٹے ترسول لئے ہوئے تھیں.... یہ بوڑھی عورتیں تعداد میں دس تھیں یہ عورتیں ہمارے سامنے آکر کھڑی ہو گئیں.... اور ان میں سے ایک نے۔ جو سب سے آگے تھی۔ اپنا ترسول گگول کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا "مقدس ماں ہم حاضر ہیں۔"

"بہت خوب۔ بہت خوب" گگول نے کہا۔ "کیا تمہاری آنکھیں اس قدر تیز ہیں۔ اسانوسیں[1].... کہ تم اندھیرے میں دیکھ سکو"

"اے مقدس ماں ہماری آنکھیں ایسی ہی تیز ہیں"

"تمہاری قوت شامہ بیدار ہے؟ کیا تم اس خون کو سونگھ سکتی ہو جس میں شیطان حلول کر گیا ہے۔ اور جو بادشاہ کے خلاف جال بچھانا چاہتا ہے؟ تم دیوتاؤں کی مرضی پوری کرنے کے لئے تیار ہو.... تم نے میرے علم کی روٹی کھائی

---

[1] وچ ڈاکٹر.... افریقہ کی وحشی اقوام میں چند ہستیاں ایسی ہوتی ہیں جو غیب کا حال جانتی ہیں۔ اور ٹونے ٹوٹکے سے بیمار کا علاج کرتی ہیں.... انہیں وچ ڈاکٹر یا اسانوسیں کہتے ہیں۔

ہے اور میرے جادو کا پانی پیا ہے۔"

"ہم تیار ہیں مقدس ماں۔"

"تو پھر دیر مت کرو..... ان جلادوں کے نیزے خون پینے کے لئے اور یہ سفید انسان تماشہ دیکھنے کے لئے بے چین ہیں۔"

وحشیانہ چیخوں کیساتھ بوڑھی عورتیں کرچیوں کی طرح بکھر گئیں۔ اور سامنے کھڑے ہوئے سپاہیوں کی طرف بھاگنے لگی۔ ان کی کمر کے گرد لپٹی ہوئی انسانی ہڈیوں کی کھڑکھڑاہٹ سے ہمارے دل لرز اٹھے..... ہم نے قریب کی ایک ایسانوس پر اپنی نظریں مرکوز کر دیں۔

فوجیوں کے ایک دستہ کے قریب پہونچ کر وہ تھم گئی..... پھر وہ گول گول گھومتی ہوئی رقص کرنے لگی۔ اور لٹو کی طرح اس تیزی سے گھومی کہ ہماری آنکھیں مارے حیرت کے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں..... پھر اس نے چلانا شروع کیا "میں نے سونگھ لیا۔ میں نے اس کو سونگھ لیا..... وہ قریب ہی کھڑا ہوا ہے..... اس نے اپنی ماں کو زہر دیا ہے۔ اور وہ دل میں بادشاہ سے نفرت کرتا ہے۔"

وہ اور تیزی سے ناچنے لگی یہاں تک کہ اس کے منہ سے کف جاری ہو گئے اس کی آنکھیں حلقوں سے باہر نکلتی معلوم ہوئیں اور اس کا انگ انگ لرزنے لگا..... پھر وہ ایک دم سے بت کی طرح بے حس و حرکت کھڑی ہو گئی..... اور اپنی ناک بلند کر کے شکاری کتے کی طرح فضا میں کچھ سونگھنے لگی..... اس نے سامنے کے دستہ کی طرف رینگنا شروع کیا..... لوگوں نے دب دب کر اسے راستہ دیا۔ اور ہم نے اپنی خوفزدہ نظروں سے اس کا تعاقب کیا..... وہ رکی.....

اس نے اپنا ترسول بلند کیا اور پھر آگے بڑھ گئی.... وہ دو قدم اور آگے بڑھی....
اور یہاں آکر اس بھیانک رقص کا خاتمہ اس صورت میں ہوا کہ اس چڑیل نے ایک چیخ کیساتھ ہوا میں چھلانگ لگا کر سامنے کھڑے ہوئے ایک سپاہی کو اپنے ترسول سے چھوا.... سپاہی کے قریب کھڑے ہوئے اسی کے دو ساتھیوں نے مضبوطی سے اسے پکڑ لیا اور گھسیٹتے ہوئے اُسے ہماری طرف لانے لگے۔

وہ منہ سے تو کچھ نہ بولا۔ لیکن ہم نے دیکھا کہ وہ اپنے آپ کو چھڑانے کی سرتوڑ کوشش کر رہا تھا۔ اس کے ہاتھ کی انگلیاں جن سے نیزہ چھوٹ گیا تھا اکڑے ہوئے مردہ انسان کی طرح اندر کو مڑی ہوئی تھیں۔

ہمارے پیچھے سے دو جلاد اس کا استقبال کرنے کے لئے چلے.... اور اُن سپاہیوں نے جو مجرم کو لائے تھے۔ مجرم کو جلادوں کے سپرد کیا اور واپس اپنے دستہ کی طرف لوٹ گئے۔

"اسے قتل کر دو" ٹوالہ گرجا۔

"اسے قتل کر دو" گگول چلائی۔

"اسے قتل کر دو" سکارگا نے اپنی مکروہ آواز میں کہا۔

اور ابھی ان تینوں کے الفاظ پوری طرح سے ادا بھی نہ ہوئے تھے کہ یہ ظالمانہ فعل انجام بھی پاچکا تھا.... ایک جلاد نے اپنا نیزہ سپاہی کے سینہ میں اُتار دیا.... سپاہی ایک آہ کیساتھ زمین پر گر کر تڑپنے لگا......
اب دوسرے جلاد نے اپنا بھاری گرز ایسا ڈنڈا بلند کیا اور پوری قوت

سے تڑپتے ہوئے سپاہی کی کھوپڑی پر رسید کیا۔۔۔۔ کھڑاک کی آواز آئی۔ سپاہی کی کھوپڑی پھٹ گئی اور اس کا بھیجا زمین پر بکھر گیا۔

میں بڑی مشکل سے اپنی چیخ دبا سکا۔۔۔۔ گڈ نے آنکھیں بند کر لیں۔ اور ہنری بے چینی سے پہلو بدلنے لگا۔

"ایک ہوا" ظالم ٹوالہ نے کہا۔ لاش گھسیٹ کر ہمارے پیچھے کھلی جگہ میں ڈال دی گئی۔

فوراً ہی دوسرا شخص ذبح کرنے کے لئے لایا گیا۔ یہ شخص چیتے کی کھال پہنے ہوئے تھا جس سے پتہ چلتا تھا کہ وہ صاحب جائداد ہے۔۔۔۔ پھر کچھ مبہم سے الفاظ کہے گئے اور وہ شخص ہمارے سامنے مُردہ پڑا ہوا تھا۔

"دو ہوئے" ٹوالہ نے کہا۔

"دو ہوئے" گگول چلائی۔

اور اسی طرح سے یہ خونی کھیل جاری رہا۔۔۔۔ اور ہمارے پیچھے سنو! سپاہیوں کی خون میں لتھڑی ہوئی لاشیں ایک قطار میں رکھی ہوئی تھیں۔۔۔ میں نے روم کے ایمفی تھیٹر کے کھیلوں کا حال سُن رکھا تھا۔ جہاں غلاموں کو شیر کے آگے ڈال دیا جاتا اور سپاہیوں کو عجیب عجیب ہتھیار دیکر ایک دوسرے سے لڑایا جاتا۔۔۔ لیکن ٹوالہ کا ایجاد کردہ یہ کھیل انتہائی بھیانک اور غمناک تھا۔ ہماری قوت برداشت جواب دے گئی اور ہم اٹھ کھڑے ہوئے لیکن فوراً ہی جبراً پکڑ کر بٹھا دیئے گئے۔۔۔ رات کے دس بجے چڑیلوں نے ناچنا بند کر کے ایک جگہ جمع ہونا شروع کیا اور ہم سمجھے کہ اب کھیل ختم ہوا۔۔۔۔ لیکن

ایسا نہیں ہوا...... ہم نے حیرت سے دیکھا کہ گگول اپنی جگہ سے اٹھی اور ایک لکڑی کے سہارے رینگتی ہوئی میدان میں گئی۔

گگول نے ناچنا شروع کیا... وہ چلانے اور گھومنے لگی... وہ رکی... اور اس نے اُچھل کر ایک دیو قامت شخص کو اپنے ترسول سے چھوا...... جس دستہ میں یہ شخص کھڑا ہوا تھا اس میں سے بھڑوں کے چھتہ ایسی بھنبھناہٹ سنائی دی... اسے بھی گھسیٹ کر بادشاہ کے سامنے لایا گیا.... اور وہ قتل کیا جا چکا تھا.... بعد میں ہمیں پتہ چلا کہ وہ ٹوالہ کا بھتیجا اور کافی جائداد کا مالک تھا اور ساتھ ہی ٹوالہ کی نظر اس کی بیوی پر بھی تھی۔

"اکیس تین" ٹوالہ نے گنتی پوری کی۔ اور گگول ناچتی ہوئی ہماری طرف بڑھنے لگی۔

"خدا کی قسم اب یہ تم پر بھی اپنا خونی کھیل آزمانا چاہتی ہے" گڈ نے کہا۔

"کیا حماقت کی بات کہی ہے تم نے" ہنری نے جواب دیا۔

جیسے جیسے گگول آگے بڑھتی جا رہی تھی۔ میری نبضیں چھوٹتی جا رہی تھیں..... پیشانی پر سے پسینہ کے قطرے ٹپک رہے تھے.... میں نے گھوم کر خون میں لتھڑی ہوئی لاشوں کی طرف دیکھا اور میرے ہاتھ پیر سرد ہو گئے۔

وہ ناچتے ہوئے قریب آنے لگی..... قریب.... اور قریب..... تمام لوگ بڑی دلچسپی سے گگول اور ہمارے خوف زدہ چہروں کی طرف دیکھ رہے تھے۔

"خدا جانے ہم میں سے کس کی زندگی کا خاتمہ ہونے والا ہے" ہنری بڑبڑایا۔

گگول ہمارے بالکل قریب آ گئی..... اور مجھے یوں معلوم ہوا کہ میرا

دل ابھی دھڑکنا بند کر دیگا.... گگول آگے بڑھی..... بالکل میرے قریب
.... اس نے ترسول بلند کیا.... وہ اپنی مہین آواز میں چلائی.......
اُچھلی..... اور اس نے اپنے ترسول سے اگنوسی کو چھوا۔

"میں نے اسے سونگھ لیا.... ہا ہا ہا۔ ہی ہی ہی.... اسے قتل کر دو...
اس سے پہلے کہ اس شخص کی وجہ سے کوکوآنہ کی زمین خون سے لالہ زار ہو جائے
بادشاہ اسے قتل کر دو۔"

میدان میں سناٹا چھا گیا اور ہمارے دلوں کی دھڑکن تیز ہو گئی۔

"ٹوالہ" میں نے ہمت کر کے اٹھتے ہوئے کہا۔ "یہ شخص تیرے مہمانوں کا
ملازم ہے.... اور جس نے ہمارے ملازم کا خون بہایا اس نے گویا ہمارا خون
بہایا..... اور مہمانوں سے ایسا سلوک بادشاہ کو زیب نہیں دیتا.... میں
اس شخص کی جان بخشی چاہتا ہوں۔"

"جادوگرنیوں کی استاد گگول نے اسے سونگھ لیا ہے..... اور اب
اسے قتل کرنا میرا فرض ہے.... سفید انسانو تم ہمارے ذاتی معاملات
میں دخل نہ دو" ٹوالہ نے سختی سے کہا۔

"اسے کوئی نہیں قتل کر سکتا" میں نے بلند آواز میں کہا "وہ شخص جو اسے
چھوئیگا۔ بیشک قتل کر دیا جائیگا۔"

"پکڑ لو اسے" ٹوالہ نے جلادوں سے کہا.... وہ ہماری طرف بڑھے
اور اگنوسی نے ان پر حملہ کرنے کے لئے اپنا نیزہ بلند کیا۔

"وہیں رک جاؤ۔ جنگلی کتو" میں چلایا۔ "اگر ہمارے ملازم کا بال بھی بیکا

ہوا تو۔ تمہارا بادشاہ کل کا طلوع ہونے والا سورج نہیں دیکھ سکے گا" اور میں نے پستول نکال کر اسکی نالی ٹوالہ کے سینہ پر رکھ دی .... ہنری نے اپنے پستول کا رخ جلادوں کی طرف کر دیا اور گڈ گگول کو نشانہ بنائے ہوئے تھا

"ہاں۔ ٹوالہ۔ ایک مرتبہ پھر تو اپنا حکم دہراؤ" میں نے نالی کو اس کے سینہ پر دباتے ہوئے کہا۔

"اپنی ان جادوئی نالیوں کو ہٹالو" ٹوالہ نے خوفزدہ آواز میں کہا "میں اپنی شرافت کی وجہ سے۔ نہ کہ ان جادوئی نالیوں سے ڈر کر تمہارے ملازم کی جان بخشی کرتا ہوں۔"

"ہاں اب آئے راہ پر" میں نے کہا "ہم اس خونی کھیل سے تھک گئے ہیں.... اور اب آرام کرنا چاہتے ہیں.... کیا ناچ ختم ہو گیا"۔

"ہاں ختم ہو گیا" ٹوالہ نے بے دلی سے کہا اور پھر لاشوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جلادوں سے مخاطب ہوا "ان کتوں کو بھیڑیوں اور گیدڑوں کے سامنے ڈالدو تاکہ ان کا پیٹ بھرے۔"

ٹوالہ نے اپنا نیزہ بلند کیا اور تماشائی گروہ در گروہ میدان سے جانے لگے.... ہم نے اٹھ کر ٹوالہ کو سلام کیا جس کا جواب ہمیں نہ ملا.... ہم واپس اپنی قیام گاہ کی طرف چل دیئے.... جھونپڑی میں پہونچ کر چراغ جلایا جس کی بتی تاڑ کے درخت کے ریشوں کی بنی ہوئی تھی اور تیل کے بجائے کسی جانور کی چربی استعمال کی جاتی تھی۔

"آج کی خونی ناچ نے مجھے از حد پریشان کر دیا ہے" ہنری نے بیٹھتے

ہوئے کہا۔

"مجھے اگنوسی کی مدد کرنے میں پیش و پیش تھا" گڈ نے کہا "لیکن اب مجھے ٹوالہ سے نفرت ہو گئی ہے.... اور اس کے خلاف ہتھیار اُٹھانا میں بہت بڑا ثواب سمجھتا ہوں..... میں نے لاکھ کوشش کی کہ اپنی آنکھیں بند کئے بیٹھا رہوں.... لیکن خدا جانے کیوں وہ کم بخت اسی وقت کھل جاتیں جبکہ کوئی قتل کیا جاتا.... اگنوسی تمہیں ہمارا شکر گزار ہونا چاہیے... اگر ہم نہ ہوتے تو تم بھی شہید ہو چکے ہوتے لیکن یار یہ انفادوس کہاں رہ گیا"

"میں آپ کا احسان زندگی بھر فراموش نہیں کرونگا" انفادوس بس آہی رہا ہوگا"

چنانچہ ہم نے پائپ جلائے اور خاموشی سے انفادوس کی آمد کا انتظار کرنے لگے۔

گیارھواں باب

معجزہ

جبکہ رات آخر ہو رہی تھی اور ہم سونے کا ارادہ کر رہے تھے کہ جھونپڑی کے باہر قدموں کی چاپ سنائی دی۔ پہرے داروں نے چلا کر کچھ پوچھا اور مناسب جواب ملنے پر خاموش ہو گئے..... چاپ ہماری جھونپڑی کی طرف بڑھنے لگی..... اور انفادوس چھ سرداروں کو ساتھ لئے جھونپڑی

میں داخل ہوا۔

"میرے آقا۔ میں آگیا ہوں۔" اور اپنے وعدے کے مطابق ان چھ سرداروں کو اپنے ساتھ لایا ہوں..... ان میں سے ہر ایک کے ماتحت تین ہزار سپاہی ہیں۔ اور میں نے جو کچھ دیکھا اور سنا ہے وہ سب انہیں بتا دیا ہے۔ اور اب اگنوسی تم انہیں اپنے جسم پہ بنا ہوا سانپ دکھاؤ اور اپنی کہانی سناؤ تاکہ یہ اس بات کا فیصلہ کرسکیں کہ یہ ٹوالہ کے خلاف تمہارا ساتھ دیں گے یا نہیں؟۔"

جواب میں اگنوسی نے اپنے جسم سے کپڑا ہٹا دیا.... ہر شخص نے آگے بڑھ کر بڑے غور سے اگنوسی کے جسم پر بنے ہوئے سانپ کو دیکھا اور وہ خاموشی سے ایک طرف کھڑے ہو گئے.... پھر اگنوسی نے اپنی کہانی سنائی جو میں پچھلے کسی باب میں نقل کرچکا ہوں۔

"کوکوآنہ کے معزز سردارو" انفادوس نے کہا "تم نے اپنی آنکھوں سے سانپ کی نشانی دیکھی اور اپنے کانوں سے اگنوسی کی کہانی سنی بتاؤ اب کیا کہتے ہو؟ کیا تم اگنوسی کا ساتھ دو گے؟ ٹوالہ کے ظلم اور بہتے ہوئے خون کی وجہ سے زمین لرز اٹھی ہے۔ تم نے آج رات بھی ٹوالہ کی ہوس پرستیوں اور خود غرضی کا نظارہ دیکھا۔ دو اور بھی سردار تھے جنہیں میں آج رات یہاں لانے والا تھا۔ لیکن اس وقت وہ کہاں ہیں؟ ان کے لاشوں کو گیدڑ بھنبھوڑنے لگے... اور اگر ٹوالہ بادشاہ رہا تو کسی دن تمہارا بھی یہی انجام ہوگا۔

ایک پستہ قد اور گٹھے ہوئے جسم کا سردار جس کے بال سفید ہو گئے تھے آگے بڑھا۔

"تم سچ کہتے ہو انفادوس" اس نے کہا "زمین ٹوالہ کے ظالم بوجھ تلے کراہ رہی ہے۔ آج رات مارے جانے والوں میں میرا بھائی بھی شامل ہے۔ لیکن یہ معاملہ بڑا نازک ہے۔ اس بات کا ہمیں کیسے یقین آئے کہ جس شخص کی حمایت میں ہمارے نیزے بلند ہوں گے وہ جھوٹا اور دھوکے باز نہیں ہے۔؟ یقیناً بہت کچھ خون خرابہ ہو گا تب یہ کام انجام پائیگا.... بہت سے لوگ ٹوالہ کیساتھ ہوں گے.... میرے بھائی انفادوس دنیا اسی سورج کی پوجا کرتی ہے جو کہ پوری آب وتاب سے چمک رہا ہو نہ کہ اس سورج کی جو ابھی طلوع بھی نہیں ہوا۔ اسوقت ٹوالہ برسر اقتدار ہے.... اور اگنوسی کا ساتھ دینے کی صورت میں ہمیں اپنی جانوں کی بازی لگانی ہوگی.... ستاروں سے آئے ہوئے یہ سفید انسان۔ جن کے پاس بہت بڑا جادو ہے..... اگنوسی کی حفاظت کرتے ہیں اور اگنوسی ان کے پروں تلے ہے.... اگر حقیقت میں اگنوسی ہی ہمارا بادشاہ ہے۔ تو ہم اس کے ثبوت میں ان سفید انسانوں سے ایک نشانی چاہتے ہیں.... ایک ایسا معجزہ جسے ہمارے ساتھ اور لوگ بھی دیکھیں اور اس خیال سے ہمارا ساتھ دیں کہ سفید انسانوں کا جادو ان کیساتھ ہے"

"تم سانپ کی نشانی تو دیکھ چکے ہو" میں نے کہا۔

"یہ کافی نہیں میرے آقا.... ممکن ہے یہ سانپ بچپن میں اس کے

جسم پر نقلی بنا دیا گیا ہو۔۔۔۔ ہم آپ سے ایک عجیب و غریب اور حیرتناک نشانی چاہتے ہیں۔۔۔۔ ہم ایک ایسا معجزہ دیکھنا چاہتے ہیں جس کی وجہ سے ہمیں یقین ہو جائے کہ واقعی آپ کے جادو کے زور سے فتح ہماری ہوگی۔"

دوسرے سرداروں نے بھی اس کی ہاں میں ہاں ملائی اور میں نے یہ تمام معاملہ ہنری اور گڈ کے گوش گزار کر دیا۔

"میرا خیال ہے ہم انہیں ایک معجزہ دکھا سکتے ہیں" گڈ نے سر کھجلاتے ہوئے کہا "کوارٹرمین ان سے کہدو کہ ہمیں صرف پانچ منٹ کا وقت دیں۔"

میں نے سرداروں سے کہا اور وہ جھونپڑی سے باہر چلے گئے۔ گڈ نے اپنی دوائیوں کا تھیلا کھول کر ایک جیبی جنتری نکالی۔

"اچھا دوستو کل کون سی تاریخ ہے" گڈ نے جنتری کی ورق گردانی کرتے ہوئے کہا۔

"چوتھی جون" میں نے اور ہنری نے ایک ساتھ کہا۔

"بس تو میدان مار لیا۔ سنو۔" گڈ نے جنتری میں سے پڑھنا شروع کیا "چار جون۔ گرین وچ ٹائم کے مطابق۔ رات کے آٹھ بج کر پندرہ منٹ چاند کو گہن لگنا شروع ہوگا۔۔۔۔ اور پورا چاند گہنا جائیگا۔ اور وہ ٹینارلیف شمالی افریقہ وغیرہ وغیرہ جگہوں پر دیکھا جا سکے گا۔ چنانچہ یہ ہے ہمارا معجزہ۔۔ کواٹرمین ان خر دماغوں سے کہو کہ کل رات ہم چاند سے اس کی روشنی چھین کر اسے توے ایسا سیاہ کر دیں گے۔"

تجویز معقول تھی۔ لیکن جنتری کے غلط ہونے کی صورت میں۔ ہمارے

تمام ارادوں کا اور شاید ہمارا بھی جنازہ نکل جانیکا خدشہ تھا۔" فرض کرو تمہاری جنتری غلط ثابت ہوئی" ہنری نے گڈ سے کہا جو ایک کاغذ پر بڑی محویت کے عالم میں جانے کیا لکھ رہا تھا۔

"ہیں۔ فرض کرو؟ ارے بھائی میرے یہاں فرض کرنے کی کوئی گنجائش نہیں.... جنتری میں جو وقت تحریر ہے اسی وقت گہن ہوگا۔ ممکن ہے پانچ ایک منٹ آگے پیچھے ہو جائے سو اس سے کوئی خاص فرق نہیں پڑیگا۔" گڈ نے کہا "جنتری میں لکھا ہے کہ گہن شمالی افریقہ میں دیکھا جاسکے گا۔ اور مجھے اس پر پورا اعتبار ہے۔ تو میں نے ابھی ابھی حساب لگا کر معلوم کیا ہے کہ یہاں گہن رات کے دس بجے سے لگنا شروع ہوگا۔ اور قریباً آدھی رات تک رہیگا۔ کیا سمجھے؟"۔

بہر حال ہمیں قسمت آزمائی کرنی چاہئیے" ہنری نے کہا۔

لیکن میرے دل میں کھد بدسی ہو رہی تھی.... اگر اس وقت آسمان پر بادل چھا گئے اور چاند چھپ گیا تو......؟ اور اس تو کے جواب میں ایسی بھیانک تصویر میرے تصور نے پیش کی کہ میں لرز گیا.... بہر حال ہرچہ باداباد کہہ کر میں نے اگنوسی کو سرداروں کے بلانے کے لئے بھیجا اور جب وہ آئے تو میں نے ایک مختصر سی تقریر ان کے سامنے کی۔

"کوکوآنہ کے معزز سردار اور مانفادوس سنو۔ ہم اپنی قوتوں کا مظاہرہ کرنا نہیں چاہتے۔ کیونکہ اس طرح سے قدرت کے نظام میں خلل آتا ہے اور دنیا پر خوف دہراس طاری ہو جاتا ہے.... لیکن چونکہ تم ضد کر رہے

ہو اور ویسے بھی ہم ٹوالہ کے ظلموں کی وجہ سے اور گوگل سے بھی جس نے انگوسی کی جان لینے کی کوشش کی تھی۔ خفا ہیں۔ اس لئے ہم قدرت کے نظام کو کچھ دیر کے لیے درہم برہم کر دیں گے۔ اور ایک ایسا معجزہ پیش کریں گے جسے ساری دنیا دیکھ سکے۔ اچھا یہاں آؤ۔"

میں سرداروں کو جھونپڑی کے دروازے پر لے گیا اور چاند کی طرف اشارہ کر کے پوچھا "وہ کیا چیز ہے؟"

"وہ چاند ہے۔ جو اب ڈھل رہا ہے" ایک سردار نے کہا۔

"بالکل ٹھیک۔ اچھا اب یہ بتاؤ کہ کوئی فانی انسان چاند کو۔ اس کے غروب ہونے کے وقت سے پہلے۔ چراغ کی طرح بجھا کر دنیا پر تاریکی مسلط کر سکتا ہے؟"

سردار ہنسا "نہیں میرے آقا۔ ایسا کوئی نہیں کر سکتا۔ چاند انسان سے زیادہ طاقتور ہے۔"

"تم نے ٹھیک کہا۔ لیکن میں تمہیں آگاہ کرتا ہوں کہ کل نصف رات سے دو گھنٹہ پیشتر ہم چاند کو بجھا دیں گے۔ اور یہ اس بات کی نشانی ہو گی کہ انگوسی تمہارا حقیقی بادشاہ ہے پھر تو تمہیں اطمینان ہو جائے گا نا۔؟"

"ہاں میرے آقا۔ اگر آپ نے یہ معجزہ دکھایا تو ہم انگوسی کے ساتھ ہیں"
سردار مسکرایا۔

"تو یہ ہو کر رہے گا۔ ستاروں سے آنے ہوئے ہم تین۔ انکوبو۔ باگڈن اور میکومیزن جو کہتے ہیں وہ کر دکھاتے ہیں۔ چاند سے کل رات ہم نور چھین

ہیں گے.... انفادوس سنا تم نے۔

"ہاں میرے آقا سنا۔ لیکن یہ آپ ایک عجیب بات کر رہے ہیں۔ دنیا کے باپ چاند کو۔ جبکہ وہ پورے شباب پر ہو۔ بجھا دینا ناممکن ہے۔"

ہمارے لئے کوئی چیز بھی ناممکن نہیں انفادوس"۔

"آپ بجا فرماتے ہیں۔ آج رات ٹوالہ آپ کو لڑکیوں کے رقص میں بلائیگا اور ناچ شروع ہونے کے گھنٹہ بھر بعد سب سے خوبصورت لڑکی ان دیوتاؤں کی بھینٹ چڑھائی جائیں گی" اور اس نے ان پہاڑوں کی طرف اشارہ کیا جہاں شاہراہ سلیمان ختم ہوتی ہے" ٹوالہ کے حکم سے سکارگا اس لڑکی کو قتل کریگا۔ اور اس وقت آپ چاند کو سیاہ کر کے ایک معصوم اور بیگناہ لڑکی کی جان بچا سکیں گے۔"

"ایسا ہی ہوگا" میں نے مسکرا کر کہا۔

"لوؔ سے دو میل دور" انفادوس نے اپنی بات جاری رکھی" ایک پہاڑی ہے جس شکل ہلال ایسی ہے۔ وہاں میرے اور ان سرداروں کے دستہ تعینات ہیں۔ میں کوشش کر کے چند اور دستے بھی اس طرف بھیج دونگا.... اگر بقول آپ کے چاند بجھ گیا۔ تو پھر میں اس تاریکی میں آپ کو لو سے نکال کر ہلالی پہاڑی تک پہنچا دونگا۔ وہاں ہم محفوظ ہوں گے اور اسی جگہ سے ٹوالہ سے جنگ کرینگے"

"بہت اچھا خیال ہے تمہارا" میں نے کہا" اچھا اب تم جاؤ۔ تاکہ ہم کچھ دیر سستا کر اپنا جادو مکمل کرلیں۔"

"دوستو" سرداروں کے جانے کے بعد اگنوسی نے کہا" آپ لوگ یہ بعید

ازقیا اس کام کر سکتے ہیں یا یہ محض کھوکھلے الفاظ ہیں"۔

"نہیں امبوپا..... میرا مطلب ہے اگنوسی..... ہم چاند کو بجھا دیں گے۔"

"بڑی حیرت انگیز بات ہے یہ تو" اگنوسی نے کہا" میں آپ کی بات کا یقین نہ کرتا۔ لیکن جانتا ہوں کہ آپ کو جھوٹ بولنے کی عادت نہیں۔ اگر ہم کامیاب ہوئے تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کے ان احسانوں کا بدلہ دونگا"۔

"اگنوسی ایک بات کا وعدہ کرو" میں نے مسکرا کر کہا۔

"میں وعدہ کرتا ہوں میکومیزن۔ حالانکہ میں نے تمہاری بات سنی بھی نہیں"

"اگنوسی میں اس بات کا وعدہ چاہتا ہوں کہ اگر تم بادشاہ بن گئے تو تم ٹوالہ کے نقش قدم پر نہ چلتے ہوئے چڑیلوں کا رقص بند کردو گے۔ وعدہ کرو اگنوسی کہ اس ظالمانہ رسم کا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خاتمہ کردو گے"۔

اگنوسی کچھ دیر تک سوچتا رہا۔

"میکومیزن" اس نے کہا" ہم لوگوں کے قوانین آپ لوگوں کے قوانین سے مختلف ہیں۔ ہماری نظروں میں انسانی زندگی کی کوئی قیمت نہیں۔ لیکن میں وعدہ کرتا ہوں کہ چڑیلوں کا رقص میرے دورِ حکومت میں نہیں ہوگا۔ کوئی بھی شخص بیگناہ قتل نہیں کیا جائیگا۔"

"دیکھو اس وعدے کو نباہنا اگنوسی" ہنری نے کہا" اور اب میرا خیال ہے ہم کچھ دیر سولیں۔"

ہم اس قدر تھکے ہوئے تھے کہ پڑتے ہی سو گئے۔ اگر اگنوسی ہمیں نہ جگاتا تو جانے کب تک سوتے رہتے۔ ناشتہ وغیرہ سے فارغ ہو کر ہم باہر آئے اور ادھر

اُدھر گھومنے لگے۔

"خدا کرے کہ آج چاند گہن ہو" ہنری نے کہا۔

"آخر تمہیں اس میں شک کیوں ہے؟" گڈ خفا ہو گیا۔

"اگر آج چاند گہن نہ ہوا گڈ" میں نے کہا" تو جان لو سردار ہماری تمام پول کھول کر رکھدینگے۔ اور اس کے بعد جو گہن لگے گا وہ ہماری زندگیوں کو کو سے گا۔"

سورج غروب ہونے کے بعد ٹوالہ کے سفیر ہمیں لڑکیوں کے ناچ میں لے جانے کے لئے آئے ہم نے جلدی جلدی ٹوالہ کی ارسال کردہ زرہیں پہنیں اور تمام ہتھیاروں سے لیس ہو کر (یہ انفادوس کا مشورہ تھا) بظاہر بڑی بہادری سے چل پڑے لیکن دلوں کا خدا ہی حافظ تھا.... بادشاہ کی جھونپڑی کے سامنے والا میدان اس وقت کوکوآنہ کی نیم عریاں لڑکیوں سے بھرا ہوا تھا تمام لڑکیاں پھولوں سے لدی پھندی خاموش کھڑی تھیں اور ہر لڑکی کے ایک ہاتھ میں تاڑ کا پتہ اور دوسرے میں جنگلی کنول تھا بیچ میں ٹوالہ اور اس کے قدموں میں گگول بیٹھی ہوئی تھی پیچھے سکارگا اور انفادوس مؤدب کھڑے ہوئے تھے اور دائیں بائیں بارہ محافظ سپاہی نیزے لئے بتوں کی طرح بے حس و حرکت کھڑے تھے۔

ٹوالہ نے بڑی خندہ پیشانی سے ہمارا استقبال کیا۔ اور پھر اپنی اکلوتی آنکھ سے اگنوسی کو یوں دیکھا جیسے وہ اسے زندہ چبا جائیگا۔

"خوش آمدید سفید انسانو" ٹوالہ نے کہا" آج تم ایک اور ناچ دیکھو گے

لیکن گزشتہ رات والے ناچ کی سی بات کہاں اس میں کوئی شک نہیں کہ لڑکیاں خوبصورت ہوتی ہیں اور ان کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ بڑے شیریں ہوتے ہیں۔ لیکن ہتھیاروں کی جھنکار اور بہے ہوئے خون کی بو لڑکیوں کی ہزار دلسے بہتر ہوتی ہے.... ستاروں کے باسی۔ یہ لڑکیاں جو تمہارے سامنے کھڑی ہوئی ہیں تمام کی تمام خوبصورت ہیں۔ اگر تم ان کو اپنی بیویاں بنانا چاہتے ہو تو ان میں سے جتنی چاہو اپنے لئے چن لو اور میں ان لڑکیوں کو تمہیں بخش دوں گا۔"

ٹوالہ کی اس عنایت سے ہم تو بالکل بھی متاثر نہ ہوئے۔ لیکن گڈ عاشقانہ طبعیت رکھتا تھا۔ چنانچہ اس کے چہرے سے خوشی پھوٹی پڑتی تھی۔ لیکن میں نے سوچا کہ اگر گڈ نے جلدبازی سے کام لیکر اپنے لئے بیوی چن لی تو پھر ہمارا تمام رعب داب کوکوآنہ کے لوگوں کے دلوں سے رخصت ہو جائیگا اور پھر وہ ہمارے ساتھ جو سلوک کریں گے اس کا خیال آتے ہی میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

"شکریہ" میں نے جلدی سے کہا" ہم سفید فام لوگ اپنی ہی قوم میں شادی کرتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کے یہاں کی لڑکیاں حسین ہیں لیکن ہم ان سے شادی نہیں کر سکتے۔"

ٹوالہ ہنسا" اچھا جیسی تمہاری مرضی۔ لیکن ہمارے یہاں کہاوت ہے کہ لڑکی لڑکی ہی ہوتی ہے خواہ وہ کیسی بھی ہو۔ اور یہ بھی کہاوت ہے کہ جو موجود ہو اسی سے محبت کرو۔ جو موجود نہیں وہ جھوٹ ہے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ

ستاروں میں تو آئین الٹ گیا...... بہر حال میں تمہیں اور اے سیاہ فام ملازم تجھے بھی خوش آمدید کہتا ہوں" اس نے اگنوسی کی طرف اشارہ کیا "اگر گگول کی گذشتہ رات کی کامیاب پرکھ پر ان سفید انسانوں نے رد ڈے نہ اٹکائے ہوتے تو آج تمہارے ہاتھ پیر بے جان ہوتے۔"

"اس سے پہلے کہ تم مجھے قتل کرتے میں تمہیں قتل کرچکا ہوتا" اگنوسی نے کہا، "اور اس سے پہلے کہ میرے ہاتھ پیر بیجان ہوتے تمہارا جسم تڑپ کر سرد ہوچکا ہوتا۔"

"ذلیل چھوکرے۔ تو بہت چل نکلا ہے.... میرے قہر اور غصہ سے بحروبر کانپتے ہیں.... اور یہ مت بھول کہ میرا ایک اشارہ تیری زندگی کا چراغ بجھا سکتا ہے" ٹوالہ کی اکلوتی آنکھ مارے غصہ کے لال بوٹی ہوگئی۔

"میں حق بات کہنے سے نہیں گھبراتا ٹوالہ" اگنوسی نے کہا، "وہ ایک ایسا نیزہ ہے جو بالکل ٹھیک نشانے پر بیٹھتا ہے اور یہ ستاروں کی طرف سے تمہارے لئے ایک پیغام ہے۔"

ٹوالہ دانت پیس کر رہ گیا۔

"ناچ شروع کرو" وہ گرجا۔

لڑکیوں نے ناچنا شروع کیا.... اور ان کا ناچ عجیب تھا۔ پہلے تو وہ لٹو کی طرح گھومیں۔ پھر کنول اور تاڑ کے پتے ہلاتی اور چلاتی ہوئی دائیں بائیں بھاگیں... پھر ایک دم سے پیچھے کی طرف بھاگیں اور ایک جگہ بے حس وحرکت کھڑی ہوگئیں۔ جیسے ان میں بھری ہوئی کوک ختم ہوگئی ہو..

بہ کچھ دیر بعد گروہ میں سے ایک لڑکی نے نکل کر ناچنا شروع کیا اور وہ اس خوبصورتی سے ناچی کہ ہمارے ملک کی نامی رقاصائیں حیرت سے دانتوں میں انگلی دبا لیں ... جب وہ لڑکی تھک گئی تو ایک طرف ہو رہی ... اس کی جگہ دوسری لڑکی نے لی۔ پھر تیسری ... چوتھی اور پانچویں، اور اسی طرح سے کئی ایک لڑکیوں نے اپنا رقص دکھایا لیکن ان میں سے ایک بھی پہلی کے برابر حسین اور ماہر نہ تھی۔

ٹوالہ نے اپنا نیزہ بلند کیا اور رقص ختم گیا۔

"تمہارے خیال میں کون سی لڑکی سب سے زیادہ حسین تھی؟ اس نے پوچھا۔

"پہلی" بے ساختہ میرے منہ سے نکل گیا۔ لیکن فوراً ہی انفادوس کے یہ الفاظ مجھے یاد آ گئے کہ سب سے خوبصورت لڑکی کو دیوتا کی بھینٹ چڑھایا جائے گا ... اور میں بُت کی طرح ساکت کھڑا ہو گیا۔

"تمہارا خیال میرا خیال ہے سفید انسانو ... یہ خوبصورتی اس لڑکی کے حق میں بُری ثابت ہو گی۔"

"ہی ہی ہی۔ تم دیوتا کے حضور پیش کی جاؤ گی میری بچی" گگول نے اس لڑکی سے کہا جو اپنی سہیلیوں کے بیچ میں کھڑی بڑی معصومیت سے کنول کی پتیاں توڑ رہی تھی۔

"ٹوالہ اس لڑکی نے اپنے خوبصورت رقص سے ہمیں خوش کیا ہے۔ اس کا انعام اسے موت کی صورت میں تو نہیں ملنا چاہئے۔" میں نے کہا۔

ٹوالہ نے بھیانک قہقہہ بلند کیا "یہ ہمارے یہاں کی رسم ہے۔ ان دیوتاؤں کو جو ان پہاڑوں میں ہیں" اور اس نے دور کے تین پہاڑوں کی طرف اشارہ کیا، "ہر سال ایک خوبصورت لڑکی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر میں ان دیوتاؤں کی خدمت میں لڑکی پیش کرنے سے قاصر رہا تو پھر مجھ پر اور میرے خاندان پر دیوتاؤں کا غضب نازل ہوگا.... میرا بھائی.... جو مجھ سے پہلے کوٹو کا بادشاہ تھا.... اس نے یہ حماقت کی تھی کہ ایک سال اس نے لڑکی کو ان دیوتاؤں کی خدمت میں اس لئے پیش نہیں کیا تھا کہ لڑکی کی ماں نے گڑگڑا کر اپنی بیٹی کی زندگی کی بھیک مانگی تھی.... اور اس کا نتیجہ جانتے ہو سفید انسانو کیا ہوا؟.... اس کی حکومت کا تختہ اُلٹ گیا۔ اس کا خاندان تباہ و برباد ہوگیا.... اور میں اپنا انجام ایسا نہیں چاہتا.... دیوتاؤں کی خوشی میں پوری کرکے رہوں گا۔"

دو محافظ آگے بڑھے۔ انہیں دیکھتے ہی لڑکی کے منہ سے چیخ نکل گئی اور وہ اُلٹے قدموں بھاگی لیکن دوسرے ہی لمحے وہ مضبوط ہاتھوں کی گرفت میں تھی.... محافظ روتی تڑپتی لڑکی کو گھسیٹ کر ہمارے سامنے لے آئے۔

"لڑکی تیرا نام کیا ہے" گگول نے پوچھا۔

لڑکی خاموش رہی۔

"کیا تو جواب نہیں دیگی؟" گگول کی آواز لہرائی" تو پھر میں سکارگا کو حکم دوں کہ وہ اپنا کام کرے؟"

گگول کے کہنے کی دیر تھی کہ سکارگا۔ جو اس وقت پورا شیطان معلوم

ہو رہا تھا۔ اپنا نیزہ ہلاتا آگے بڑھا۔ اور اسی وقت میں نے دیکھا کہ گڈ کا ہاتھ پستول کی طرف بڑھا...... لڑکی کی آنکھیں مارے خوف کے پتھر سی ہوگئیں اور وہ خزاں رسیدہ پتے کی طرح لرزنے لگی۔

"دیکھا" سکارگا خوشی سے چلایا" یہ میرے نیزے کو دیکھ کر ہی خوفزدہ ہے۔" اور اس نے بڑی محبت اور غرور سے اپنے نیزے کے پھل پر ہاتھ پھیرا "خدا کی قسم میں تجھ سے بدلہ لوں گا۔ ناپاک کتے" گڈ دانت پیس کر بڑبڑایا۔

"خوف نہ کرو۔ لڑکی اپنا نام بتاؤ" چڑیل گگول نے کہا۔

"مقدس ماں۔ میرا نام فلاویٹا ہے" لڑکی نے بڑی شیریں آواز میں کہا "مقدس ماں کس گناہ کی پاداش میں ماری جارہی ہوں؟"۔

"عزیز بچی" گگول نے اپنی نفرت آگیں آواز میں کہا "تجھے خوش ہونا چاہیے کہ تو شاہی خاندان کے مقدس ہاتھوں سے دیوتاؤں کے حضور جارہی ہے دن کو آوارہ گردی کرنے اور فکروں میں جان گھلانے سے رات کو سورہنا بہتر ہے۔ زندگی کی تکالیف برداشت کرنے سے بہتر ہے فلاویٹا کہ تو موت کی بےفکری اور گہری نیند سو جائے"۔

فلاویٹا اپنے ہاتھ ملتے ہوئے چلائی "کمینی۔ کتیا۔ چڑیل۔"

اور پھر وہ بلک بلک کر رونے لگی۔

"ابھی میں نے دیکھا ہی کیا ہے؟ اور میری عمر ہی کیا ہے؟..... مقدس دیوتاؤ..... اب کیا میں طلوع ہوتے ہوئے سورج کو کبھی نہ دیکھ سکوں گی؟ کیا یہ سہانی راتیں کسی اور کے لئے ہوں گی؟ اور یہ خوبصورت پھول کھل کھل کر

میرے بالوں کی زینت بے بغیر ہی مرجھا جائیں گے.... مقدس دیوتاؤ میری
ماں اب کس کی پیشانی پر محبت بھرے بوسے ثبت کرے گی؟ تمام دنیا مجھے بھول
جائیگی۔ میری بکریاں مجھے تلاش کرتی پھریں گی اور مجھے نہ پاکر چلائیں گی
.... کوئی میرا محبوب نہ ہوگا.... میری کوکھ سے کبھی کوئی حسین بچہ جنم نہیں لیگا۔
میں کبھی ماں نہیں بن سکوں گی....؟ میرے تمام ارمان میرے دل ہی میں
رہیں گے... مقدس دیوتاؤ۔ یوں نامراد تو مجھے دنیا سے مت اٹھاؤ۔"

اس کی ان غم انگیز باتوں سے پتھر موم ہو جاتے لیکن گگول۔ ٹوالہ اور
سکارگا کے سیاہ دلوں پر کچھ بھی اثر نہ ہوا۔ البتہ ہمارے پیچھے کھڑے ہوئے
سرداروں کے چہروں سے رحم ٹپکنے لگا اور گڈ بے چین ہو کر آگے بڑھا.... اور
.... خلادیٹا نے روتے ہوئے اپنا سر گڈ کے قدموں پر رکھ دیا۔

"ستاروں کی دنیا کے سفید انسان" اس نے ہچکیاں لیتے ہوئے کہا "دیوتاؤں
کے لئے مجھے اپنی پناہ میں لے لو.... میں ابھی مرنا نہیں چاہتی مجھے گگول اور
ٹوالہ کے پنجے سے بچاؤ.... میں قسم کھا کر کہتی ہوں کہ زندگی بھر آپ کی کنیز بنی
رہوں گی۔"

"گھبراؤ نہیں فلادیٹا۔ تمہیں کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا" گڈ نے کہا۔

لیکن خلادیٹا اس کے قدموں سے چپکی رہی۔

"اٹھو فلادیٹا" اور گڈ نے اپنے قریب کھڑا کر دیا۔

ٹوالہ نے اشارہ کیا اور سکارگا اپنا نیزہ بلند کئے گڈ اور فلادیٹا کی طرف بڑھا۔

"کوارٹرمین۔ اب تمہاری باری ہے" ہنری نے کہا "اونہہ کس بات کے منتظر ہو؟"

"چاند گہن کا" میں نے کہا" آدھ گھنٹے سے میں چاند پر نظریں ڈال رہا ہوں لیکن اب تک تو اس پر ایک داغ بھی نظر نہیں آتا"۔

"اب انتظار کا وقت گذر چکا ہے۔ کوارٹرمین۔ خدا کے لئے کوئی تدبیر کرو۔ ورنہ فلاوٹیا کی جان جائیگی۔ دیکھو سکارگا اس کی طرف بڑھ رہا ہے اور ٹوالہ غصے سے پہلو بدل رہا ہے۔"

میں نے آخری بار چاند کی طرف دیکھا اور نیزہ بلند کیا بڑھتے ہوئے سکارگا اور فلاوٹیا کے بیچ میں کھڑا ہو گیا۔

"یہ نہیں ہو سکتا ٹوالہ" میں نے کہا" ہم اس بے وجہ قتل کو برداشت نہیں کر سکتے لڑکی کو جانے دو۔"

ٹوالہ۔ مارے غصہ کے سانپ کی طرح پھنکارتا۔ پیر پٹخ کر کھڑا ہو گیا ...... اور سردار جو ہمارے گرد نیم دائرہ بنائے کھڑے تھے کانا پھوسی کرنے لگے۔

"نہیں ہو سکتا؟ ہیں؟ نہیں ہو سکتا" ٹوالہ سانڈ کی طرح ڈکارا "سفید کتو تم ایک شیر سے پنجہ ملانے کی کوشش کر رہے ہو یاد رکھو تم بھی اس لڑکی کے ساتھ دیوتاؤں کے حضور پہونچ جاؤ گے اور پھر وہی تم سے نپٹ لیں گے .... مجھے حکم دیتے ہو؟ حکومت جتاتے ہو مجھ پر؟ دیوتاؤں کی قسم تمہیں میرے ہاتھ سے کوئی نہیں بچا سکتا.... چیونٹی کی طرح چٹکی میں مسل کر رکھ دونگا تمہیں.... ہٹ جاؤ.... میں کہتا ہوں ہٹ جاؤ بیچ میں سے۔ سپاہیو! گرفتار کر لو ان لوگوں کو.... سکارگا آگے بڑھو....

کس بات کے منتظر ہو تم ...... میں حکم دیتا ہوں کہ لڑکی کا خاتمہ کر دو۔"

سر ہنری۔ اگنوسی اور گڈ نے مجھے اپنے حلقہ میں لیکر بندوقیں اٹھائیں۔

"میں کہتا ہوں کہ رُک جاؤ" بظاہر میں نے بڑی بہادری سے کہا

لیکن دل کا حال خدا ہی جانتا تھا" ہم۔ ستاروں سے آئے ہوئے

سفید انسان کہتے ہیں کہ یہ نہیں ہو سکتا۔ اگر تم نے ایک قدم بھی آگے

بڑھایا تو میں چاند کو بجھا کر تمام دنیا پر تاریکی مسلط کر دونگا۔"

اس دھمکی کا خاطر خواہ اثر ہوا۔ ہمیں گرفتار کرنے کے لئے بڑھتے ہوئے

سپاہی ٹھٹھک کر کھڑے ہو گئے اور سکارگا کا نیزہ ہوا میں بلند کا بلند ہی رہ گیا

"نہ سنو" قابل نفرت گگول چیخی" ان جھوٹوں کی باتیں سنو؟ کہتے

ہیں چاند کو بجھا دیں گے۔ چاند نہ ہوا چراغ ہو گیا کہ جب چاہا بجھا دیا اچھا بادشاہ

ان لوگوں کو چاند سے روشنی چھین لینے دو۔ اگر انہوں نے ایسا کیا تو لڑکی کی

جان بخش دی جائیگی۔ ورنہ پھر یہ سفید انسان اور لڑکی۔ سب کو دیوتاؤں

کے حضور پہنچا دیا جائیگا۔"

میں نے چاند کی طرف دیکھا...... اس کے کنارے پر ناخن اتنا سیاہ

داغ اُبھر آیا تھا...... میں نے آسمان کی طرف اپنے دونوں ہاتھ بلند کئے

ہنری اور گڈ نے بھی ایسا ہی کیا...... پھر میں نے انگریزی کی نظمیں اس طرح

پڑھنی شروع کیں جس کی وجہ سے وہ جادو کے بول معلوم ہوں۔۔ ہنری

نے انجیل مقدس کی آمین اور گڈ نے ناولوں میں سے چند پیرے گراف بڑبڑانا

شروع کئے۔

سیاہ داغ آہستہ آہستہ چاند کے منور چہرے پر پھیلنے لگا.... اردگرد کھڑے ہوئے ہجوم سے بھنبھناہٹ سی اُبھری "دیکھ اے ٹوالہ" بین چلایا" ہم جو کہتے ہیں کر دکھاتے ہیں.... دیکھ اے چڑیل گگول یہ ہمارے جادو کا ایک ادنیٰ نمونہ ہے کہ ہم چاند سے اسوقت روشنی چھین لیتے ہیں جبکہ وہ پورے طور سے چمک رہا ہو.... ہاں اے چاند.... ہمارے حکم کا تابع ہو جا.... بجھ جا.... ختم ہو جا.... اور اپنی روشنی سے ان ظالموں کو محروم کر دے جو تیرے باشندوں سے پنجہ لڑانے کی کوشش کرتے ہیں.... معزز سردار و تم نے ہم سے معجزہ طلب کیا تھا.... تو لو دیکھو۔ غور سے دیکھو"۔

ہجوم میں سے خوفناک چیخیں بلند ہوئیں.... کچھ لوگ سکتے کے سے عالم میں کھڑے رہے۔ اور کچھ گھٹنوں کے بل زمین پر گر کر جانے کیا بڑبڑانے لگے.... ٹوالہ ایک ہی جگہ جم گیا اور اس کے سیاہ چہرے پر خوف کی زردی چھانے لگی.... ایک گگول تھی جو اسوقت بھی گھبرا نہیں رہی تھی۔

"ڈرو نہیں" گگول نے کہا" یہ تو ایک بادل ہے جو چاند پر سے ابھی گذر جائیگا.... ڈرو نہیں۔ ایسے داغ کئی مرتبہ چاند پر آگئے اور گذر گئے ہیں"۔

"اچھا ابھی تمہیں معلوم ہو جائیگا.... اے چاند کیا بات ہے.... آج تو اتنا سرد اور سست کیوں ہے جلدی کر...." خدا جانے آگے کیا تھا؟ ایک رومانی ناول میں پڑھا تھا اور اس کا یہ ایک جملہ یاد رہ گیا تھا لیکن آگے کے تمام الفاظ اسوقت دماغ میں اتر گئے تھے" گڈ.... لیجیے پڑھو.... مجھے تو اب کچھ یاد نہیں —"

گڈ نے بلند آواز سے کون جانے کیا کچھ اوٹ پٹانگ نظمیں اور ناولوں کے ابواب پڑھنے شروع کئے اور بغیر رکے مسلسل پندرہ منٹ تک پڑھتا چلا گیا۔

سیاہی کا حلقہ آہستہ آہستہ بڑھنے لگا.. تمام لوگ یوں بے حس و حرکت کھڑے ہوئے تھے کہ کسی دکان کے شوکیس میں رکھے ہوئے مجسمے معلوم ہوتے تھے۔

نصف چاند سیاہ ہو گیا.....

میدان میں گہری خاموشی چھا گئی اور اس خاموشی میں لوگوں کی اٹی سیدھی تیز تیز سانسوں کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ چاند پر گہن بڑھنے لگا...... بڑھنے لگا.... بڑھتا ہی چلا گیا.... یہاں تک کہ ناخن برابر حصہ ہی چاند روشن رہ گیا۔ ہوا تھم گئی اور فضا تاریکی سے بھر گئی اور ہم اپنے قریب کھڑے ہوئے لوگوں کی صورتیں بھی بمشکل پہچان سکتے تھے۔

"چاند مر رہا ہے۔ چاند مر رہا ہے۔ سفید جادوگروں نے چاند کو بجھا دیا" سکارگا چلایا" اب ہم تاریکی سے گھبرا کر مر جائیں گے۔"

اور خدا جانے خوف یا غصہ سے یا دونوں کی وجہ سے سکارگا نے اپنا نیزہ بلند کیا۔ اور یہ بھول کر ہم زرہ پہنے ہوئے ہیں اس نے پوری قوت سے اپنا نیزہ مہنری کے سینہ پر مارا... نیزہ زرہ کی کڑیوں میں اُلجھ گیا۔ مہنری نے حیرت انگیز پھرتی سے نیزہ سکارگا کے ہاتھ سے گھسیٹ لیا اور گھما کر اس زور سے سکارگا کے سینہ پر مارا کہ اس کی نوک سکارگا کی پیٹھ کے پار نکل گئی... اس کے منہ سے ہیبتناک چیخ بلند ہوئی اور بیجان ہو کر مہنری کے قدموں پر گرا۔ لڑکیوں کا ہجوم چلاتا ہوا گرتا پڑتا صدر دروازے کی طرف بھاگا۔

کسی کو کسی کا خیال نہ تھا۔ بالکل نفسی نفسی کا عالم ہو رہا تھا۔ ماں بیٹیوں کو اور بیٹیاں ماؤں کو چھوڑ کر چاند کی طرف دیکھتی ہوئی بے تحاشہ بھاگی جا رہی تھیں ... ٹوالہ بھی اپنے محافظ دستہ کیساتھ جھونپڑے کی طرف بدحواس بھاگا ... اور اس کے پیچھے گگول اپنی قوت سے زیادہ زور لگاتی گرتی پڑتی چلی .....

دوسرے ہی لمحے میدان خالی تھا ..... اب فلاوبٹا۔ گڈ۔ ہنری۔ انفادوس وہ سردار جو ہم سے ملے تھے میرے اور سکارگا کی لاش کے اور کوئی میدان میں نہیں تھا۔

"موٹو سردارو" میں نے کہا "تم نے ہمارا معجزہ دیکھ لیا۔ اب تم ہمیں اس جگہ لے چلو جس جگہ کا تم نے وعدہ کیا تھا۔ ہمارے حکم سے چاند ڈھائی گھنٹہ تک سیاہ رہیگا۔ اور ہمیں اس تاریکی سے فائدہ اٹھانا چاہئیے۔"

"چلئے میرے آقا" انفادوس نے کہا اور مڑ کر ایک طرف چلا۔ ہم بھی مع تمام سرداروں کے اس کے پیچھے چلے .... گڈ فلاوبٹا کا ہاتھ پکڑے ہم سے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔

جب ہم صدر دروازے کے قریب پہنچے اس وقت پورا چاند گہنا چکا تھا۔ ستاروں کی روشنی تیز ہو گئی تھی۔ فضا تاریک تھی اور ہم ایک دوسرے کے ہاتھ پکڑے ٹھوکریں کھاتے آگے بڑھتے جا رہے تھے۔

بارھواں باب

جنگ سے پہلے

انفادوس اور اس کے ساتھی تمام راستوں سے واقف تھے چنانچہ وہ بڑی آسانی سے چلے جا رہے تھے۔ لیکن ہمیں کافی تکلیف ہو رہی تھی۔ بار بار پتھروں پر سے پیر پھسلتے اور ہمارے کپڑے جھاڑیوں میں الجھ الجھ جاتے۔ چنانچہ ہماری رفتار بہت سست تھی۔

ہم چلتے رہے۔ یہاں تک کہ گہن چھٹنا شروع ہوا۔ اور چاند کے کنارے روشن ہو گئے۔ اور چاندی کے تاروں ایسی کرنوں نے تاریکی کے دامن میں شگاف ڈال دیئے اور ہم نے دیکھا کہ ہم کو کوآنہ کافی پیچھے چھوڑ آئے ہیں.... ہم پہاڑ کی چپٹی سطح پر چل رہے تھے۔ اور یہ سطح دو میل کی گولائی میں پھیلی ہوئی تھی اور اس پہاڑ کی شکل ہلال ایسی تھی۔

ہلالی پہاڑ کی چپٹی چوٹی پر ایک جگہ گھاس کا میدان تھا اور اس میدان میں ہمیں فوج کا ایک کیمپ نظر آیا۔ اس کیمپ میں تین ہزار سپاہی سے کم نہ ہوں گے۔ لیکن آگے بڑھ کر پتہ چلا کہ ایسے ایسے کئی ایک دستے اس وقت وہاں مقیم تھے میدان کے بیچ میں خوفزدہ سپاہیوں کا ایک گروہ کھڑا ہوا تھا (یہ شاید ہمارے معجزہ کی وجہ سے خوفزدہ تھے) بغیر کچھ کہے ہم ان لوگوں کے بیچ میں سے گزر گئے۔ ایک جھونپڑی کے قریب پہونچ کر انفادوس رکا۔ اور یہ دیکھ کر ہماری

حیرت کی انتہا نہ رہی کہ دو سپاہی ہمارا وہ سامان لئے جسے ہم افرالقری میں پیچھے چھوڑ آئے تھے۔ جھونپڑی کے دروازے پر کھڑے ہوئے تھے...

"ان لوگوں کو میں نے آپ کا سامان لانے کے لئے بھیجا تھا" انفادوس نے کہا "اور یہ چیز بھی منگا لی تھی" اور اس نے گڈ کی پتلون کی طرف اشارہ کیا۔ گڈ دیوانوں کی طرح اپنی پتلون کی طرف لپکا اور سپاہی کے ہاتھ سے اپنی پتلون گھسیٹ کر جلدی جلدی پہننے لگا۔

"میرے آقا۔ اپنے ان سفید خوبصورت پیروں کو اپنے غلاموں کی نظروں سے مت چھپایئے" انفادوس نے التجا کی۔

"لعنت ہے مجھ پر اب جو میں تمہارا کہا کروں" گڈ نے کہا اور پتلون چڑھا لی۔ چنانچہ انفادوس نے گڈ کی یک چشمی عینک اور مصنوعی دانتوں پر ہی شکر کیا۔

"میں نے اور ان سرداروں نے کافی غور و خوص کے بعد تمام دستوں کو صبح سویرے یہاں جمع ہونے کا حکم دیدیا ہے" انفادوس نے کہا۔ "تاکہ انہیں کوکوآنہ کے تاج و تخت کے حقیقی وارث اگنوسی سے ملا کر ٹوالہ کے خلاف بغاوت پر اکسایا جائے۔"

چنانچہ پو پھٹتے ہی تمام دستے ایک مربع میدان میں جمع ہو گئے......

اور ہم ان کے بیچ میں جا کھڑے ہوئے۔ انفادوس نے بڑی فصیح و بلیغ تقریر کرتے ہوئے سپاہیوں کو اگنوسی کے حالات سے آگاہ کیا اور پھر اس نے کہا۔

"ٹوالہ کی ہوس پرستیوں اور خود غرضی کی وجہ سے ہم میں سے کسی کی بھی جان سلامت نہیں۔ چڑیلوں کے رقص میں ہزاروں انسان بیگناہ قتل

کئے جاتے ہیں اور ہم کچھ کر نہیں سکتے۔ ہماری بھی باری ایک روز آئیگی اور ہم بھی قتل کر دیئے جائیں گے.... دیوتاؤں کے لئے اب بھی اپنی آنکھوں سے غفلت کے پردے ہٹاؤ۔ یہ بہترین موقع ہے۔ اگنوسی کے جھنڈے تلے جمع ہو جاؤ۔ ستاروں سے آئے ہوئے سفید انسانوں کا جادو تمہارے ساتھ ہے۔ کامیابی تمہارے قدم چومیگی۔ اور کوکوآنہ سے ظلم و جبر کا ہمیشہ کیلئے خاتمہ ہو جائیگا۔ آندھی کی طرح اٹھو اور طوفان کی طرح پورے کوکوآنہ پر چھا جاؤ۔"

انفادوس کے بعد اگنوسی نے طویل تقریر کی اور آخر میں کہا "عزیز دوستو تم نے میری اور انفادوس کی باتیں سنیں۔ اب میں تمہیں اس بات کا اختیار دیتا ہوں کہ مجھے یا ٹوالہ کو چن لو۔ اگر ٹوالہ کو تم نے چن لیا تو زندگی بھر ظلم کی چکی میں پستے رہوگے۔ اور اگر میرا ساتھ دیا تو تم آزاد ہو جاؤ گے۔ کسی کی مجال نہیں ہوگی کہ تمہاری بیویوں اور املاک کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھ سکے......

کوکوآنہ کے تاج و تخت کا اصلی وارث میں ہوں۔ اور اسی لئے ستاروں سے آئے ہوئے سفید انسان میرا ساتھ دے رہے ہیں۔ اگر میں جھوٹا ہوتا تو یہ لوگ کبھی میرا ساتھ نہ دیتے اور کبھی چاند سے روشنی نہ چھینتے۔ تم نے میرے دوستو دیکھ لیا کہ ان سفید انسانوں میں کتنی طاقت ہے؟"

"ہاں دیکھ لیا" سپاہیوں نے کہا۔

"میں بادشاہ ہوں.... دیوتاؤں کی قسم میں بادشاہ ہوں۔ اور اگر تم میں سے کسی کو شک ہو تو وہ میرے مقابلہ میں آئے۔ اگر میں مارا گیا تو پھر تمام معاملہ ختم ہو جائیگا اور اگر میرا مقابل مارا گیا تو اس کا ___ سرخ خون

میری سچائی کی گواہی دیگا"۔ کسی کو بھی اگنوسی کے مقابلے میں آنے کی ہمت نہ ہوئی۔
"اگر تم نے میرا ساتھ دیا اور میں کامیاب ہوا تو تمہیں انعام و اکرام سے مالا مال کر دونگا۔ اور تمہیں ان ظالم سرداروں کی جگہ پر تعینات کرونگا جو ٹوالہ کے دست و بازو ہیں.... اور میں قسم کھاتا ہوں کہ میرا مرنا اور جینا تمہارے ساتھ ہوگا.... میں قسم کھاتا ہوں کہ جب میں اپنے باپ کے تخت پر قدم رکھونگا تو تمام خون خرابے موقوف ہو جائیں گے۔ پھر کبھی چڑیلوں کا رقص نہیں ہوگا۔ تمہاری بیویاں اور املاک محفوظ ہوں گی اور تم اپنی جھونپڑیوں میں بے فکری کی نیند سو سکو گے۔ امن اور انصاف ہمیشہ ہماری بستیوں پر اپنے پیر پھیلائے رہیگا.... اے معزز سردارو.... اور فوجی بھائیو بتاؤ کیا تم میرا ساتھ دو گے"؟
"ہم آپ کے ساتھ ہیں" چاروں طرف سے آوازیں آئیں۔
"بہت اچھا.... اور اب تم دیکھو گے کہ ٹوالہ کے سفیر ملک کے طول و عرض میں دوڑ جائیں گے اور وہ ٹڈی دل لشکر لیکر تمہیں۔ مجھے اور ان سفید انسانوں کو کچل ڈالنے کے لئے بڑھیگا.... لیکن وہ اپنے ارادوں میں ناکامیاب رہیگا۔ بھائیو ہر حال میں حق باطل پر فتح پاتا ہے۔ اور جب ٹوالہ کا سامنا ہوگا اس وقت میں دیکھونگا کہ کون جانباز اپنے خون سے آزادی کے پودے کو سیراب کرتا ہے اور کون بزدل میدان سے منہ موڑتا ہے۔ اب تم جاؤ اور جنگ کی تیاری کرو کل یا پرسوں ٹوالہ سے ہمارا سامنا ہوگا"۔
کسی سردار نے اپنا نیزہ بلند کیا اور اردگرد کی پہاڑیاں شاہی سلام "کوم" کی آواز سے گونج اٹھیں اور یہ اشارہ تھا اس بات کا انہوں نے

اگنوسی کو بادشاہ تسلیم کرلیا ہے اور پھر تمام دستے اپنے اپنے جائے قیام کی طرف چل دیئے۔

———— ۵ ————

ہلالی پہاڑی کی چوٹی پر سے "لو" کا تمام منظر نظر آتا تھا۔ ٹوالہ کے سفیر صدر دروازے سے نکل نکل کر چاروں سمتوں میں فوجیں اکٹھی کرنے کے لئے بھاگے جارہے تھے.... اور لو کے میدان میں دستے جمع ہوتے جارہے تھے انفادوس نے بتایا کہ اس وقت لو میں تیس سے پینتیس ہزار سپاہی جمع تھے اور ٹوالہ کل تک پانچ ہزار اور سپاہیوں کو جمع کرسکتا تھا.... ممکن تھا کہ کچھ دستے ٹوالہ سے ٹوٹ کر ہم سے مل جاتے۔ لیکن یہ سوچنا قبل از وقت تھا۔ اور اسکا کچھ زیادہ امکان بھی نہیں تھا.... حفاظتی تدابیر کے طور پر ہم نے چند دستوں کو حکم دیا کہ وہ باری باری پہاڑی کے چاروں طرف گشت کرتے رہیں اور کوئی غیر معمولی بات ہو تو ہمیں فوراً اطلاع دیں۔ ہمارے کیمپ میں بڑے زور و شور سے جنگ کی تیاری ہونے لگی۔

انفادوس اور چند سرداروں کا خیال تھا کہ ٹوالہ چونکہ ہمارے جادو سے خوفزدہ ہے اس لئے شاید دو روز تک وہ پیش قدمی نہ کرے اور ان کا یہ خیال صحیح ثابت ہوا۔

اس عرصہ میں ہمیں بھی تیاری کا موقع مل گیا۔ وہ راستے جو نیچے سے ہلالی پہاڑ کی چوٹی تک پہونچے تھے بڑے بڑے پتھروں کے ذریعہ بند کر دئے گئے جگہ جگہ پتھروں کے انبار اس طرح سے لگائے گئے کہ اگر ٹوالہ کی فوجیں اوپر

چڑھنے کی کوشش کریں تو ان پتھروں کو بڑی آسانی سے ان پر لڑھکایا جا سکے۔

ایک شام جبکہ ہم ایک جگہ بیٹھے سستا رہے تھے۔ چند سپاہی بستی سے نکل کر ہماری طرف آتے نظر آئے۔ ان میں سب سے آگے جو سپاہی تھا وہ اپنے ہاتھ میں ایک ہری ٹہنی اٹھائے تھا اور یہ نشانی تھی اس بات کی کہ وہ ڈالہ کے سفیر تھے۔

آگے آتا ہوا شخص۔ جس کے ہاتھ میں ٹہنی تھی۔ آگے بڑھ کر پہاڑ کے دامن میں کھڑا ہو گیا۔ فوراً اگنوسی اور انفادوس اس کے استقبال کو پہونچے اور اسے اوپر لے آئے۔

"ہمارا بادشاہ ان لوگوں کو سلام کہتا ہے جو اس کے خلاف ناپاک ارادے سے جنگ میں شریک ہو رہے ہیں" سفیر نے کہا "شیر ان لومڑیوں کو سلام کہتا ہے جو حماقت کرتے ہوئے اس سے پنجہ لڑانا چاہتے ہیں۔"

"کہو تم کیا پیغام لائے ہو" میں نے پوچھا۔

"بادشاہ کا پیغام یہ ہے کہ وہ تمہیں خبردار کرتے ہیں کہ اگر تم نے کوتاہ اندیشی سے کام لیتے ہوئے ڈالہ کا مقابلہ کیا تو پھر تمہارا انجام برا ہوگا۔ زمین تمہارے لئے تنگ ہو جائیگی اور آسمان دور ہو گا۔ لیکن ہمارا بادشاہ خون خرابہ پسند نہیں کرتا..... انکی طبیعت بڑی صلح کن واقع ہوئی ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ صلح ہو جائے۔"

"کن شرائط پر" میں نے پوچھا۔

"ڈالہ کی شرائط بڑی رحیمانہ ہیں.... ڈالہ کے الفاظ یہ ہیں....

ڈالہ جس کی ایک آنکھ عقاب کے مانند تیز ہے۔ ڈالہ جو مجسم قہر ہے۔ اور
جو ہزاروں بیویوں کا خاوند اور کوکوآنہ کا خدا ہے۔ جو دیوتاؤں کا منظور
نظر ہے اور جسے گگول ایسی لافانی۔ اور زیرک ہستی کی مدد حاصل ہے
اور جو اپنے اجداد کے تخت پر جلوہ افروز ہے تم سے کہتا ہے کہ میں تم سے چند
معمولی شرائط پر صلح کرنے کے لئے تیار ہوں اور وہ شرائط یہ ہیں۔
۱۔ میں تم لوگوں پر رحم کرتے ہوئے محض چند لوگوں کو قتل کرونگا۔
۲۔ ہر دس آدمی میں سے ایک قتل کیا جائیگا اور بقایا کی جان بخشی کی جائیگی۔
۳۔ سفید فام انکوبو جس نے بادشاہ کے لڑکے سکارگا کی جان لی ہے اور
اس کا غلام اگنوسی جس نے ڈالہ کے خلاف سپاہیوں کو بھڑکایا ہے تکلیفیں
دے دے کر بڑی طرح سے مارے جائیں گے۔
۴۔ انفادوس بادشاہ کے بھائی کا بھی حشر انکوبو اور اگنوسی کیساتھ ہی
ہوگا۔ کیونکہ اس نے اپنے ولی نعمت سے بغاوت کی ہے۔ اور ڈالہ رحیم ہے
کریم ہے کہ وہ صرف ان لوگوں کے ہی خون پر اکتفا کرتا ہے۔
تو یہ تھیں ڈالہ کی معمولی اور رحیمانہ شرائط۔
میں نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کرنے کے بعد بلند آواز میں کہا تاکہ سارے
سپاہی بھی سُن لیں۔
,,تم واپس جاکر ڈالہ سے کہدو کہ ہم اس وقت تک جنگ کرتے رہیں گے
جبتک کہ ڈالہ زندہ ہے۔ اور جبتک اگنوسی اپنے باپ کے تخت پر نہیں بیٹھتا۔
ڈالہ سے کہو کہ۔ اگنوسی انفادوس۔ معزز سرداروں اور ستاروں سے

آئے ہوئے سفید انسانوں کا جو چاند کو بجھا سکتے ہیں۔ فیصلہ اٹل ہے۔ اور ٹوالہ سے کہو کہ اسے ہمارے جادو سے ڈرتے رہنا چاہئے ہم اسے خاک و خون میں لوٹا دیں گے۔

سفیر ہنسا، "تمہارے ان کھوکھلے الفاظ سے ہم خوفزدہ نہیں ہو سکتے تمہاری بہادری کا امتحان کل ہو گا اور اسوقت جبکہ کوّے اپنی چونچوں میں تمہاری ہڈیاں لئے کوکوآنہ پر پرواز کریں گے تو لوگ انہیں دیکھ دیکھ کر عبرت حاصل کریں گے.... کل میدان جنگ میں ہماری ملاقات ہو گی اور دیکھو کہیں ستاروں کی طرف واپس بھاگ مت جانا۔"

سفیر قہقہہ بلند کرتا چلا گیا۔

وہ رات بڑی بے چینی میں بسر ہوئی۔ ہم از حد تھکے ہوئے تھے لیکن نیند کا کوسوں پتہ نہیں تھا۔ آدھی رات تک تمام انتظامات مکمل ہو گئے۔ اور پھر ہم پہاڑ سے نیچے آکر گھومنے لگے۔ چاروں طرف گہرا سکوت طاری تھا۔ اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ یہ ہماری آخری رات ہے.... ایک نامعلوم خوف فضا میں منڈلا رہا تھا اور دل یوں معلوم ہوتا تھا کہ کسی اندھے کنوئیں کی گہرائیوں میں ڈوبتا چلا جا رہا ہے.... ہم آگے بڑھے اور ارد گرد کی چٹانوں کے پیچھے سے یکلخت بہت سے نیزے بلند ہوئے۔ یہ ہمارا گشتی دستہ تھا۔ اور ہمیں اطمینان ہو گیا کہ ہر شخص اپنا فرض بخوبی انجام دے رہا ہے.... لوٹتے وقت ہم سوتے ہوئے سپاہیوں کے بیچ میں سے گذرے: ان سپاہیوں میں سے کل کتنے ہوں گے جو موت کی نیند

سو رہے ہوں گے" ہنری نے گہری نیند سوتے ہوئے سپاہیوں کی طرف اشارہ کیا۔

میں نے نیند میں مدہوش سپاہیوں کی طرف دیکھا اور ان پر مجھے موت سایہ فگن نظر آئی۔ میرے حلق میں کوئی چیز اٹک سی گئی اور مجھے یوں معلوم ہوا کہ یہ سپاہی خون میں لتھڑے ہوئے موت کی نیند سو رہے ہیں اور ان میں میں بھی بیجان پڑا ہوا ہوں۔ ٹھنڈک کی ایک لہر سی میری ریڑھ کی ہڈی میں رینگ گئی ..... کل تک ہزاروں بچے یتیم اور نبرار دل عورتیں بیوہ ہو چکی ہوں گی۔ ان کا کوئی پرسان حال نہیں ہوگا۔ صرف ایک چاند ہوگا جو کل رات طلوع ہو کر مادر وطن پر جان دینے والے بہادروں کو اپنی نورانی کرنوں سے غسل دے رہا ہوگا..... ایسے ہی الٹے سیدھے خیالات نے میرے دماغ میں ہلچل مچادی۔

"ہنری" میں نے کہا" اسوقت میں بہت خوفزدہ ہوں۔"

" ہنری نے اپنی بھوسلی داڑھی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے ہنس کر جواب دیا۔

"تم پہلے ہی کہہ چکے ہو کہ تم بزدل ہو۔"

" ہنری کیا پتہ۔ کل ہم میں سے کون وطن اور عزیزوں سے دور بیکسی کی موت مارا جائے۔ ٹوالہ پوری قوت سے حملہ کریگا اور شاید فتح اسی کی ہو۔"

" کواٹرمین۔ مایوسی کفر ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ کل گھمسان کا رن پڑیگا۔ اور ہم بلاوجہ اس کی لپیٹ میں آ گئے ہیں..... لیکن اب جبکہ اوکھلی میں سر دے ہی چکے ہیں تو پھر دھماکوں سے ڈرنا کیسا؟ میں بہ نسبت

بستر پر مرنے کے جنگ میں لڑتے ہوئے بہادری سے مرنا پسند کرتا ہوں....
اور آپ جبکہ مجھے اپنے بھائی کے ملنے کی بھی امید نہیں موت میرے لئے بہت
آسان ہو گئی ہے.... ہمت رکھو میرے بھائی۔ قدرت بہادروں کا ساتھ دیتی
ہے۔ اور یقیناً ہمارا ساتھ بھی دیگی.... یہ جنگ بہت ہی خوفناک ہوگی اور
بہرصورت ہمیں اس سے گذرنا ہے۔"

ہنری کی آنکھیں چمکنے لگیں اور میں یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ ہنری جنگ
کو بہت پسند کرتا ہے۔

ہم نے کچھ دیر آرام کیا.....

پو پھٹتے ہی انفادوس نے آکر ہمیں جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر جگا دیا" اٹھو میرے
آقا... ٹوئیں ہلچل مچی ہوئی ہے اور ٹوالہ کی فوجیں ہماری طرف بڑھ رہی ہیں"۔

ہم نے جلدی جلدی اٹھ کر مسلح ہونا شروع کیا۔

ہنری کوکوآنہ کے سپاہیوں کی طرح مسلح ہوا۔ اس نے اپنے جسم پر سیاہ کھال
لپیٹی (یہ افسر ہونے کی دلیل تھی) سر پہ شتر مرغ کے پر لگائے۔ کمر کے گرد بیل کی
سفید دم لپیٹی۔ ایک ہاتھ میں جنگی کلھاڑا لیا اور دوسرے میں ڈھال اٹھائی
کمر کے گرد پستول کیساتھ ساتھ کوکوآنہ کے چاقو ٹولاس بھی پیٹی میں اڑس لئے
اگنوسی بھی مسلح ہو کر آ گیا اور جب وہ اور ہنری ایک ساتھ کھڑے ہوئے تو دونوں
کے دونوں کوکوآنہ کے سپاہیوں کا اعلیٰ نمونہ تھے۔

اب رہے میں اور گڈ.... گڈ نے پتلون پہن۔ ایک ہاتھ میں کلھاڑا
اور دوسرے میں نیزہ اٹھایا اور ٹوالہ کی عنایت کردہ زرہ جسم پہ چڑھالی

اور اس میں وہ عجیب معلوم ہو رہا تھا۔ پستہ قد اور ضرورت سے زیادہ وزنی کلہاڑا اٹھانے کی کوشش کر رہا تھا کوئی اور وقت ہوتا تو میں ہنستے ہنستے لوٹ جاتا۔

میرے لئے زرہ بہت ڈھیلی تھی۔ چنانچہ کپڑوں کے اوپر میں نے اسے پہنا۔ ہیٹ میں نیک شگون کے لئے شتر مرغ کا ایک پر لگایا ہاتھ میں نیزہ اور ٹولا سے لئے جن کا استعمال میں نہیں جانتا تھا۔۔۔ ہماری بندوقیں چند سپاہی اٹھائے ہوئے تھے جنہیں ہمارے ساتھ ہی ساتھ رہنے کی ہدایت کر دی گئی تھی۔۔۔

اس طرح سے مسلح ہو کر ہمنے کچھ کھانا زہر مار کیا۔ میری بھوک تو غائب تھی لقمہ منہ میں پاؤڈر ہو کر رہ جاتا۔۔۔ لیکن قوت برقرار رکھنے کے لئے کھانا ضروری تھا۔ کھا چکنے کے بعد ہم فوج کے معائنہ کو چلے۔ ایک طرف قلعہ کے برج ایسا بلند پتھر تھا۔ یہاں انفادوس اپنے دستہ کیساتھ مستعد کھڑا ہوا تھا۔۔۔ یہ دستہ کوکوآنہ کا خاص اور بہادر ترین دستہ تھا اور اسے "گریز" کہتے تھے۔ اس دستہ کے سپاہی انگلستان کے نائٹوں اور لکھنؤ کے بانکوں کی طرح صرف مارنا اور مرنا جانتے تھے۔ گریز کے سپرد یہ خدمت تھی کہ وہ میدانِ جنگ میں گشت کرتا رہے اور جس طرف بھی ٹوالہ کے سپاہیوں کا پلہ بھاری ہو اور ہمارے سپاہی ہمت ہار چکے ہوں اس طرف حملہ کر دے۔ یا پھر اسوقت حملہ کرے جب کو ٹوالہ کی فوج تھک چکی ہو۔

"لو" کے صدر دروازے سے ٹوالہ کی فوجیں چیونٹیوں کی طرح ابل پڑیں

اس قدر لشکر دیکھ کر میرے تو اوسان خطا ہو گئے۔ ڈوالہ کا لشکر بارہ ہزار سے کم کسی صورت میں نہ ہوگا۔

ڈوالہ کی فوجیں لو سے باہر آکر تین حصوں میں تقسیم ہو گئیں۔ ایک حصہ بائیں طرف دوسرا دائیں طرف اور تیسرا ہماری طرف بڑھنے لگا

"یہ لوگ ہم پر تین اطراف سے حملہ کرنا چاہتے ہیں"۔ انفادوس نے کہا۔ یہ خبر واقعی حوصلہ شکن تھی۔ پہاڑ کی چوٹی دو ڈھائی میل ہی چوڑی تھی اور اگر یہاں تین اطراف سے حملہ ہو تو ہمارا بیچ میں گھر کر پس جانا یقینی تھا۔ اور یہ بھی پتہ نہیں تھا کہ ڈوالہ کے دستے کس طرف سے حملہ کریں گے.... بہر حال جیسے بھی ممکن ہوا لشکر کی طرف آدمی دوڑا کر افسروں کو کہلا دیا کہ فوج کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا جائے اور جس طرف سے بھی ڈوالہ کی فوج آتی نظر آئے اس طرف ایک دستہ اس کے مقابلے کے لئے چل دے۔

تیرہواں باب

حملہ

آہستہ آہستہ بغیر کسی خوف اور جلد بازی کے تینوں دستے آگے بڑھتے گئے۔ دائیں اور بائیں طرف جلتے ہوئے دستے پہاڑیوں کے پیچھے غائب ہو گئے اور وہ دستہ جو ہماری طرف آرہا تھا بالمقابل پہاڑ کے دامن میں آکر کھڑا ہو گیا۔

"خدا کی قسم میں اس دستہ کو بیس منٹ میں صاف کر سکتا ہوں"۔ گڈ نے کہا۔

"کوارٹرمین ابند اتم گرد" ہنری نے کہا، ہمارے سامنے ٹوالہ کی فوجوں کا جو دستہ کھڑا ہوا ہے۔ اس کا افسر دیکھو وہ لمبا تڑنگا شخص ہے بس تم اسی کو نشانہ بناؤ۔ امید ہے کہ شگون نیک ہوگا۔"

میں نے بندوق اٹھائی اور موقع کا منتظر رہا۔ افسر نے حکم دیا اور سپاہی تتر بتر ہو گئے۔ افسر اپنے ایک ساتھی کیساتھ اکیلا کھڑا رہ گیا...... میں نے شست باندھ کر لبلبی دبا دی ...... پتہ نہیں ہوا کی وجہ سے یا گھبراہٹ کی وجہ سے نشانہ میں کچھ گڑبڑی ہو گئی .... بندوق کی آواز کے بعد جب میرے سامنے سے دھواں چھٹا تو میں نے دیکھا کہ افسر حیران و پریشان کھڑا ہوا تھا اور اس کا ساتھی زمین پر لوٹ رہا تھا... ایکدم سے وہ افسر پلٹا اور بے تحاشہ اپنی فوجوں کی طرف بھاگا۔

"جیو کوارٹرمین جیو" گڈ چلایا، تم نے افسر کو خوفزدہ کر دیا ہے۔ مجھے اپنے نشانہ کے خطا ہو جانے پر بڑا غصہ آیا۔ آپ جانئے جب کوئی شخص کسی بات کا ماہر ہو اور عام مجمع میں ہی اسکی تمام استادی دھری کی رہ جائے تو مارے غصہ اور رنج کے وہ دیوانہ ہو جائیگا یا نہیں؟ بس یہی حالت میری بھی ہوئی اور یہ سوچے سمجھے بغیر کہ میں کیا کر رہا ہوں بھاگتے ہوئے افسر کو شست میں لیکر لبلبی دبا دی... بھاگتے ہوئے افسر نے اپنے دونوں ہاتھ ہوا میں بلند کئے اور لڑکھڑا کر اوندھے منہ گرا... اور میں خوشی سے چلا اٹھا.. انسان کتنا خود غرض واقع ہوا ہے کہ اپنی بڑائی جتانے کے لئے لوگوں کی جانوں کی کبھی پرواہ نہیں کرتا۔

ہماری فوج افسر کی موت کو فتح کا پیش خیمہ سمجھ کر خوشی سے ناچنے لگی اور مرحوم افسر کے دستے خوف سے کئی قدم پیچھے ہٹ گئے... اب گڈ اور ہنری نے اپنی اپنی بندوقیں اٹھا کر گولیاں چلانی شروع کیں۔ میں نے بھی انکا ساتھ دیا اور نتیجہ میں دشمن کے کئی سپاہی میدان میں مردہ پڑے ہوئے تھے دفعتاً پہلے بائیں طرف سے پھر دائیں طرف سے شور بلند ہوا۔ ٹوالہ کی فوجوں نے ہمارے دائیں اور بائیں دستوں پر حملہ کر دیا تھا۔ شور و غل سُن کر ہمارے سامنے پہاڑ کے دامن میں کھڑا ہوا دستہ بھی آہستہ آہستہ ہماری طرف بڑھنے لگا۔ وہ لوگ کوئی جنگلی گیت گاتے آگے بڑھ رہے تھے لیکن وقتاً فوقتاً بندوق کے دھماکوں کی وجہ سے ان کا گیت لڑکھڑا کر خاموش ہو جاتا لیکن ہماری بندوق بازی سے ان میں کچھ کمی واقع نہیں ہوئی۔ جتنے سپاہی مارے جاتے فوراً ان کی جگہ نئے سپاہی لے لیتے۔ اگنوسی دوڑتا ہوا آکر ہمارے قریب کھڑا ہو گیا۔

ٹوالہ کی فوج نیزے ہلاتی اس جگہ تک آ گئی جہاں ہم نے راستہ بند کرنے کے لئے پتھر رکھے تھے... یہاں آکر انکی رفتار کچھ سست ہو گئی اور ہم نے ان کی کوئی خاص مزاحمت نہیں کی وقتاً فوقتاً بندوق چلا دیتے اور بس۔ ہمارے لشکر کی پہلی صف جہاں ہم کھڑے ہوئے تھے اس سے نیچے چوٹی اور میدان کے بیچوں بیچ کھڑی ہوئی تھی۔ دوسری ان سے پچاس گز اوپر اور تیسری چوٹی اور ہمارے بالکل قریب مستعد کھڑی ہوئی تھی۔

ہماری پہلی صف کے قریب آکر ٹوالہ کی فوج نے "ٹوالہ ٹوالہ چکی یہ چکی

ڈوالہ کی جے " کا نعرہ بلند کیا اور اس کے جواب میں ہماری فوج نے " اگنو سسی
چکی چکی کا نعرہ بلند کیا..... دونوں فوجیں آپس میں ٹکرائیں تو لاس سورج کی
شعاعوں میں چمکتے ہوئے انسانی سمندر کی طرف چلے اور یوں جنگ کی ابتدا ہوئی۔

جانباز سپاہی بڑھ بڑھ کر حملے کرنے لگے۔ اور انسان خزاں میں جھڑتے
ہوئے پتوں کی مانند کٹ کٹ کر گرنے لگے۔ ڈوالہ کے سپاہیوں نے سمٹ کر
پرجوش حملہ کیا اور ہماری پہلی صف دبتے دبتے دوسری صف سے جا ٹکرائی اور
اس جگہ جنگ نے بہت ہی بھیانک صورت اختیار کرلی.... کچھ دیر بعد ہماری
دوسری صف کے قدم اکھڑے۔ اور وہ سیلاب میں پھنسے ہوئے ایک تنکے کی
طرح بہتے بہاتے ہماری تیسری صف سے آملے.... بیس منٹ کے بعد تیسری
صف میں بھی پریشانی کے آثار ظاہر ہوئے۔

ہنری کچھ دیر تک جنگ کا رنگ ڈھنگ دیکھتا رہا۔ اور پھر وہ شیر کی
طرح غراتا ہوا اچھلا۔ گڈ اس کے پیچھے ہو لیا اور دونوں ایک ساتھ جنگ کی
آگ میں کود پڑے.... لیکن میں جہاں تھا وہیں کھڑا رہا۔

سپاہیوں نے ہنری کی طرف دیکھا اور اسے پہچان کر چلائے " انکوبو
آگیا "۔ ہنری کی موجودگی نے ہمارے سپاہیوں کے دل بڑھا دیئے اور انہوں
نے ایسی شدت سے حملہ کیا کہ ڈوالہ کے سپاہی دور تک پیچھے ہٹتے چلے گئے.....

اسی وقت ایک سپاہی نے آکر اطلاع دی کہ دائیں طرف سے بھی ڈوالہ کی فوجیں
پسپا ہو رہی ہیں۔ میں اپنے آپ کو مبارکباد دینے ہی والا تھا کہ بائیں طرف
سے ایک عظیم شور بلند ہوا۔ ہماری فوجیں شکست کھا کر بے تحاشہ میری طرف

بھاگی چلی آ رہی تھیں اور ان کے پیچھے ٹوالہ کے سپاہی نیزے اور ٹولاس بلند کئے خوشی سے چلاتے بھاگے چلے آ رہے تھے۔

اگنوسی نے جو میرے قریب ہی کھڑا ہوا تھا۔ کچھ احکام جاری کئے گریزہ کے دستہ کو جنبش ہوئی.... اگنوسی نے پھر کچھ کہا اور میں نے خوفزدہ ہو کر دیکھا کہ میں بھی جنگ میں گھرا ہوا تھا..... اگنوسی کے پیچھے ہی پیچھے رہ کر میں نے اپنی بزدلی کا بدترین ثبوت دیا.... ایک ہی دو منٹ میں پتہ نہیں کیا ہوا بس اتنا یاد ہے کہ نیزوں اور ٹولاس کی ٹکر کی وجہ سے جھنکار بلند ہوئی اور سپاہی میری آنکھوں کے سامنے کٹ کٹ کر گرنے لگے۔ ابھی تک میں نے کسی پر حملہ کیا بھی نہیں تھا کہ ایک گرانڈیل شخص اپنا تیز ٹولاس ہوا میں لہراتا میری طرف بڑھا۔ اور اپنی پوری قوت سے مجھ پر وار کیا.... پتہ نہیں جھک کر یا ایک طرف کود کر میں نے اس کا وار خالی دیا۔ ابھی میں اپنے حواس درست کرنے بھی نہ پایا تھا۔ کہ وہ نالائق دانت پیستا ہوا میری طرف بڑھا۔ پہلا وار خالی جانے کی وجہ سے وہ دیوانہ ہو رہا تھا۔ اور بھوکے کتے کی طرح غراتا ہوا بڑی تیزی سے میری طرف لپکا.... میں نے پستول کی نالی اس کی طرف کی اور اندھا دھند دو گولیاں چلا دیں۔ میرا حریف میرے سامنے مردہ پڑا ہوا تھا۔ ابھی میں اپنی بہادری کی داد دینے ہی والا تھا کہ کوئی بھاری چیز میرے سر پر ماری گئی اور میں تیورا کر گرا۔

پتہ نہیں پھر کیا ہوا۔ جب مجھے ہوش آیا تو میں نے اپنے آپ کو ایک پتھر پر پڑے ہوئے پایا۔ گڈ ایک ہاتھ میں پانی کا پیالہ لئے مجھ پر جھکا ہوا تھا۔

"کیا حال ہے؟" گڈ نے پوچھا۔

"شکریہ۔ مہربانی ہے آپ کی" میں نے اٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"خدا کا شکر ہے کہ تم بچ گئے۔ ورنہ میں نے جب دیکھا کہ سپاہی تمہیں اٹھائے لئے جا رہے ہیں تو میں تو تم پر فاتحہ پڑھ چکا تھا۔"

"اور میرے مرنے میں کسر بھی کیا رہ گئی تھی۔ وہ تو زندگی تھی جو بچ گیا۔ کون جانے کس نے میرے سر پر ضرب لگائی تھی۔ ہاں گڈ جنگ کا فیصلہ کیا ہوا؟"۔

"ابھی تک تو کچھ بھی نہیں ہوا۔ کافی جانی نقصان ہوا ہے۔ ہمارے دو ہزار سپاہی مارے گئے اور زخمی ہوئے ہیں۔ اور ٹوالہ کے تین ہزار ادھر دیکھو" اور اس نے ایک طرف اشارہ کیا۔ سپاہیوں کے گروہ ہماری طرف آرہے تھے۔ ہر چار سپاہیوں کے بیچ میں ایک زخمی سپاہی تکلیف سے کراہتا ہوا آرہا تھا.... جب زخمی سپاہی ایک جگہ جمع ہو گئے تو مقامی ڈاکٹروں نے انکا معائنہ شروع کیا.... اگر کوئی سپاہی بہت زیادہ زخمی نہ ہوتا تو اس کا علاج پوری توجہ سے کیا جاتا لیکن اگر کوئی سپاہی اتنا زخمی ہوتا کہ اس کے بچنے کی امید کم ہوتی تو مقامی ڈاکٹر اس کی شہ رگ کاٹ دیتے اور خون بہہ جانے کی وجہ سے چند منٹوں ہی میں وہ سپاہی مرجاتا۔ .. یہ ایک بہت ہی بے رحمانہ فعل تھا۔ لیکن کوکوآنہ کے سپاہیوں کے نزدیک اس کی اشد ضرورت تھی اور وہ اس لئے کہ وہ زخمیوں کی طرف سے بیفکر ہو کر یکسوئی سے جنگ کر سکیں۔ کوکوآنہ کے نیزے کا زخم بہت گہرا ہوتا ہے اس لئے بہت کم سپاہی اس بیدردانہ فعل سے بچ سکے۔ زندوں کو چشم زدن میں موت سے ہمکنار کر دینا ان کے نزدیک ایک معمولی

سی بات تھی۔ لیکن میں اپنے دل میں پھریری سی محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا۔ چنانچہ میں اس طرف سے بھاگا اور اس جگہ پہونچا جہاں ہنری اپنے ہاتھ میں خون آلود کلہاڑا لئے۔ اگنوسی۔ انفادوس اور چند سرداروں کیساتھ کھڑا ہوا تھا۔

"اچھا ہوا تم آگئے کوارٹرمین" ہنری نے کہا" پتہ نہیں اگنوسی کیا کرنا چاہتا ہے؟۔ بظاہر میدان ہمارے ہاتھ رہا۔ لیکن ٹوالہ اب اس فکر میں ہے کہ ہمیں بھوکا پیاسا مار دے۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ بقول انفادوس اب ہمارے پاس پانی کا ذخیرہ ختم ہو چکا ہے۔"

"جی ہاں میرے آقا۔" انفادوس نے کہا" پانی کی مقدار دم بدم گھٹتی جارہی ہے اور رات سے پہلے ہی ہمارا تمام لشکر پیاس سے مر رہا ہو گا۔ میکومبزن۔ آپ عقلمند اور ہوشیار ہیں۔ ستاروں میں صدہا ایسی جنگوں سے آپ کا واسطہ پڑا ہو گا۔ چنانچہ اب ہمیں مشورہ دو کہ ہمیں کیا کرنا چاہئے۔ ٹوالہ نے بہت سے تازہ دم سپاہی جمع کر لئے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ٹوالہ ہم سے مرعوب ہو چکا ہے لیکن وہ ایک ایسے عقاب کی مانند ہے جو کسی حالت میں بھی اپنے شکار کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتا۔ ٹوالہ ہمارے زخمیوں کے مرنے کا انتظار کریگا اور پھر وہ گوریلا جنگ لڑیگا۔ بہت چالاک ہے وہ۔"

"اچھا تو پھر؟" میں نے پوچھا۔

"اب تین صورتیں ہیں میکومبزن" انفادوس نے کہا۔ ایک تو یہ کہ

یہیں پڑے پڑے بیمار شیر کی طرح ہم بھوک اور پیاس سے مرتے رہیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ ٹوالہ کے لشکر پر حملہ کریں اور لڑتے بھڑتے اس کے بیچ میں سے گزر کر لو کی طرف چلے جائیں۔ تیسری صورت یہ ہے کہ شمال کی طرف پسپا ہو جائیں۔ انکوبو نے (اس نے ہنری کی طرف اشارہ کیا) آج غضب کی جنگ لڑی ہے۔ اس کا کلہاڑا انسانوں کو کاٹ کاٹ کر ڈھیر کرتا جاتا تھا بالکل ایسے ہی جیسے درانتی غلہ کاٹ کاٹ کر کھلیان بھر دیتی ہے۔ ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ انکوبو کہتے ہیں کہ ٹوالہ کے لشکر پر حملہ کیا جائے۔ لیکن ہم آپ سے مشورہ چاہتے ہیں کہ اب کیا کیا جائے۔"

"اگنوسی تمہارا کیا خیال ہے؟" میں نے پوچھا۔

"میکومیزن۔ میں تو آپ کی ہوشیاری کے سامنے طفل مکتب ہوں۔ میں تو بس آپ کے مشورے پر عمل کرونگا۔"

گڈ اور ہنری سے مشورہ کرنے کے بعد میں نے کہا کہ ہمیں فوراً ٹوالہ کے لشکر پر حملہ کر دینا چاہیئے۔ دیر کرنے میں ایسا نہ ہو کہ بھوک پیاس اور ٹوالہ کے لشکر کی افراط کی وجہ سے ہماری فوجیں بد دل ہو کر ٹوالہ سے جا ملیں۔

معلوم ہوتا ہے کوکوآنہ کے تمام لوگ میری ہوشیاری کے قائل تھے۔ چنانچہ سب نے میرا مشورہ پسند کیا۔ لیکن آخری فیصلہ اگنوسی کے ہاتھ میں تھا۔ کچھ دیر تک سر جھکائے سوچنے کے بعد اگنوسی نے کہا، انکوبو۔ میکومیزن۔ اور پاگون میرے عزیز دوستو میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ آج ہی ٹوالہ کے لشکر پر حملہ کرونگا اور یا تو اپنا جائز تخت حاصل کرونگا یا پھر اسی جدوجہد میں جان دیدونگا۔

تم پہاڑ کے اس حصہ کو دیکھ رہے ہو جو بیل کی زبان کی طرح آگے بڑھا ہوا ہے؟"

"ہاں - دیکھ رہے ہیں" میں نے کہا۔

"اچھی بات ہے - اسوقت دوپہر ہو چکی ہے۔ کچھ دیر آرام کرنے کے بعد انفادوس تم اپنے دستہ کو لیکر اس زبان کی طرح بڑھے ہوئے حصہ کی طرف جانا۔ اس طرف کی گھاٹی بڑی تنگ ہے۔ گھاٹی میں پہونچ کر تم رک جانا۔ ٹوالہ اپنا تمام لشکر سمیٹ کر تمہارے مقابلے کے لئے آئیگا اور چونکہ گھاٹی تنگ ہے اس لئے ایک وقت میں ایک ہی دستہ تمہارے مقابلے میں آئیگا اور تم بڑی آسانی سے ان کا صفایا کر سکوگے۔ انکوبو تمہارے ساتھ جائیں گے۔ میں تمہارے پیچھے میکومیزن کو لیکر آؤنگا اور اگر شومئی قسمت سے تمہیں کامیابی نہ ہوئی تو میں تمہاری جگہ لے لونگا۔"

"بہت اچھا ایسا ہی ہوگا" انفادوس نے کہا۔

"ہمارا کچھ لشکر اسی جگہ رہے گا۔ اور جب ٹوالہ کی تمام تر توجہ تمہاری طرف ہوگی انفادوس تو۔ یہ تازہ دم لشکر تین اطراف سے ٹوالہ کی فوج پر حملہ کردیگا اور اگر قسمت نے یاوری کی تو میدان ہمارے ہاتھ رہے گا۔ ہاں باگون اس آخری دستہ کیساتھ رہیں گے تاکہ ان کی جادوئی آنکھ ہمارے سپاہیوں کے دل بڑھاتی رہے... اچھا اب کھانا وغیرہ کھاکر کچھ دیر سستالو انفادوس جلد از جلد اپنے دستہ کو تیار کرنا۔

ایک گھنٹہ بعد ہمارے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کر کے افسروں کو ضروری ہدایات دی گئیں ہمارے لشکر کی تعداد اٹھارہ سو تھی اور اسمیں سے بھی کچھ

سپاہی زخمیوں کی دیکھ بھال کے لئے وہیں چھوڑ دئے گئے تھے۔

کچھ دیر بعد گڈ - اور ہنری مجھ سے ملنے آیا۔

" اچھا دوستو خدا حافظ" گڈ نے کہا" میں اس دستہ کیساتھ جارہا ہوں جو ٹوالہ کے لشکر کے میمنہ پر حملہ کرنے والا ہے۔ شاید ہم پھر نہ مل سکیں۔ اس لئے الوداع"۔

اور ہم ایک دوسرے کے گلے لگ گئے اور ہماری آنکھیں ڈبڈبا آئیں۔

" آج کی جنگ فیصلہ کن اور بڑی شدت کی ہوگی" ہنری نے کہا" اور مجھے کچھ یوں محسوس ہوتا ہے کہ میں کل کا سورج نہیں دیکھ سکوں گا میں گریز کے دستہ کیساتھ جارہا ہوں اور جب تک ان کا ایک بھی سپاہی زندہ ہوگا وہ پیچھے ہٹنے کے نہیں ... بہر حال میرے دل سے دعا نکلتی ہے کہ خدا کوارٹرمین کو صحیح وسلامت اس ہنگامے میں سے نکال لائے ..... اور خدا کرے کہ تم کوارٹرمین گنج سلیمان کو پالو.... اچھا گڈ خدا حافظ ..... جاؤ خدا تمہیں کامیاب کرے۔"

گڈ پرنم آنکھیں لئے ہم سے رخصت ہوا.... کچھ ہی دیر بعد انفادوس آیا اور ہنری بھی مجھ سے رخصت ہو کر اس کیساتھ چل دیا.... اور اسوقت میرا جی چاہا کہ میں چیخ چیخ کر رودوں .... میں غم واندوہ سے نڈھال اگنوسی کیساتھ اس کے دستہ کی طرف چل دیا۔

چودھواں باب

آخری معرکہ

چند ہی منٹ کے بعد دونوں دستے ٹوالہ کے لشکر سے چھپتے چھپاتے اپنے اپنے محاذ کی طرف بڑھنے لگے۔ گریز کا دستہ جو اب تک جنگ میں شریک نہ ہونے کی وجہ سے بالکل تازہ دم تھا۔ آدھ گھنٹہ تک رکا رہا تاکہ دونوں دستے اپنے اپنے محاذ پر پہونچ جائیں۔

انفادوس جو ایک ماہر جرنیل اور اپنے سپاہیوں کے دل و دماغ سے واقف تھا ایک چٹان پر کھڑا ہو گیا اور ایک شعلہ بار تقریر کر کے سپاہیوں کو گرمادیا اور آخر میں اس نے کہا، "یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ستاروں کی دنیا کا قوی ترین انسان انکوبو ہمارے ساتھ ہے..... اس کی قوت بازو اور جادو کی وجہ سے ٹوالہ کا لشکر جلد ہی منہ پھیر کر بھاگے گا۔ یاد رکھو اگنوسی کی قسمت کا دارومدار تم پر ہے۔ اور اگر وہ کامیاب ہو گیا تو پھر کوکوآنہ کی سرزمین سے ظلم و جبر کا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو جائیگا۔"

میں نے گریز کے مطمئن چہروں کی طرف دیکھا جن سے اتنی شجاعت ٹپک رہی تھی کہ معلوم ہوتا تھا وہ دیووں کو بھی خاطر میں نہیں لائیں گے لیکن انکی تعداد آٹے میں نمک کے برابر تھی اور میں یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ ٹوالہ کے بے پناہ لشکر کے سامنے گریز کا ایک سپاہی بھی زندہ نہیں بچیگا۔

اور شاید گریز کو بھی اس بات کا یقین تھا..... لیکن ان کے چہروں سے کسی قسم کا خوف وہراس ظاہر نہیں تھا..... جنگ ان کے لئے ایک دلچسپ کھیل اور موت ایک معمولی سی چیز تھی..... اور اس وقت میں گریز کی بہادری پر رشک کئے بغیر نہ رہ سکا۔

"دیکھو یہ تمہارا بادشاہ ہے" انفادوس نے اگنوسی کی طرف اشارہ کیا "جاؤ اس کے لئے اپنی جان تک لڑادو..... دنیا کو بتادو کہ بہادر کس طرح سے جنگ کرتے ہیں..... اگر تم نے جنگ سے منہ موڑا تو یاد رکھو قیامت تک کوکوآنہ کا بچہ بچہ تم پر لعنت بھیجتا رہے گا..... آگے بڑھو اور دشمن کے دانت کھٹے کردو۔ میں اور انکویو تمہارے ساتھ ہوں گے..... ایسی جنگ لڑو کہ کوکوآنہ کی مائیں اپنے بچوں کو تمہاری بہادری کے گیت سنائیں۔ آگے بڑھو اور ٹوالہ کو بتادو کہ حق کی ہمیشہ فتح ہوتی ہے۔"

ایک دم سے سپاہیوں کے گروہ سے ایسی بھنبھناہٹ بلند ہوئی جیسے کہیں دور سے سمندر کے مدوجزر کی آواز آرہی ہو..... بہت سے نیزے بلند ہوئے۔ ڈھالوں کی کھڑکھڑاہٹ ابھری اور شاہی سلام کی آواز سے اردگرد کی پہاڑیاں لرز اٹھیں۔

"اگنوسی" میں نے سوچا، "تم اپنی خوش قسمتی پر جتنا بھی ناز کرو کم ہے۔ دنیا کے کسی بادشاہ کو ایسے سپاہی نہ ملے ہوں گے جو اپنے شاہ کے ادنیٰ اشارے پر موت کی اتھاہ تاریکیوں میں پھاند پڑیں۔"

اگنوسی نے اپنا نیزہ بلند کیا اور گریز تین صفیں بنائے ہمارے سامنے

سے گزرنے لگے۔ جب ان کی آخری صف ہم سے کوئی پانچسو گز دور چلی گئی تو اگنوسی مجھے اور اپنے دستہ کو ساتھ لئے ان کے پیچھے پیچھے چل پڑا...نا امیدی اور خوف نے اپنے پنجے بُری طرح سے میرے دل میں گاڑ دئے تھے......
خیالات کے گھوڑے لگامیں تڑا کر سرپٹ بھاگے جارہے تھے۔ اور میرا دل موت کے خوف سے اندر ہی اندر خزاں رسیدہ پتے کی طرح لرز رہا تھا۔

جب ہم میدان کے کنارے پہونچے تو گریز کے دستہ بیل کی زبان ایسی چٹان کو نصف طے کر چکے تھے۔ ٹوالہ کے لشکر میں ایک تلاطم آگیا تھا اور سپاہی بے تحاشہ گریز کے مقابلے کے لئے ان کی طرف بھاگے جارہے تھے۔

گریز کا دستہ مقررہ گھاٹی پر پہونچ کر رُک گیا.... یہ گھاٹی گہرائی میں تین سو گز اور چوڑائی میں صرف چار یا پانچسو قدم تھی۔ یہاں پہونچکر گریز نے اپنے دستہ کی پھر تین صفیں مرتب کیں اور خاموشی سے کھڑے ٹوالہ کے لشکر کی آمد کا انتظار کرنے لگے۔

ہم گریز کی آخری صف سے کوئی ایک سو گز دور اپنی جگہ پر تھم گئے۔ اور یہاں سے میں نے دیکھا کہ ٹوالہ کی فوج۔ جس کی تعداد چالیس ہزار سے کم نہ ہوگی۔ سمندر کی طوفانی لہروں کی طرح گریز کی طرف بڑھی۔ اور ایسے جوش و خروش سے بڑھی کہ معلوم ہوتا تھا وہ ہماری مٹھی بھر فوج کو اپنے ریلے میں خس و خاشاک کی طرح بہا لے جائیگی۔

لیکن یہ دیکھ کر کہ گھاٹی تنگ ہے اور ان کا مقابلہ کوکوآنہ کی قوی ترین فوج گریز سے ہے۔ ٹوالہ کے لشکر کا سیلاب تھم گیا۔ کسی کو آگے بڑھنے کی ہمت

نہ ہوئی..... ناگہاں ٹوالہ کی فوج سے ایک گرانڈیل شخص شتر مرغ کے پروں کا تاج پہنے باہر آیا۔ یہ ٹوالہ تھا..... اس نے اشارہ کیا اور پہلی صف جیکاروں کے نعرے لگاتی گریز کی طرف بڑھی..... ٹولاس..... بلند ہوئے اور سنسناتے گریز کی طرف چلے..... لیکن بہادروں کو اس سے اطمینان نہ ہوا۔ چنانچہ ٹوالا کی پہلی صف آگے بڑھ کر گریز پہ جا پڑی۔ ہتھیاروں کی جھنکار اور نعروں کی وجہ سے ارد گرد کی پہاڑیاں گونج اٹھیں۔ اور ڈھالوں پر ہتھیار پڑنے کی آواز یوں سنائی دی جیسے زور سے بادل کڑکا ہو۔ ہزاروں نیزے بلند ہو کر انسانی سمندر میں غوطہ زن ہوئے اور جب وہ اُبھرے تو کئی ایک خون اگل رہے تھے۔

جنگ بڑے زور شور سے جاری تھی.....

دفعتاً گریز نے اگنوسی کی جے کا نعرہ بلند کیا اور ٹوالہ کی صف پہ یوں جا پڑے جیسے عقاب اپنے شکار پر جا پڑتا ہے اور چشم زدن میں ٹوالہ کی پہلی صف کو کاٹ کر ڈال دیا۔

گریز پھر اپنی جگہ آ کر خاموش کھڑے ہو گئے..... اور میں نے ہنری کی بھوسلی داڑھی ان کے بیچ میں لہراتی دیکھی وہ دوڑ دوڑ کر صفیں ترتیب دے رہا تھا..... اگنوسی نے فوراً حکم دیا کہ دشمن کے زخمی سپاہیوں سے کوئی تعرض نہ کیا جائے اور اس کا یہ حکم ہر افسر تک پہنچا دیا گیا۔

ٹوالہ کی دوسری صف اپنے نیزے اور ڈلاس لہراتی گریز کی طرف بڑھی..... گریز خاموش کھڑے انکی پیش قدمی دیکھتے رہے..... اور جب

وہ لوگ ان سے چالیس گز دور رہ گئے تو گریز کی پہلی صف کو جنبش ہوئی انھوں نے نعرہ بلند کیا اور دشمن کی صف پہ بھوکے شیروں کی طرح جا پڑے۔ ایک مرتبہ پھر فضا ہتھیاروں کی جھنکار اور بہادروں کی چیخ و پکار سے بھر گئی ..... ٹوالہ کا ہر سپاہی غصہ سے دیوانہ ہو رہا تھا۔ انھوں نے بڑا سخت حملہ کیا لیکن گریز مضبوطی سے جمے رہے۔ دشمن کا ہر سپاہی آگے بڑھ بڑھ کر اپنی پوری قوت سے گریز پر وار کر رہا تھا..... صفیں درہم برہم ہو گئیں۔ اپنے پرائے کی کسی کو خبر نہ رہی ہر سپاہی اپنے سامنے والے سپاہی سے اُلجھا ہوا تھا۔

جنگ بڑے زور شور سے ہو رہی تھی۔

ایک ایک منٹ میں ہزاروں سپاہی کٹ کٹ کر گر رہے تھے اور موت کا فرشتہ بڑی سُرعت سے اپنا کام انجام دے رہا تھا۔ ٹوالہ کی فوج نے سمٹ کر حملہ کیا اور گریز قدم بہ قدم پیچھے ہٹنے لگے .... اور میں سمجھا کہ اب جنگ کا فیصلہ ہوا جاتا ہے۔

گریز نے بڑی تیزی سے پیچھے ہٹنا شروع کیا اور ٹوالہ کے سپاہی بیدریغ قتل کرنے لگے۔ دفعتاً ہنری کی گونج دار آواز سنائی دی۔ اس کا کلہاڑا بلند ہوا .... گریز کے اُکھڑے ہوئے قدم جم گئے۔ اب گریز نے بڑھنا اور دشمنوں نے پیچھے ہٹنا شروع کیا۔ "دیوتاؤں کی قسم گریز بڑے بہادر ہیں" اگنوسی نے کہا" اس مرتبہ پھر میدان ہمارے ہاتھ رہے گا۔"

گریز اس قدر بہادری سے لڑے کہ ان کی کافی تعداد کٹ مری۔ اب وہ انگلیوں پر گنے جا سکتے تھے .... ان گنتی کے گریز نے پوری شدت سے حملہ کیا

اور دوسرے ہی لمحے ٹوالہ کی فوج منہ موڑ کر بے تحاشہ بھاگی.... اور میں نے دیکھا کہ ہنری صحیح وسلامت ایک چٹان پر کھڑا ہوا تھا اور اس کے قریب ہمارا بوڑھا دوست انفادوس۔

ایک مرتبہ پھر جنگ رُک گئی....

میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ میں تھوڑا سا بزدل ہوں اور جنگ وغیرہ سے بھاگتا ہوں۔ لیکن اس وقت پہلی مرتبہ میرے دل میں جنگ کی خواہش اُبھری.... اور میرے دل میں انسانوں کو قتل کرنے کے وحشی ولولے نے اپنا پھن پھیلایا۔ میں نے اپنے پیچھے کھڑے ہوئے سپاہیوں پر اچٹتی سی نظر ڈالی.... وہ بے چینی سے پہلو بدل رہے تھے اور مارے غصّہ کے دانت پیس رہے تھے.... اور انکی آنکھیں اس کتّے کی طرح چمک رہی تھیں جس نے شکار دیکھ لیا ہو لیکن زنجیر سے بندھے ہونے کی وجہ سے اس تک نہ پہونچ سکتا ہو۔

"کاش کہ میں بھی اتنا بہادر ہوتا" میں نے سوچا۔

اگنوسی بڑے اطمینان اور سکون سے کھڑا میدان جنگ کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"اگنوسی" آخر میں برداشت نہ کرسکا" ہم کبتک یہاں کھڑے کھڑے اپنے بھائیوں کے مرنے کا تماشہ دیکھتے رہیں گے۔

" اب وقت آگیا ہے میکو میزان کہ....

ابھی اگنوسی کی بات پوری بھی نہ ہوئی تھی کہ ہمارے ایک تازہ دم دستہ نے کمین گاہ سے نکل کر دشمن پر حملہ کردیا.... اور اس طرف سے ہم چلے....

اس کے بعد جو کچھ بھی ہوا اسے میں بیان نہیں کرسکتا.... بس اتنا یاد ہے

کہ قدموں کی بھاری چاپ کی وجہ سے زمین ہچکولے لے رہی تھی اور کچھ ہی دیر بعد ہتھیاروں کی جھنکار، اور نیزوں کی چکاچوند کر دینے والی چمک نے میرے دماغ کو ماؤف کر دیا۔ اور جب میں اپنے حواس میں آیا تو ہنری کے قریب کھڑا ہوا تھا...... پتہ نہیں میں میدان جنگ کے بالکل بیچ میں کیسے پہونچگیا؟.... بعد میں مجھ سے ہنری نے مجھے بتایا کہ جب ہم نے دشمنوں پر حملہ کیا تو میں اس ریلے میں بہتا بہاتا یہاں تک چلا آیا... اور جب حملہ کر کے ہمارے سپاہی پیچھے ہٹے ہیں تو میں بیوقوفوں کی طرح اکیلا یہیں کھڑا رہ گیا۔ ہنری نے دیکھا اور آگے بڑھ کر مجھے پھر اپنی فوج میں گھسیٹ لیا۔

جنگ، کتنی خوفناک اور کیسی ہوئی؟.... یہ بتانے سے میں قاصر ہوں کیونکہ میں تو پہلے ہی سے حواس باختہ ہو رہا تھا بس یوں سمجھئے کہ ایسی خوفناک جنگ میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ ہنری کے کلہاڑے نے ہزاروں جانیں تلف کی تھیں۔ دشمن کے سپاہی اس کے سامنے یہ کہتے ہوئے ہٹ جاتے کہ یہ جادوگر تو مرنا جانتے ہی نہیں...

کسی کو ہنری کے مقابلے میں آنے کی ہمت نہ تھی.... دشمن پر سکتہ سا طاری تھا مگر "ٹوالہ۔ اسی۔ ٹوالہ" کی آواز بلند ہوئی اور دوسرے ہی لمحے ایک آنکھ والا گرانڈیل ٹوالہ اپنے لشکر سے نکل کر ہمارے سامنے آکھڑا ہوا۔

"کہاں ہے وہ ذلیل انکوبو۔ جس نے میرے لڑکے کی جان لی تھی۔" ٹوالہ نے کہا "اور اب میں یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ وہ میرا مقابلہ کر سکتا ہے یا نہیں" اور اس نے اپنا ٹولاس گھما کر ہنری کی طرف پھینکا....

ہنری نے جلدی سے ڈھال سامنے کر دی اور ٹوالہ اس سے ٹکرا کر زمین پر گر پڑا
ٹوالہ مارے غصہ کے دیوانہ ہو گیا اور آگے بڑھ کر کلہاڑے سے ہنری پر وار
کیا.... ہنری نے ڈھال سامنے کر دی... لیکن ٹوالہ نے وار اتنی قوت سے
کیا تھا کہ اس کے جھٹکے سے ہنری ایسا گرانڈیل شخص بھی ڈگمگا کر گھٹنوں کے
بل زمین پر گرا.... ٹوالہ خوشی سے چلاتا ہوا ہنری کی طرف دوسرا وار کرنے
کے لئے بڑھا.... میں نے مارے خوف کے اپنی آنکھیں بند کر لیں....
دفعتاً ٹوالہ کے لشکر کے دائیں اور بائیں حصہ سے ایک شور بلند ہوا....
ہمارے ان دستوں نے جن کیا تھا گڈ ہوا۔ دونوں طرف سے ٹوالہ کی
فوجوں پر حملہ کر دیا تھا۔

اس ناگہانی حملہ نے ٹوالہ کے سپاہیوں کے قدم اکھاڑ دئے اور وہ
شکست کھا کر بے ترتیبی سے لو کی طرف بھاگے.... ٹوالہ بھی ہنری کو چھوڑ کر
بھاگا........

میدان خالی تھا اور ہمارے گرد خاک و خون میں لتھڑی ہوئی لاشیں پڑی
ہوئی تھیں.... گریز میں سے صرف نوّے ۹۰ سپاہی بچے تھے باقی تمام اپنے بادشاہ
پر سے قربان ہو گئے تھے۔

"دوستو فتح کا سہرا تمہارے سر ہے" انفادوس نے اپنے زخمی ہاتھ پر پٹی باندھتے
ہوئے اپنے بچے کھچے گریز سے کہا "قیامت تک مائیں اپنے بچوں کو تمہاری بہادری
کی کہانی سناتی رہیں گی" پھر اس نے بڑے اعتقاد سے ہنری کے ہاتھ کو بوسہ
دیا "انکوبو تم ایسا بہادر شخص روئے زمین پر اور کوئی نہیں"۔

اگنوسی اپنے دستہ کے ٹوالہ کے تعاقب میں "لو" کی طرف گیا ہوا تھا وہاں سے اسنے پیغام بھیجا کہ میں اور ہنری اور انفادوس فوراً اس کے پاس پہونچیں۔ تاکہ ٹوالہ کو گرفتار کرکے فتح کی تکمیل کی جائے۔

جانے کے لئے ابھی ہم نے ایک ہی قدم آگے بڑھایا تھا کہ دو سپاہی گڈ کو نیم بیہوشی کے عالم میں اٹھائے ہماری طرف آتے نظر آئے۔ گڈ بانس کے بنے ہوئے ایک اسٹریچر پر لیٹا ہوا تھا اور اس کے ساتھ ایک اور سپاہی کی لاش بھی رکھی ہوئی تھی۔

"معلوم ہوتا ہے گڈ زخمی ہو گیا" ہنری نے کہا۔

دفعتاً کچھ ہلا.... گڈ کیساتھ لیٹا ہوا سپاہی۔ جسے ہم مردہ سمجھے ہوئے تھے۔ اٹھا۔ اور گڈ پر اپنے نیزے سے وار پر وار کرنے لگا.... میں اور ہنری چلاتے ہوئے اسکی طرف بھاگے.... اس سپاہی نے گڈ پر آخری وار کیا اور "لیجاؤ اپنے اس سفید جادوگر کو" کہتا ہوا ایک طرف بھاگا۔ ہم سمجھے کہ ہمارا عزیز دوست چل بسا۔ لیکن وہاں پہونچکر دیکھا کہ وہ مسکرا رہا تھا اور ایک چشمی عینک بدستور اسکی آنکھ سے چپکی ہوئی تھی۔

"ٹوالہ کی دی ہوئی زرہ نے بچا لیا۔ ورنہ اس نالائق نے میرا کام ختم ہی کر دیا تھا" گڈ نے اتنا کہا اور بیہوش ہو گیا.... گڈ کے ایک پیر پر گہرا زخم موجود تھا۔ اس وقت ہم کچھ کر نہیں سکتے تھے۔ چنانچہ ہم نے دو سپاہیوں سے کہا کہ وہ گڈ کو لئے ہمارے ساتھ چلیں....

ہم اگنوسی سے جا ملے اور لو کی طرف بڑھنے لگے.... لو کے صدر دروازے

پر ہمارے سپاہیوں کا پہرہ تھا۔ انھوں نے بتایا کہ ٹوالہ کی تمام فوج لو میں پناہ گزین ہے۔

اگنوسی نے فوراً اپنے بادشاہ ہونے کا اعلان کرتے ہوئے منادی کرا دی کہ جو سپاہی ہتھیار ڈال دیگا اس کی جان بخشی کر دی جائے گی۔ اس منادی کا خاطر خواہ اثر ہوا۔ فوراً خندق پر پل گرایا گیا اور ہم لو میں داخل ہوئے۔

مفرور سپاہی راستہ کے دونوں طرف پرا باندھے کھڑے تھے اور ان کے ہتھیار ان کے قدموں میں ڈھیر تھے۔ ان کے بیچ میں سے گزرتے ہوئے ہم اس میدان میں پہونچے جہاں ہم نے چڑیلوں کا رقص دیکھا تھا... میدان بالکل خالی پڑا ہوا تھا اور اس کے انتہائی سرے پر ٹوالہ۔ گگول کیساتھ بیٹھا ہوا تھا اور اس کے پیروں کے پاس اس کی ڈھال اور جنگی کلہاڑا پڑے ہوئے تھے۔ یہ منظر بڑا عبرتناک تھا۔ وہ ٹوالہ جس سے ایک عالم لرزتا تھا اور جو ہزاروں بیویوں کا خاوند کہلاتا تھا اس وقت بے یار و مددگار بیٹھا ہوا تھا۔ تمام بیویاں اسے چھوڑ چھاڑ کر بھاگ گئی تھیں۔ سپاہی اگنوسی کیساتھ ہو گئے تھے۔ اور اس وقت اگر کوئی اس کیساتھ تھا تو وہ بوڑھی گگول تھی۔

اس سے پچاس گز دور ہمارا دستہ رک گیا اور ہم چند سپاہیوں کیساتھ ٹوالہ کی طرف بڑھے... گگول نے کھا جانیوالی نظروں سے ہمیں دیکھا اور ٹوالہ نے خشمگیں نظریں اپنے کامیاب دشمن اگنوسی پر گاڑ دیں۔

"سلام اے بادشاہ" ٹوالہ نے کہا۔ "تم جو میرے ٹکڑوں پر پلے ہو تم دبا ہو جو کسی زمانے میں میرے رحم و کرم پر تھے۔ آج ان سفید جادوگروں کی مدد سے

کوکوآنہ کے بادشاہ بنے پھر رہے ہو۔ بتاؤ تم کس بات کا بدلہ مجھ سے لینا چاہتے ہو؟"

"اپنے والد کا۔ جس کو تو نے دھوکے سے قتل کیا اور جس کے ملک پر تو آج تک حکومت کرتا رہا" اگنوسی نے کہا۔

"بہت اچھا.... میں تمہیں بتاؤں گا کہ بہادر انسان کس طرح سے اپنی جان دیتے ہیں۔ تاکہ جب کبھی تم پر بھی ایسا وقت آئے تو تم بھی اسی طرح بہادری سے جان دو۔ دیکھو سورج غروب ہو رہا ہے" اس نے ڈوبتے سورج کی طرف اشارہ کیا، "اور میں چاہتا ہوں کہ میری زندگی کا سورج بھی اسی سورج کیساتھ غروب ہو۔ میں مرنے کے لئے تیار ہوں.... لیکن کوکوآنہ کے شاہی خاندان کی روایت[1] کو برقرار رکھتے ہوئے۔ لڑتے ہوئے ایک بہادر کی موت مرنا چاہتا ہوں.... بکری ایسی موت مرنا نہیں چاہتا جو بلے چوں و چرا ذبح ہو جاتی ہے... تم میری خواہش کو ٹھکرا نہیں سکتے ورنہ وہ بزدل جو آج میدان جنگ سے بھاگے ہیں تم پر لعنت بھیجتے رہیں گے اور تمہاری بزدلی کی داستانیں سنائی جائیں گی۔"

"مجھے منظور ہے۔ تم کس سے لڑنا چاہتے ہو؟ مجھ سے؟ لیکن میں تم سے

---

[1] کوکوآنہ میں یہ دستور ہے کہ شاہی خاندان کا کوئی بھی فرد گرفتار کر کے قتل نہیں کیا جا سکتا.... اسے اس بات کی اجازت دی جاتی ہے کہ وہ کسی کو مقابلے کے لئے بلائے۔ اور یکے بعد دیگرے ایک وقت میں ایک شخص سے اس وقت تک لڑتا رہے جب تک وہ سپاہی کے ہاتھ سے مارا نہ جائے۔

کوارٹرمین

نہیں لڑ سکتا کیونکہ بادشاہ تو صرف میدان جنگ ہی میں اپنی بہادری کے جوہر دکھا سکتا ہے۔ اور اس سے تم واقف ہو۔"

ٹوالہ نے ایک آنکھ ہماری طرف گھمائی۔ اور میں ڈرا کہ کہیں یہ مجھے ہی اپنے مقابلے کے لئے نہ بلائے۔

"انکوبو۔ جس جنگ کی ابتدا میں نے اور تم نے کی آؤ اس کا فیصلہ بھی یہیں کر دیں۔ یا پھر تم بھی بزدل ہو؟" ٹوالہ نے کہا۔

"نہیں تم انکوبو سے نہیں لڑ سکتے" اگنوسی نے کہا

"ہاں اگر وہ اس بات کا اقرار کریں کہ وہ مجھ سے خوفزدہ ہیں تو میں کسی اور بہادر کو چن لوں گا۔"

بدقسمتی سے ہنری نے ٹوالہ کی بات سمجھ لی اور اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔

"میں اس سے لڑونگا" ہنری گرجا" اور اسے بتا دونگا کہ میں بزدل نہیں ہوں"

"خدا کے لئے اپنی جان کے دشمن نہ ہو ہنری" میں نے التجا کی" جس نے بھی تمہیں جنگ کرتے دیکھا ہے وہ تمہیں بزدل نہیں کہہ سکتا۔"

"نہیں میں ٹوالہ سے لڑوں گا" ہنری نے کہا" یہ مجھے بزدلی کا طعنہ نہیں دے سکتا۔"

ہنری نے آگے بڑھ کر اپنا کلہاڑا بلند کیا...

"میرے بھائی۔ تم آج بہت تھک گئے ہو۔ اس وقت تم اپنے ارادے سے باز آؤ۔ اگر تم مارے گئے تو مجھے زندگی بھر قرار نہیں آئیگا" اگنوسی نے کہا۔

"نہیں۔ اب کچھ نہ کہو اگنوسی"۔

"بہت اچھا میرے بہادر دوست۔ ٹوالہ اٹھو ہمارا ساتھی تیار ہے۔"

ٹوالہ خوفناک ہنسی ہنستا ہوا اٹھا۔ ایک دوسرے نے اپنے قوی دشمن کا نظروں ہی نظروں میں جائزہ لیا۔ دفعتاً ہنری نے اچھل کر اپنے کلہاڑے سے ٹوالہ پر وار کیا۔ ٹوالہ اچھل کر ایک طرف ہو رہا۔ اور ہنری کا وار خالی گیا۔ کلہاڑا زمین پر پڑا اور ہنری لڑکھڑا کر آگے کی طرف جھکا۔ ٹوالہ نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنا کلہاڑا بلند کیا.... زور کی آواز آئی اور کلہاڑا پوری تیزی سے ہنری کی گردن کی طرف چلا.... میرا دل اچھل کر حلق میں آ پھنسا اور میری آنکھیں جھک گئیں... ہنری نے ڈھال سامنے کر دی۔ ایک تڑاخ کی آواز بلند ہوئی اور ڈھال کا ایک کنارا صاف اڑ گیا۔ اور ٹوالہ کا کلہاڑا پھسلتا ہوا ہنری کے کاندھے پر پڑا لیکن اس کا تمام تر زور ڈھال پر ختم ہو چکا تھا اس لئے ہنری کو کوئی زخم نہ آیا... ہنری کو سنبھلنے کا موقع نہ دیتے ہوئے ٹوالہ نے دوسرا وار کیا۔ اس وار کو بھی ہنری نے اپنی ڈھال پر لیا۔ اب تو ٹوالہ گویا پاگل ہو گیا اور وہ وار پر وار کرنے لگا۔

ہمارا وہ دستہ جو دور کھڑا ہوا تھا جنگ کا تماشہ دیکھنے کے لئے آگے بڑھ آیا۔ اور ہر سپاہی اونچی آواز میں چلانے لگا۔ گڈ میرے قریب بیہوش پڑا ہوا تھا..... اسے ہوش آیا تو اس نے سر اٹھا کر دیکھا کہ یہ گڑبڑ کیسی ہے۔ اور جب معاملہ اسکی سمجھ میں آیا تو وہ اٹھا اور اپنی لنگڑی ٹانگ گھسیٹتا ہوا ادھر ادھر گھوم پھر کر ہنری کو ہدایات دینے لگا۔

"یوں نہیں... نیچے سے آؤ۔ اچھل کر وار کرو.... اوہ یوں نہیں۔

دو قدم آگے بڑھو.... ہاں یوں... ارے یہ کیا سستی دکھا رہے ہو۔"

گڈ چلائے جارہا تھا۔ اور اندر ہی اندر پیچ وتاب کھا رہا تھا۔

ہنری نے پینترا بدل کر پوری قوت سے وار کیا۔ ٹوالہ نے ڈھال سامنے کر دی۔ ہنری کا کلہاڑا ڈھال پھاڑتا ہوا ٹوالہ کے بائیں کندھے پر پڑا اور زرہ کاٹتا ہوا ہڈی توڑ گیا.... تکلیف کی وجہ سے ٹوالہ چیخ اٹھا ... اس نے پلٹ کر ہنری پر وار کیا اور اسکا کلہاڑا ہنری کے چہرے کو بُری طرح سے زخمی کرتا ہوا نیچے پھسلا اور ہنری کے کلہاڑے کا دستہ اڑ گیا اردگرد کھڑے ہوئے سپاہیوں کے مجمع سے شور بلند ہوا اور میں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں کہ ہنری کو مرتا ہوا نہ دیکھ سکوں۔ تڑاخ کی آواز سن کر میں نے چونک کر آنکھیں کھول دیں اور دیکھا کہ ہنری کی ڈھال بھی اس سے کئی فٹ دور پڑی ہوئی تھی اور وہ ہنستا ٹوالہ کے سامنے کھڑا ہوا تھا... ٹوالہ خوشی سے چلایا اور اپنا کلہاڑا اہلاتا ہنری کی طرف بڑھا... ہنری جھک کر ٹوالہ کی کمر سے لپٹ گیا۔ دونوں گتھم گتھا ہو کر زمین پر لڑھکنے لگے۔ دونوں اپنے اپنے حریف کو ختم کر دینے کی جان توڑ کوشش کر رہے تھے۔ ٹوالہ اپنے کلہاڑے سے ہنری کی گردن اڑانا چاہتا تھا اور ہنری اپنا ٹولاس ٹوالہ کے سینے میں اتارنا چاہتا تھا۔

"ہنری اس سے کلہاڑا چھین لو" گڈ چلایا۔

ہنری نے ٹولاس پھینک دیا اور کلہاڑا پکڑ لیا۔ لیکن وہ چمڑے کی پٹی سے ٹوالہ کی کلائی کے ساتھ بندھا ہوا تھا۔ دونوں پھر وحشی بلیوں کی

طرح گتھم گتھا ہوگئے دونوں کلہاڑے کو اپنی اپنی طرف کھینچ رہے تھے ...... چمڑے کی پٹی ٹوٹ گئی اور کلہاڑا ہنری کے قبضہ میں تھا.... ہنری اپنے آپ کو ٹوالہ کی گرفت سے چھڑا کر اٹھ کھڑا ہوا۔ ٹوالہ نے اپنی کمر سے ٹولاس کھینچکر وار کیا لیکن وہ زرہ پر پڑ کر اچٹ گیا... ٹوالہ نے وحشیانہ طور پہ چیختے ہوئے پھر ہنری پر وار کیا... ٹولاس ہنری کے سینہ پہ پڑا اور اس کے دھکے سے لڑکھڑا کر ہنری کئی قدم پیچھے ہٹا۔ ٹوالہ پھر اس کی طرف لپکا۔ اس عرصہ میں ہنری سنبھل چکا تھا۔ ہنری نے ایک طرف ہٹ کر کلہاڑا بلند کیا۔ اور چشم زدن میں ٹوالہ کا سر دھڑ سے جدا تھا۔ ٹوالہ کا سر لڑھکتا ہوا اگنوسی کے قدموں کے قریب جا پڑا... دھڑ کچھ دیر تک کھڑا رہا اور پھر تناور درخت کی طرح دھڑام سے گرا.... اور کٹی ہوئی گردن سے خون کے فوارے چھوٹنے لگے۔ ہنری کے چہرے کے زخم سے خون زیادہ بہہ گیا تھا۔ چنانچہ اس پر غشی طاری ہوئی اور وہ بھی ٹوالہ کے بے جان دھڑ کے قریب بیہوش ہو کر گرا۔ سپاہیوں نے ہنری کے گرد جمع ہو کر اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے دیئے .... کچھ ہی دیر بعد ہنری نے اپنی آنکھیں کھول دیں۔ وہ زندہ تھا....

میں نے بڑھ کر ٹوالہ کی پیشانی پر چمکتا ہوا ہیرا گھسیٹ لیا۔

"لو اگنوسی۔ اسے اپنی پیشانی پر باندھ لو" میں نے ہیرا اگنوسی کو دیتے ہوئے کہا" آج سے تم کوکوآنہ کے بادشاہ ہو"

اگنوسی نے ہیرا لیکر پیشانی پر باندھ لیا اور آگے بڑھ کر اس نے اپنا ایک پیر ٹوالہ کی چوڑی چکلی چھاتی پر رکھا۔ کچھ دیر تک سر جھکائے کھڑا

...ہا اور پھر بلند آواز میں یوں کہنا شروع کیا :-

"لوگو . سنو - اب میرا زمانہ شروع ہوتا ہے - کوکو آنہ کی سرزمین سے ظلم و جبر کے ——— قدم اکھڑ گئے ——— حق کی فتح ہوئی اور باطل نے منہ کی کھائی ——— اور باطل کے لئے ہمیشہ شکست ہے -

صبح اٹھ کر بہادروں نے اپنے آپ کو جھنجھوڑا - اور ہتھیار لے کر حق کی حمایت پر آمادہ ہو گئے -

باطل بھی اٹھا - اور اس کے پرستار چیونٹیوں کی طرح زمین سے اُبل پڑے اور ——— اپنے نیزے ہلاتے اور مغرورانہ باتیں کہتے میرے مقابلہ میں آئے ——— لیکن وہ ظالم تھے اور ظلم دیرپا نہیں ہوتا ——— ظالم میرے مقابلے میں آئے لیکن میری ایک معمولی پھونک نے ان کے تمام ولولوں اور غرور کو چراغ کی طرح بجھا دیا ——— میرے نیزے کی برق ان کے سروں پر چمکی اور ظالم خاک خون میں لوٹنے لگے ..... اور ان کی بھیڑ میرے سامنے سے کائی کی طرح پھٹنے لگی ——— میرے بہادر دوستوں نے اپنے ہتھیاروں کی آب دشمنوں پر آزمائی اور ظلم منہ کے بل زمین پر آرہا -

اور سمجھ لو کہ باطل کے لئے ہمیشہ شکست ہے -

کہاں ہیں وہ مغرور اور ظالم انسان جو انسانی خون سے

ہولی کھیلتے تھے ــــ اور انسانی کھوپڑیوں کے مینار بناتے
تھے؟ ــــ کہاں ہیں وہ بوالہوس جن کی کئی ہزار بیویاں
تھیں؟ ــــ کہاں ہیں وہ مغرور جنکی گردن اکڑی رہتی
تھیں؟ ــــ کہاں ہیں وہ عیش پرست جو ہر صبح اپنی ہوس
رانیوں کی تکمیل کے لئے ــــ ایک نیا شکار تلاش کرتے تھے؟
ان کی لاشیں بے گور و کفن پڑی ہوئی ہیں ــــ اور
سمجھ لو کہ ظالموں اور مغروروں کا یہی انجام ہوتا ہے ــــ
کہاں ہے وہ ٹوالہ؟ ــــ جو قہار اور جبار کہلاتا تھا؟
جو اپنی بے شمار بیویوں پر ناز کرتا تھا ــــ جسکی ایک آنکھ تھی
جس کا دل بھی اس کی جلد کی طرح سیاہ تھا ــــ کہاں
ہے وہ ٹوالہ جو آج صبح تک کوکوآنہ کا خداوند تھا؟ ــــ
دیکھو اس کا سر میرے قدموں میں پڑا ہوا ہے
ــــ اور آج سے میں تمہارا بادشاہ ہوں۔

اگنوسی خاموش ہو گیا تو کئی آوازیں ایک ساتھ بلند ہوئیں
"اگنوسی۔ شاہ کوکوآنہ زندہ باد"۔

پندرھواں باب

گڈ کی علالت

گڈ اور ہنری کو اٹھا کر ٹوالہ کے جھونپڑے میں لٹا دیا گیا۔
تھکن اور زخموں سے خون بہہ جانے کی وجہ سے دونوں نڈھال
ہو رہے تھے۔ میری حالت کچھ بہتر تھی۔ مجھے کوئی زخم نہیں آیا تھا اور نہ ہی
میں نے جنگ لڑی تھی لیکن تمام دن کھڑے رہنے کی وجہ سے میرا وہ پیر بری طرح
سے درد کر رہا تھا جسے شیر نے چبا لیا تھا اور جس کا ذکر میں پہلے کسی باب میں کر چکا ہوں۔
آپ کو یاد ہوگا کہ میدان جنگ میں کسی نالائق نے میرے سر پر ضرب لگائی
تھی۔ چنانچہ اس کی وجہ سے دماغ اب تک بھنایا ہوا تھا اور ہم تینوں میں
سے ہر ایک کسی نہ کسی درد میں مبتلا تھا۔ لیکن جب یہ خیال آتا کہ ہم اس خوفناک
جنگ سے صحیح وسلامت نکل آئے ہیں تو یہ تکالیف معمولی معلوم ہوتیں۔
فلاوٹا بڑے انہماک سے ہماری اور خاص طور پر گڈ کی تیمارداری میں
مصروف تھی ..... میں نے اور فلاوٹا نے مل کر گڈ اور ہنری کی زرہیں اتار دیں۔
بظاہر جلد پر کوئی زخم نہیں تھا۔ لیکن گوشت بری طرح سے کچلا گیا تھا اور
آپ جانتے ہیں یہ اندرونی چوٹیں کافی تکلیف دہ ثابت ہوتی ہیں .....
فلاوٹا دوڑ کر کسی درخت کی ہری پتیاں لے آئی۔ جن کی بو سے دماغ پھٹا
جا رہا تھا۔ ان پتیوں کو پانی میں ابال کر فلاوٹا نے اس کا پلسٹر ہمارے

جموں پر کر دیا اور میں ایک طرح کا روحانی آرام اور سکون محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا۔

لیکن گڈ اور ہنری کے زخم گہرے تھے... گڈ کی ران پر غار ایسا گہرا زخم ہو گیا تھا اور اس سے ڈھیروں خون بہہ گیا تھا اور ہنری کے چہرے پر ٹوالہ کے کلہاڑے سے گہرا زخم آیا تھا۔ میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ گڈ ڈاکٹری جانتا تھا... چنانچہ اس نے بڑی مہارت اور چابکدستی سے اپنا اور ہنری کا زخم دھو دھا کر صاف کیا۔ اپنے چرمی بیگ سے کوئی سفید سفوف سا نکال کر زخموں پر چھڑکا اور میں نے اور فلاویٹا نے مل کر ان کے زخموں پر پٹی کس دی... کوکوآنہ میں کپڑا کوئی استعمال نہیں کرتا تھا چنانچہ پٹی کے لئے ہم نے اپنے رومال استعمال کئے۔

ٹوالہ کے جھونپڑے میں بڑی بڑی نرم بالوں والی کھالیں بچھی ہوئی تھیں۔ اور یہ ٹوالہ کا خاص الخاص بستر تھا۔ ہم نے اپنے تھکے ہوئے جسموں کو ان کھالوں پر ڈال دیا اور یہ کھالیں اس وقت ہمیں ایرانی قالینوں سے بہتر معلوم ہوئیں... لو کی تمام فضا اپنے بیٹوں بھائیوں اور شوہروں کا ماتم کرتی ہوئی عورتوں کے نالہ و شیون سے پُر تھی۔ شاید لو کا کوئی گھرانہ ایسا نہ تھا جہاں سے آہ و بکا کی آواز نہ آ رہی ہو۔ آدھی رات کے قریب یہ شور تھما... لیکن اس وقت بھی ایک باریک سی آواز تھی جو بین کرتی سنائی دے رہی تھی... اور یہ گگول کی آواز تھی جو اپنے چہیتے ٹوالہ پر رو رہی تھی۔

آدھی رات کے بعد میری آنکھ لگی اور خوفناک خواب ہجوم کر آئے۔ جنگ میں مارے گئے لوگوں کے خون آلود اجسام میرے گرد رقص کرتے ہوئے مجھے اپنے نیزوں سے چھیڑتے.... پھر کہیں سے ٹوالہ کا بے سر دھڑ آتا اور اپنا کلہاڑا بلند کئے۔ چیختا چلاتا میری طرف لپکتا.... پٹ سے میری آنکھ کھل جاتی۔

بس یوں ہی تمام رات کٹی۔

صبح اٹھ کر دیکھا کہ میرے ساتھیوں کی حالت تشویشناک تھی۔ گڈ کو تیز بخار چڑھ آیا تھا اور وہ کسی اندرونی چوٹ کی وجہ سے خون تھوک رہا تھا۔ ہنری کی حالت گڈ سے بہتر تھی چہرے کے زخم کی وجہ سے وہ ہنس بول تو نہیں سکتا تھا لیکن امید تھی کہ جلد ہی اس کا زخم مندمل ہو جائیگا۔

قریباً آٹھ بجے انفادوس آیا۔ اس کی حالت بھی خستہ تھی لیکن یہ بوڑھا سپاہی تمام تکالیف بڑی بہادری سے برداشت کر رہا تھا.... میں نے محسوس کیا کہ انفادوس ہنری کو یوں مخاطب کرتا تھا جیسے اس کا وجود انسانوں سے کچھ بڑھ کر ہو.... اور بعد میں مجھے پتہ چلا کہ کوکوآنہ کا ہر فرد ہنری کو فوق البشر سمجھتا تھا۔ اور اسکی بہادری کی داستانیں گھر گھر دہرائی جا رہی تھیں.... کوئی بھی فانی انسان۔ وہ کہتے۔ دن بھر کی مسلسل جنگ کے بعد ٹوالہ ایسے زبردست شخص کو مار نہیں سکتا۔ دائے انفوبو

جس کے ایک ہی وار نے ٹوالہ کی گردن اُڑادی تھی..."انکوبو کا وار"
کوکوآنہ میں مثالی اہمیت حاصل کرچکا تھا۔

انفادوس نے ہمیں بتایا کہ ٹوالہ کے تمام لشکریوں نے اگنوسی کو بادشاہ تسلیم کرلیا ہے۔ ٹوالہ کے سردار گروہ در گروہ اگنوسی کی خدمت میں آکر اطاعت و فرمانبرداری کا حلف اٹھاتے ہیں۔ ٹوالہ کا صرف ایک ہی لڑکا سکارگا تھا۔ اور وہ مارا جاچکا تھا اس لئے بغاوت کا کبھی خدشہ نہیں تھا۔

"اگنوسی نے تخت ضرور حاصل کیا لیکن کافی خون خرابے کے بعد" میں نے کہا۔
"کوکوآنہ کے جانباز خون کی دھاریں بہتی دیکھ کر ہی زیر ہو سکتے ہیں میرے آقا" انفادوس نے کہا "جتنے سپاہی مارے گئے ہیں اتنے ہی نئے پیدا ہوں گے اور ملک میں امن و امان چھا جائیگا۔"

اگنوسی ہم سے ملنے آیا۔ اس کی پیشانی پر بادشاہت کا نشان ہیرا چمک رہا تھا اور اس کیساتھ چار محافظ سپاہی تھے۔ مجھے وہ وقت یاد آگیا جب اگنوسی امبوپا کے فرضی نام سے ہماری ملازمت میں داخل ہوا تھا اور ایک زرخرید غلام کی طرح ہمارا حکم بجالایا کرتا تھا۔ "خوش آمدید شاہ کوکوآنہ" میں نے کہا۔

"ہاں۔ میکومیزن۔ یہ تم تینوں کی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ میں بادشاہ بنا ہوں" اگنوسی نے جواب دیا، "تمام لوگوں نے میری اطاعت قبول کرلی ہے۔ میں دو ہفتہ بعد ایک شاندار دعوت کرکے دور دور سے کوکوآنہ کے معزز لوگوں کو بلاؤں گا تاکہ وہ اپنے نئے بادشاہ کو دیکھ لیں۔"

"یہ سب تو ٹھیک ہے۔ لیکن تم نے گگول کے بارے میں کیا سوچا ہے؟"۔

"وہ شیطان کی خالہ ہے۔ میں اسے اور اس کی شاگردوں کو قتل کرا دونگا ..... کوئی نہیں جانتا کہ گگول کی عمر کتنی ہے۔ اس ملک میں کوئی بھی شخص ایسا نہیں جس نے گگول کو جوان دیکھا ہو۔ وہ بوڑھے جن کی عمر اسوقت سو سال کی ہے کہتے ہیں جب وہ بچہ تھے تب بھی گگول ایسی ہی بڑھیا تھی.... لیکن میں اسے قتل کرا دوں گا۔ اسی چڑیل کی وجہ سے کوکوآنہ پر آفتیں نازل ہوتی ہیں۔"

"تم ٹھیک کہتے ہو۔ لیکن گگول بہت کچھ جانتی ہے.... اس کے علم میں جتنی باتیں ہیں۔ اتنی کوئی شخص سات پشتوں تک بھی زندہ رہ کر حاصل نہیں کر سکتا۔"

"یہ بات بھی ٹھیک ہے۔ گگول ہی ایک ایسی عورت ہے جو ان تین پہاڑوں کے۔ جنہیں ہم تین چڑیلیں کہتے ہیں۔ تمام رازوں سے واقف ہے۔ وہیں ایک غار میں ہمارے مردے رکھے جاتے ہیں اور اسی جگہ تین خاموش دیوتا بیٹھے ہوئے ہیں۔"

"اور اسی جگہ خزانہ بھی ہے" میں نے جلدی سے کہا، "اگنوسی اپنا وعدہ مت بھولنا۔ جیسے بھی ہو تمہیں ہم کو اس خزانے تک پہونچانا ہوگا.... چاہے اس کے لئے تمہیں گگول کی زندگی ہی کیوں نہ بخشنی پڑے۔"

"میکومیزن۔ میں اپنا وعدہ نہیں بھولا ہوں۔"

اگنوسی کے جانے کے بعد میں گڈ کی مزاج پرسی کو گیا۔ اسکی حالت بہت خراب ہو گئی تھی۔ بخار اس قدر تیز تھا کہ اس کی آنچ مجھ تک آرہی تھی۔ زخم کے گرد اگرد سوجن ہو گئی تھی۔ اور وہ بیہوش پڑا ہوا تھا.... پانچ روز تک وہ موت

و زیست کے درمیان لٹکتا رہا۔ اور اگر فلاویٹا اس کی تیمار دار نہ ہوتی تو شاید وہ نہ بچتا۔

عورت آخر کو عورت ہے۔ وہ کسی ملک کی ہو۔ کسی رنگ کی ہو۔ قدرت نے اسے ایسا دل دیا ہے کہ کسی اجنبی کو بھی ذرا سی تکلیف میں دیکھ کر رحم سے پُر ہو جاتا ہے۔ فلاویٹا کسی ہوشیار نرس کی طرح گڈ کی تیمار داری کر رہی تھی۔

ایک آدھ روز میں نے فلاویٹا کا ہاتھ بٹانے کی کوشش کی لیکن اسنے یہ کہہ کر مجھے رخصت کر دیا کہ میری کھڑ بڑ اور ناتجربہ کاری کی وجہ سے گڈ کی نیند میں خلل آتا ہے۔ اور وہ ایک حد تک اسکا کہنا ٹھیک ہی تھا۔۔۔۔ گڈ کی علالت اور فلاویٹا کی تیمار داری کا پورا نظارہ اس وقت میری نظروں کے سامنے گھوم رہا ہے۔۔۔۔ آدھی رات کو گڈ کراہتا ہوا کروٹیں بدل رہا تھا اور اس کے قریب بیٹھی ہوئی فلاویٹا پُرنم آنکھوں سے اسکی طرف دیکھ رہی تھی اور بس نہیں چلتا تھا کہ وہ گڈ کی تمام تکالیف خود برداشت کرے۔۔۔۔ وہ بار بار بڑی محبت سے گڈ کے بالوں میں انگلیاں پھیرتی اور گڈ بیہوشی میں اس کا ہاتھ جھٹک دیتا اور کروٹیں بدلنے لگتا۔۔۔۔ فلاویٹا ہاتھ جوڑ کر اپنے دیوتاؤں سے گڈ کی زندگی کی بھیک مانگتی۔

دو روز تک ہم یہی کہتے رہے کہ اب گڈ کا خدا حافظ ہے۔ لیکن ایک فلاویٹا تھی جسے گڈ کے بچ جانے کا پورا پورا یقین تھا۔ "نہیں یہ زندہ رہیں گے" اور اس نے سختی سے مجھے ڈانٹ دیا کہ میں پھر کبھی کوئی منحوس بات منہ سے نہ نکالوں۔

اگنوسی کے حکم سے ہمارے جھونپڑے کے ارد گرد کی جھونپڑیاں خالی کر کے

اب یہ مکین کسی اور مقام پر جا بسے تھے تاکہ ان کے شور و غل سے زخمیوں کو تکلیف نہ ہو۔

ایک رات۔ اور یہ گڈ کی علالت کی پانچویں رات تھی۔ میں عادت کے مطابق گڈ کو دیکھنے گیا۔ جھونپڑی میں ایک طرف اندھا سا چراغ جل رہا تھا۔ اور گڈ جو ہر رات بے چینی سے کروٹیں بدلتا رہتا۔ اس وقت بے حس و حرکت چت پڑا ہوا تھا۔

"تو آخر کار مر گیا" میرے حلق میں کوئی چیز اٹک گئی۔ آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے اور بیساختہ میرے منہ سے ہچکی نکل گئی۔

"ہشت" گڈ کے سرہانے بیٹھے ہوئے سائے نے کہا۔

میں دبے قدموں آگے بڑھا۔ اور جھک کر چراغ کی مریضانہ روشنی میں غور سے گڈ کو دیکھا ... گڈ زندہ تھا.... اور اپنے ہاتھ کی انگلیوں میں فلاؤیٹا کی انگلیاں پھنسائے اس بچے کی طرح جو بہت دیر تک رونے کے بعد تھک کر گہری نیند سو جائے سو رہا تھا۔

وہ اٹھارہ گھنٹے تک سوتا رہا اور اس تمام عرصہ میں فلاؤیٹا اس کے سرہانے اپنی انگلیاں اس کے ہاتھ میں دیئے اس خوف سے بیٹھی رہی کہ مبادا اس کی جنبش سے گڈ جاگ نہ جائے ... فلاؤیٹا نے کچھ کھایا بھی یا نہیں؟ یہ کوئی نہیں جانتا.... اور اس طرح اٹھارہ گھنٹے تک ایک ہی نشست سے بیٹھ رہنے کی وجہ سے وہ کس قدر تھک گئی ہوگی یہ بھی کوئی نہیں جانتا لیکن یہ سب جانتے ہیں کہ جب گڈ کی آنکھ کھلی تو فلاؤیٹا کے ہاتھ پیر سردی کی وجہ سے اکڑ کر جس حالت میں بیٹھی تھی اسی حالت میں رہ گئے ... چنانچہ

دو آدمیوں نے اسے اٹھا کر آگ کے قریب بٹھا دیا۔

اس گہری نیند کے بعد گڈ کی حالت سدھرنے لگی اور دن بدن بہتر ہوتی چلی گئی

جب وہ قریب قریب ٹھیک ہو گیا تو ہنری نے فلاویٹا کی خدمتوں کا ذکر کیا......

اور جب ہنری نے یہ بتایا کہ وہ اٹھارہ گھنٹے تک تمہاری انگلیوں میں انگلیاں دیئے بیٹھی رہی اور اس وجہ سے اس کے ہاتھ پیر اکڑ گئے۔ تو گڈ کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں۔ وہ اٹھا۔ اور مترجم کی خدمت انجام دینے کیلئے مجھے ساتھ لیتا ہوا اس جھونپڑی کی طرف چلا جہاں فلاویٹا ہمارے لئے دوپہر کا کھانا تیار کر رہی تھی۔ گڈ کو دیکھ کر فلاویٹا کا چہرہ کھل اٹھا۔

"کوارٹرمین۔ اس سے کہہ دو کہ یہ زندگی اس کی بخشی ہوئی ہے اور میں زندگی بھر اس کا احسان مند رہوں گا۔"

جب میں نے گڈ کی بات کا ترجمہ کیا تو فلاویٹا کا چہرہ شرم سے سرخ ہو گیا۔ اور اس نے اپنی آنکھیں جھکا کر مسکراتے ہوئے کہا" میرے آقا یہ بھول جاتے ہیں کہ میری زندگی آپ ہی کی عطا کردہ ہے اور میں آپ کی ادنیٰ کنیز ہوں۔

اس وقت فلاویٹا یہ بھول گئی کہ اس کی جان بچانے میں میرا اور ہنری کا بھی حصہ تھا۔ لیکن میں نے دیکھا کہ اس کی آنکھوں سے گڈ کے لئے بے پناہ محبت ٹپکی پڑتی تھی۔ اور اسی محبت کی وجہ سے وہ گڈ ہی کو اپنا نجات دہندہ سمجھی تھی۔

چند ہی دنوں کے بعد اگنوسی نے دربار کیا۔ جس میں کوکوآنہ کے تمام معزز لوگ حاضر تھے۔ اگنوسی نے بڑی فراخ دلی سے گریز کے بچے کھچے سپاہیوں کو انعام و اکرام

سے نوازا.... اس نے ہماری کافی خاطر خواہ تواضع کی اور سب کے سامنے اس بات کا وعدہ کیا کہ اب کوئی شخص بیگناہ قتل نہیں کیا جائے اور نہ ہی چڑیلوں کا رقص ہوگا۔

جب دربار برخاست ہوا اور تمام لوگ چلے گئے تو میں نے اگنوسی سے کہا کہ اب ہم خزانہ حاصل کرنے کے لئے بے چین ہیں۔

"دوستو" اگنوسی نے کہا" مجھے پتہ چلا ہے کہ یہ خزانہ اس جگہ ہے جہاں تین خاموش دیوتا بیٹھے ہوئے ہیں۔ جن پر ٹوالہ فلاد یٹا کو بھینٹ چڑھا رہا تھا.... اسی جگہ وہ غار ہے جہاں ہمارے مُردے رکھے جاتے ہیں۔ آپ وہاں ٹوالہ کی لاش پائینگے اس غار کو موت کا کمرہ کہتے ہیں۔ موت کے کمرے سے ایک اور کمرہ ملا ہوا ہے.... یعنی خفیہ کمرہ۔ اور اس خفیہ کمرے کو کوئی نہیں جانتا سوائے گگول اور ٹوالہ کے۔ ٹوالہ تو مر چکا ہے.... میں اس خفیہ کمرے کا راستہ نہیں جانتا۔ اور یہ بھی نہیں جانتا کہ اس کمرے میں کیا ہے۔ لیکن کہتے ہیں کہ مدت ہوئی ایک سفید انسان ایک عورت کی مدد سے اس خفیہ کمرے میں پہونچگیا تھا.... لیکن اس کی ساتھی عورت نے وہاں پہونچکر اس کو دغا دی۔ بادشاہ نے اسے گرفتار کرا کے کوہ سبا کی طرف ہانک دیا۔ اور تب سے اب تک کوئی سفید انسان اس طرف نہیں آیا۔"

"اگنوسی یہ واقعہ بالکل صحیح ہے" میں نے کہا۔ اس سفید انسان کو ہم پہاڑ کے ایک غار میں دیکھ چکے ہیں۔"

"اچھا تو اب میں اپنا وعدہ وفا کرتے ہوئے تم کو خزانے تک پہنچنے کا بندوبست کرتا ہوں۔ اور اگر وہاں ہیرے ہوئے تو....."

"وہاں ہیرے ہیں اگنوسی۔ اور اس کا ثبوت تمہاری پیشانی پر چمکتا ہوا ہیرا

ہے" میں نے کہا۔

"اگر واقعی وہاں ہیرے ہیں تو آپ جس قدر چاہیں لے سکتے ہیں۔ لیکن دوستو مجھے اس خیال سے خوف آتا ہے کہ خزانہ حاصل کرنے کے بعد تم مجھے چھوڑ کر چلے جاؤ گے۔"

"یہ بعد میں دیکھا جائیگا۔ فی الحال ہمیں خفیہ کمرے میں پہونچنا ہے۔"

"تو صرف ایک گگول ہے جو راستہ سے واقف ہے۔"

"لیکن اس نے اگر ہماری راہبری سے انکار کر دیا تو؟" میں نے پوچھا۔

"تو پھر میں اسے قتل کر دونگا۔ اسی وقت کیلئے میں نے ابتک اسے زندہ رکھا ہے۔ ٹھہرو فیصلہ ابھی ہوا جاتا ہے" اگنوسی نے سپاہیوں کو کچھ اشارہ کیا۔ وہ ایک طرف چلے اور چند ہی منٹوں میں گگول کو پکڑے حاضر ہوئے۔

"اسے چھوڑ دو" اگنوسی نے کہا۔

اور گگول نے جو اسوقت ایک گٹھری سے معلوم ہو رہی تھی۔ اپنی سانپ ایسی آنکھیں ہم پر گاڑ دیں۔

"اگنوسی تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟" گگول نے کہا۔ "مجھے قتل کرنے کا ارادہ ہے؟ اچھا تو کوشش کر دیکھو۔ میں تمہیں جلا کر خاک سیاہ کر دوں گی میرا علم بہت عظیم ہے۔ تمہیں مجھ سے اور میرے جادو سے ڈرتے رہنا چاہئے۔

"تمہارا جادو ٹوالہ کی جان نہ بچا سکا تو مجھے کیا جلا سکیگا گگول..... دیکھو گگول میں چاہتا ہوں کہ تم ہمیں خفیہ کمرے تک پہونچا دو۔"

"ہی ہی ہی" وہ ہنسی "سوائے میرے اس کا راستہ کوئی نہیں جانتا۔

اور میں تمہاری راہبری نہیں کروں گی۔ یہ سفید شیطان خالی ہاتھ جائیں گے

ہی ہی ہی۔ ہاہاہا.... یہ راز میرے سینہ میں دفن رہیگا۔

"لیکن میں یہ راز تم سے اگلوا کر رہوں گا"

"اور وہ کس طرح؟"۔

"اگر تم نے نہ بتایا تو تمہیں اذیتیں دے دے کر مار دونگا۔"

"مجھے مار دو گے؟ ہی مجھے؟ تم کیا سمجھتے ہو کہ میری عمر کتنی ہے؟ میں تمہارے باپ کو۔ اس کے باپ کو اور تمہارے پردادا کے دادا کو جانتی تھی جب یہ ملک بسا ہے میں موجود تھی اور جب یہ ملک اُجڑ جائیگا اسوقت بھی موجود ہونگی۔ مجھے کوئی مار نہیں سکتا۔ سوائے ایک حادثہ کے۔"

"لیکن میں تمہیں قتل کر سکتا ہوں۔ شیطان کی خالہ تیری عمر بہت ہو گئی۔ تیرے سر پہ بال اور منہ میں دانت نہیں۔ اور نہ ہی تیرے جسم میں خون ہے تو شاید اپنے جادو کی وجہ سے زندہ ہے۔ لیکن میں تیرے جادو کا بھرم کھول دوں گا۔ تجھے مارنا بہت بڑا ثواب ہے۔"

"بیوقوف۔ پتہ بھی ہے کہ تو کیا بک رہا ہے۔ تو سمجھتا ہے کہ زندگی صرف نوجوانوں کو ہی عزیز ہوتی ہے؟ ہی ہی ہی۔ لیکن بوڑھوں کو بہ نسبت جوانوں کے موت سے زیادہ ڈر آتا ہے۔ اور وہ نوجوانوں کو مرتا دیکھ کر خوش ہوتے ہیں میں بھی اپنے آپ کو بچانے کے لئے تجھے مار ڈالونگی... تجھے جلا کر راکھ کر دونگی اور اس وقت مجھے روحانی مسرت حاصل ہو گی۔ ہی ہی ہی۔"

"اپنی اس شیطانی بکواس کو بند کر۔ میں پوچھتا ہوں کہ تو خفیہ کمرے تک رہبری

کر گئی یا نہیں؟ اور اگنوسی نے اپنا نیزہ بلند کیا۔

"نہیں۔ کسی قیمت پر بھی نہیں"

بہت اچھا۔" اگنوسی نے اپنا ہاتھ آہستہ آہستہ گگول کی طرف بڑھایا یہانتک کہ نیزے کی نوک گگول کے جسم پر لپٹے ہوئے چیتھڑوں کو چھو گئی۔ گگول ایک خوفناک چیخ کیساتھ اچھلی اور زمین پر گر کر دور تک لڑھکتی ہوئی چلی گئی۔ اور اس کی آنکھیں مارے خوف کے پھٹ گئیں۔

"ٹھہرو.... ٹھہرو.... میں تمہیں خزانے تک لے جاؤنگی.... میں مرنا نہیں چاہتی۔"

"ہاں اب تو راہ پر آئی۔ کل صبح انفادوس اور میرے سفید دوستوں کو خزانے تک پہونچا آنا اور یاد رکھ اگر تونے کوئی چال چلی تو انجام بُرا ہوگا۔"

"نہیں اگنوسی۔ میں انہیں دھوکا نہیں دونگی۔ ہاہاہا۔ ہی ہی ہی.... ایک مرتبہ ایک عورت ایک سفید انسان کو اس خزانے تک لے گئی تھی۔ تو جانتے ہو کیا ہوا تھا.... اس پر دیوتاؤں کا غضب نازل ہوا تھا.... اور جانتے ہو وہ عورت کون تھی.... وہ گگول تھی.... وہ میں ہی تھی" اور گگول کی آنکھیں شیطنیت سے چمکنے لگیں۔

"کیا بکتی ہے۔ اس واقعہ کو تین سو سال گزر گئے" میں نے کہا۔

"تو کیا ہوا۔ جب کسی کی عمر زیادہ ہو جاتی ہے تو وہ پچھلے واقعات بھول جاتا ہے۔ میری دادی نے یہ واقعہ مجھے یاد دلایا تھا اور یقیناً اس عورت کا نام گگول ہی تھا وہ اس سفید انسان کو خفیہ کمرے تک لے گئی تھی.... اور وہ میں ہی تھی۔ جب تم خفیہ کمرے تک پہونچ گے تو تمہیں چمکتے پتھر دل

سے بھری ہوئی ایک تھیلی ملیگی - یہی وہ تھیلی ہے جس میں اس سفید انسان
نے اپنے لئے پتھر بھرے تھے لیکن وہ انہیں اپنے ساتھ نہ لے جا سکا۔ اس
پر دیوتاؤں کا غضب نازل ہوا .... یہ سفر بڑا مزیدار ہوگا۔ میں اس جگہ کو گوئی
کے ان بادشاہوں سے ملوں گی جو مر چکے ہیں۔ ہمارے وہاں پہونچنے تک انکی
آنکھیں جاچکی ہونگی اور انکی ہڈیاں کھوکھلی ہوگئی ہونگی ... ہی ہی ہیا"۔

سولھواں باب

موت کا کمرہ

گذشتہ باب میں اگنوسی اور گگول کی جو گفتگو بیان کی گئی ہے اس کے تین
روز بعد ہمارا مقام ان تین پہاڑوں کے دامن میں تھا جہاں شاہراہ سلیمان
ختم ہوتی ہے ہم تینوں کے ساتھ فلاؤیٹا۔ انفادوس اور اس کے چند سپاہی
بطور محافظ تھے۔ گگول راہبر کی خدمت انجام دے رہی تھی۔ وہ دن بھر اور
رات گئے تک اپنے آپ بڑبڑاتی اور ہنستی رہتی۔

یہ اس پہاڑ کی تین چوٹیاں تھیں۔ ایک ہمارے دائیں طرف۔ ایک بائیں
طرف اور ایک ہماری ناک کے بالکل سیدھ میں شاہراہِ سلیمان اس درمیانی
چوٹی تک جاکر ختم ہو جاتی تھی .... بلند چوٹیوں پہ برف جمی ہوئی تھی اور نیچے
کی طرف جہاں برف ختم ہوتی تھی سرخ چٹانوں کے کنارے کنارے خودرو جھاڑیوں
کا سلسلہ نیچے تک چلا آیا تھا۔

آخر کار وہ دن آگیا تھا جو شاید ہماری زندگی کا سب سے زیادہ پُرمسرت دن تھا۔ ہم اس خزانے کو حاصل کرنے والے تھے جس کی وجہ سے کئی ایک شخصوں نے (اور شاید ہنری کے بھائی نے بھی) اپنی جانیں دی تھیں اور بقول گگول ان پر دیوتاؤں کا غضب نازل ہوا تھا۔ "تو کیا ہم پر بھی غضب نازل ہوگا؟" میں کسی صورت اس خیال سے پیچھا نہ چھڑا سکا اور شاید ہنری اور گڈ بھی اسی خیال میں منہمک تھے۔

ہم اپنے مقام سے روانہ ہو کر ایک ڈیڑھ گھنٹے تک چلتے رہے۔ مارے خوشی اور خزانہ حاصل کرنے کی آرزو نے ہماری رفتار اس قدر تیز کر دی تھی کہ وہ لوگ جو گگول کی پالکی اٹھائے تھے ہم سے کئی قدم پیچھے رہ گئے۔

"آہستہ چلو سفید انسانو" پالکی میں سے گگول کی آواز آئی "معلوم ہوتا ہے تم موت کے منہ میں جانے کے لئے بہت بے چین ہو" اور گگول وہ ہنسی ہنسی جس کی وجہ سے میری ریڑھ کی ہڈی میں ٹھنڈک کی لہر دوڑ جاتی ہے... گگول کی اس شیطانی ہنسی نے ہماری رفتار کچھ کم کر دی۔

ہم چلتے رہے۔ آہستہ آہستہ نامعلوم خوف میرے دل پر چھاتا جا رہا تھا رفتار بہت کم ہو گئی تھی.... پتہ نہیں ہم کب تک چلتے رہے اور جب میں اپنے خیالات سے چونکا تو ہم ایک غار کے دہانے پر کھڑے ہوئے تھے... غار کے کنارے ڈھلوان تھے۔ اور وہ تین سو فٹ گہرا اور نصف میل کی گہرائی میں پھیلا ہوا تھا۔

"جانتے ہو یہ کیا ہے؟" میں نے غار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ہنری اور گڈ سے پوچھا۔

دونوں نے نفی میں سر ہلایا۔

"معلوم ہوتا ہے تم نے ہیروں کی کانیں نہیں دیکھی۔۔۔ یہاں سے ہیرے کھود کر نکالے گئے ہوں گے اس طرف دیکھو" اور میں نے غار کے اردگرد جمی ہوئی چکنی مٹی کے ڈھیر کی طرف اشارہ کیا۔" جس طرح سے آجکل ہم کانیں کھودتے ہیں اسی طرح سے صدیوں پہلے بھی کھودی جاتی ہوں گی"۔

اس غار سے راستہ دو حصوں میں تقسیم ہو کر غار کے گرد دونوں طرف گھوم جاتا تھا۔ اور راستہ کی یہ دونوں شاخیں مضبوط پتھروں سے بنی ہوئی تھیں تاکہ یہ پتھر غار کے کنارے کو گرنے سے روک لیں۔

ہم اس غار میں داخل ہوئے۔۔۔ اور یہاں وہ تین بُت تھے جسے کوکوآنہ میں خاموش دیوتا کہتے تھے۔۔۔ تینوں بُت ایک بڑی سی چٹان پر ایک دوسرے سے بیس بیس قدم کی دوری پہ نصب تھے۔ اور وہ کچھ ایسے رخ سے نصب تھے کہ معلوم ہوتا تھا گردن جھکائے شاہراہ سلیمان کو دیکھ رہے ہیں۔۔۔۔ ان تین مجسموں میں۔ جن کی اونچائی اٹھارہ فٹ ہو گی۔ ایک مجسمہ عورت کا تھا۔ عورت کا مجسمہ بالکل برہنہ بنایا گیا تھا۔۔۔ جسم اس قدر سڈول اور خوبصورت تھا کہ مصور کی ذہانت کی داد دینی پڑتی تھی۔ چہرے کے نقوش زمانے نے مٹا دیئے تھے۔ لیکن وہ بھی یقیناً خوبصورت بنایا گیا ہو گا۔۔۔۔ مجسمہ کے دونوں کندھوں پر دو ہلال بنے ہوئے تھے۔

مردوں کے مجسموں کے چہرے انتہائی بھیانک تھے۔ خصوصاً اس مجسمہ کا جو ہماری بائیں طرف تھا۔۔۔ اس کا چہرہ معلوم ہوتا تھا کہ شیطان بنایا گیا

تھا جو منہ پھاڑے دنیا کو نگل لینے کے لیے تیار بیٹھا تھا۔ دائیں طرف کا مجسمہ قہر کا دیوتا تھا اور اس کے چہرے سے ایسے سکوت اور اطمینان کے آثار ہویدا تھے جنہیں دیکھ کر دل دہلتا تھا۔

ہم ان دیوتاؤں کو دیکھ رہے تھے کہ انفادوس آیا۔ اس نے نیزہ بلند کر کے دیوتاؤں کو سلام کیا اور پھر کہا "آپ موت کے کمرے میں اسی وقت جانا چاہتے ہیں کہ کھانا وغیرہ کھا چکنے کے بعد؟"

"نہیں انفادوس اب زیادہ انتظار کی تاب نہیں۔ ہم اسی وقت چلیں گے۔ کھانا ہم ساتھ لئے چلتے ہیں اندر کسی جگہ بیٹھ کر کھائیں گے" میں نے جواب دیا۔

چنانچہ گگول پالکی میں سوار ہمارے سامنے آئی۔ اور وہ ہنستی ہوئی پالکی میں سے کود کر باہر نکل آئی۔ فلاڈیٹا نے گوشت اور سبزی ساتھ لے چلنے کے لیے ایک ٹوکری میں رکھ لی اور تھوڑا سا پانی بھی ساتھ لے لیا۔

جہاں ہم کھڑے ہوئے تھے اس سے چند قدم دور چٹان کی ایک دیوار کی اسّی فٹ کی بلندی تک اٹھتی چلی گئی تھی.... اسّی فٹ کی بلندی کے بعد سے ہی ایک پہاڑ کی چوٹی اسی دیوار پر بنی ہوئی تھی جو زمین سے تین ہزار فٹ بلند ہوگی۔ اور جب اسی تین ہزار فٹ کی بدقوش چوٹی پر سے کہر کی چادر ہٹی تو گگول لکڑی ٹیکتی اس چٹانی دیوار کی طرف بڑھی۔ ہم اس کے پیچھے چلے یہانتک کہ چٹانی دیوار میں بنے ہوئے ایک محرابی دروازے کے سامنے پہنچ گئے۔ دروازے کے قریب پہنچکر گگول رک گئی۔

"اچھا اے سفید انسانو۔ اور بہادر سپاہیو.... گگول نے اپنے

شیطانی تاثرات سے چہرے کو بلند کرتے ہوئے کہا" تیار ہو جاؤ...... میں اپنے بادشاہ کا حکم بجالاتے ہوئے تمہیں خفیہ کمرے میں لئے چلتی ہوں.... ہی ہی ہی ۔"

" چلو ۔ بہت باتیں نہ بناؤ" میں نے کہا ۔

" بہت اچھا ۔ بہت اچھا ۔ اب تم جو نظارہ دیکھنے والے ہو اس کے لئے اپنے دل مضبوط کر لو ۔ ایسا نہ ہو کہ اس منظر کو دیکھتے ہی تمہارے دل کی دھڑکنیں تھم جائیں ۔ انفادوس تم بھی آؤ ۔ تم نے اپنے جس دلی نعمت سے نمک حرامی کی ہے اس کے دیدار کر لو" ۔

" نہیں میں یہیں ٹھہرونگا " انفادوس نے گھبرا کر کہا ۔ لیکن گگول یاد رکھو اگر تو نے میرے سفید آقاؤں پر اپنی شیطانی چال آزمائی تو پھر تیرا انجام برا ہو گا ۔"

" میں نے تیری باتیں سن لیں انفادوس ۔ اور جانتی ہوں کہ تو بڑا ضدی ہے ۔ اور اسی وجہ سے تو بچپن میں اپنی شفیق ماں سے جھگڑ پڑتا تھا ...... تو کسی قسم کا خوف نہ کر ۔ میں تو اپنے بادشاہ کی ادنیٰ خادم ہوں اور اسی کے حکم کی تعمیل کر رہی ہوں ۔ میں نے کئی بادشاہوں کے حکم کی تعمیل کی ہے ۔ اور اب میں ان بادشاہوں اور ٹوالہ کی زیارت کروں گی ۔ ہاہاہا ۔ ہی ہی ہی ۔ چلو چلو ۔ مشعل کہاں ہے ؟ " اور اس نے اپنے جسم پر لپٹے ہوئے چیتھڑوں میں سے ایک مشعل برآمد کی ۔

" فلاو بیٹا تم بھی ہمارے ساتھ آرہی ہو نہ ؟ " گڈ نے پوچھا ۔

" میرے آقا ۔ مجھے خوف معلوم ہوتا ہے " فلاو بیٹا نے لرزاں آواز میں کہا ۔

"اچھا تم نہیں ٹھہرو۔ لاؤ کھانے کی ٹوکری مجھے دیدو۔"
"نہیں آقا۔ جس جگہ آپ جائیں گے میں بھی جاؤں گی۔"
گگول مشعل لئے دروازے میں داخل ہوئی..... ہم اس کے پیچھے تھے...
اندر ایک سرنگ سی بنی ہوئی تھی جو اتنی چوڑی تھی کہ دو آدمی ساتھ ساتھ چل سکیں..... سرنگ میں تاریکی اس قدر پھیلی ہوئی تھی کہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے سے بھی کچھ نظر نہ آتا تھا۔ چنانچہ ہم گگول کے قدموں کی چاپ سے اندازاً اس کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے..... میرے ہاتھ پاؤں سرد ہو رہے تھے اور جسم پر لرزہ سا طاری تھا..... تاریکی میں پردوں کی پھڑپھڑاہٹ سی سنائی دی۔
"کون ہے" گڈ چلایا" یا کسی نے میرے سر پر دھول جمائی۔
"چمگادڑ ہے۔ گھبراؤ نہیں۔ چلے چلو" میں نے کہا۔
کوئی پچاس گز چلنے کے بعد سرنگ میں روشنی پھیلنے لگی اور ہم جیسے جیسے آگے بڑھتے گئے روشنی بھی بڑھتی گئی..... یہاں تک کہ ہم ایک کمرے میں کھڑے تھے۔
جس غار یا کمرے میں ہم اس وقت کھڑے تھے وہ کافی فراخ تھا۔ چھت کئی سو فٹ بلند تھی..... اور کمرے میں چاروں طرف سفید سفید ستون قطار اندر قطار چلے گئے تھے..... پہلی نظر میں یہ ستون برف کے بنے ہوئے معلوم ہوئے..... لیکن غور سے دیکھنے پر ہم حیرت زدہ رہ گئے..... آپ نے دیکھا ہوگا کہ پانی بھرے پرانے مٹکوں کی باہری سطح پر سفید سفید کھاد کی تہ جم

جاتی ہے ... بس تو یہ مینار اسی کھار کے بنے ہوئے تھے اور قدرت کی صناعی کا عجیب نمونہ تھے۔

کمرے کی چھت پر جگہ جگہ سوراخ بنے ہوئے تھے جن کے دہانوں پر برف جمی ہوئی تھی۔ ان سوراخوں سے مسلسل بوند بوند پانی ٹپک رہا تھا فرش پر گرنے کے بعد پانی کی بوندیں پتہ نہیں غار کی آب و ہوا یا کسی اور وجہ سے۔ کھار کی صورت اختیار کر لیتی تھی پھر اس پر پانی کی دوسری بوند ٹپکتی اور یہ کھار بن جاتی۔ اور اسی طرح صدیوں سے پانی ٹپک رہا ہوگا اور یہ مینار بنے ہوں گے۔ بعض مینار کافی بلند تھے۔ تقریباً اسی فٹ اور ان کی گولائی بیس فٹ ہوگی۔ بعض مینار چھوٹے تھے اور ان پر بوندیں ٹپک رہی تھیں سالہا سال بعد یہ مینار بھی کافی بلند ہو جائیں گے۔

کئی جگہ پانی کی بوندیں ایک ہی جگہ نہیں گر رہی تھیں۔ ایک بوند گرتی تو دوسری اس سے ہٹ کر اور تیسری پھر اس سے ہٹ کر۔ چنانچہ اس جگہ بجائے مینار کے فرش پر کھار کی سیمابی لکیریں بن گئی تھیں ... اس کمرے کی خوبصورتی کو الفاظ میں بیان کرنا ناممکن ہے۔ کمرے کے چاروں طرف دیواروں میں چٹانیں کاٹ کاٹ کر گڑھا کھود کر ایسے چھوٹے غار بنے ہوئے تھے۔ جیسے کسی عبادت خانے کے حجرے ہوں۔ پتہ نہیں یہ کس مقصد کے تحت بنائے گئے تھے۔ بہر حال یہ حجرے تین ہزار سال پرانے معلوم ہوتے تھے۔

ہم اس خوبصورت کمرے میں زیادہ دیر نہ ٹھہر سکے۔ کیونکہ گوگول جلد از جلد اپنے فرض سے سبکدوش ہونا چاہتی تھی۔ میں یہ جاننے کیلئے بے چین تھا

کہ اس کمرے میں روشنی کہاں سے آتی ہے؟ آیا اس کا انتظام قدرت نے کیا ہے یا انسان نے؟ لیکن میں یہ کہہ کر کہ اس بات کی تحقیق واپسی میں بخوبی ہو سکے گی۔ اپنی اس خواہش کو دبا دیا۔

ہم اپنی بوڑھی راہبر کی معیت میں چلتے رہے یہاں تک کہ ہم ایک اور دروازے پر پہونچے جو مصر کے پرانے مندروں کے صدر دروازے کے ڈھب پر بنا ہوا تھا۔

"سفید انسانو۔ دلوں کو مضبوط کر لو۔ اب ہم موت کے کمرے میں داخل ہو رہے ہیں" گگول نے دروازے کے قریب رک کر کہا۔

"چلو آگے چلو" گڈ غرایا۔ ہمارے دل بری طرح دھڑک رہے تھے اور اور فلادیٹا گڈ کا بازو مضبوط پکڑے پتے کی طرح لرز رہی تھی۔

"معلوم ہوتا ہے اس غار میں کوئی خوفناک چیز ہوگی" ہنری نے کہا۔ "بہر حال ہمیں گھبرانا نہیں چاہئے۔ چلو کوارٹرمین"۔

اور میں آگے ہو لیا...... کھٹ۔ کھٹ۔ گگول اپنی لکڑی ٹیکتی مجھ سے چند قدم آگے چل رہی تھی۔ اور بلند آواز میں کچھ پر اسرار الفاظ بڑبڑا رہی تھی..... گگول کے بڑبڑانے کی وجہ سے میرے دل پر خوف طاری ہو گیا اور میں آگے بڑھنے سے جھجکنے لگا۔

"ارے چلو یار" گڈ نے مجھے ڈھکیلا "چلو ورنہ ہم اپنی چالاک راہبر کو کھو دیں گے۔"

میں دل کڑا کر کے آگے بڑھا..... اور دس گز چلنے کے بعد ایک چالیس فٹ طویل و عریض کمرے میں کھڑا تھا کمرے کے بیچ میں پتھر کی ایک بڑی

کی میز رکھی ہوئی تھی۔ جس کے سرے پر ایک اونچا لمبا سفید سایہ تنہا بیٹھا ہوا تھا۔ اور میز کے چاروں طرف اور بہت سے چھوٹے چھوٹے سفید سائے بے حس و حرکت بیٹھے ہوئے تھے۔ ۔ ۔ ۔ اور میز پر بیچ میں ایک شبیہہ رکھی ہوئی تھی ۔ ۔ ۔ اس کمرے میں پہلے کمرے کی بہ نسبت زیادہ تاریکی تھی۔ چنانچہ جب میری آنکھیں اندھیرے میں دیکھنے کی عادی ہوئیں۔ اور میں نے غور سے میز پر بیٹھی ہوئی بھوری شبیہہ اور اس کے گرد بیٹھے ہوئے سفید سفید مجسموں کو دیکھا تو مارے خوف کے میرے منہ سے چیخ نکل گئی اور میں الٹے قدموں پوری قوت سے بھاگا۔

یقین مانئے میں اتنے "کچے" دل کا نہیں ہوں۔ بھیانک سے بھیانک نظارہ مجھے ایسا حواس باختہ نہیں کرسکتا لیکن میز کے گرد بیٹھے ہوئے مجسموں نے مجھے اس قدر خوفزدہ کردیا تھا کہ اگر ہنری مجھے پکڑ نہ لیتا تو میں انقادوس کے پاس کھڑا ہوتا اور پھر گنج سلیمان کی لالچ بھی دوبارہ مجھے اس کمرے میں نہ لاسکتی۔ ہنری نے مجھے مضبوطی سے پکڑے رکھا۔ اور جب اس کی آنکھیں بھی اندھیرے میں دیکھنے لگیں تو وہ بھونچکا رہ گیا۔ گڈ پر بھی سکتہ سا طاری ہوگیا اور لرزتی ہوئی فلادیتا چیخ کر گڈ سے چمٹ گئی۔

ایک گگول تھی جو اسوقت خوشی سے چلا رہی تھی۔

اس بھیانک منظر کو میں زندگی بھر فراموش نہیں کرسکوں گا۔ ۔ ۔ میز کے سرے پر۔ اپنے ایک ہاتھ میں نیزہ لئے موت بذات خود بیٹھی ہوئی تھی۔ ۔ ۔ یہ چونے کا بنا ہوا ایک سفید مجسمہ تھا۔ ۔ ۔ ہو بہو انسانی ڈھانچہ۔ قریباً پندرہ فٹ بلند ڈھانچے کا ایک ہاتھ بلند تھا جس کی انگلیوں میں نیزہ اٹکا ہوا تھا۔

اس کا دوسرا استخوانی ہاتھ میز پر رکھا ہوا تھا اور کمر میں سے جھکا ہوا یوں معلوم ہوتا تھا جیسے وہ اٹھنے کی کوشش کر رہا ہے... آنکھوں کے کھوکھلے سوراخ جیسے ہم پر مرکوز تھے اس کا نچلا جبڑا ایک انچ کی طرف تھوڑا سا لٹکا ہوا تھا جیسے وہ ہنس رہا ہے۔

"اوہ خدا، رحم کیجئو" میں نے کہا۔

"لیکن وہ کیا چیزیں ہیں" گڈ نے میز کے گرد بیٹھے ہوئے مجسمے کی طرف اشارہ کیا۔

"اور خدا جانے وہ کیا بلا ہے؟" ہنری کا نے میز کے بیچ میں بیٹھے ہوئے مجسمے کی طرف اشارہ کیا۔

"ہی ہی ہی" کمرے کی بھیانک فضا میں گگول کی ہنسی گونجی "جو لوگ موت کے کمرے میں داخل ہوتے ہیں وہ دیوتاؤں کے غضب کی وجہ سے اپنے حواس کھو بیٹھتے ہیں۔"

اور گگول بے تحاشہ ہنسنے لگی۔

"انگوبو" گگول نے ہنسی روک کر کہا "آؤ اور اپنے اس دشمن سے ملو جس کو تمہارے کلہاڑے نے خاک و خون میں لٹا دیا تھا۔"

گگول نے اپنی سوکھی سوکھی انگلیوں سے ہنری کا کوٹ پکڑ لیا اور اسے میز کی طرف لے چلی ہم بھی پیچھے ہو لئے۔

"دیکھو انگوبو۔ غور سے دیکھو" گگول نے میز پر بیٹھے ہوئے بھورے مجسمہ کی طرف اشارہ کیا۔

ہنری نے جھک کر دیکھا.... اور پھر.... لڑکھڑا کر کئی قدم پیچھے ہٹا....

میز پر بالکل برہنہ حالت میں کوکوآنہ کا آخری تاجدار ٹوالہ بیٹھا ہوا تھا......

اس کا کٹا ہوا سر اس کے قدموں کے قریب رکھا ہوا تھا۔ اور اس کا دھڑ اپنی تمام بدصورتیوں کے ساتھ پالتی مارے اکڑ کر بیٹھا ہوا تھا... اس کے دھڑ پر کسی سفید سفید چیز کا خول چڑھا ہوا تھا۔

ٹپ۔ ٹپ ٹپ چھت سے بوند بوند پانی ٹوالہ کے جسم پر ٹپک رہا تھا اور اس پانی کے بوندوں سے ٹوالہ کے جسم پر کہار کی ہلکی ہلکی لکیریں سی بنتی جارہی تھیں.... ٹوالہ کے جسم کو کہار کے مجسمہ میں تبدیل کیا جارہا تھا۔ تاکہ وہ گلنے سڑنے نہ پائے۔

میز کے گرد بیٹھے ہوئے دوسرے مجسمے بھی انسانی اجسام تھے۔ یا کبھی ہونگے اسوقت تو وہ کہار کے مجسمہ بن کر رہ گئے تھے۔ تو یہ تھا وہ طریقہ جس کے ذریعہ کوکوآنہ کے شاہوں کے اجسام محفوظ رکھے جاتے تھے۔ مردہ جسم کو کئی سال تک ٹپکتی ہوئی بوندوں کے نیچے رکھا جاتا ہوگا اور تب جاکر وہ جسم کہار کے مجسمہ کی صورت اختیار کرتا ہوگا۔

ان ممی شدہ لاشوں کی تعداد سولہ تھی۔ اور آخری لاش امبو پایا اگنوسی کے باپ کی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ لاشیں مہمان اور موت کا مجسمہ انکا میزبان ہو کوکوآنہ کا ہر ایک بادشاہ اس جگہ موجود تھا۔ جن میں سے ایک دو تو تقریباً چار سو سال پہلے کے تھے۔

موت کا مجسمہ سب سے زیادہ پرانا تھا اور اگر میں غلطی نہیں کرتا تو یہ مجسمہ بھی اسی مصور کا تراشیدہ تھا جس نے تین خاموش دیوتاؤں کے بت تراشے

تھے ۔ گگول نے بتایا کہ اس مجسمے میں ہڈیوں کی تعداد اتنی ہی ہے جتنی کہ ہم زندہ انسان کے جسموں میں ہوتی ہیں ۔ اور چھوٹی سی چھوٹی ہڈی بھی اس مجسمہ میں موجود تھی ..... معلوم ہوتا ہے موت کے مجسمہ کو دیکھ کر ہی کوکوآنہ کے لوگوں کو اپنے بادشاہوں کے اجسام محفوظ رکھنے کا خیال آیا ہوگا ۔

تو یہ تھا موت کا کمرہ ..... اور یہ تھی سفید موت ۔

سترہواں باب

گنج سلیمان

جبکہ ہم اپنے دلوں سے خوف مٹانے کی کوشش کر رہے تھے گگول اپنے کام انجام دے رہی تھی ..... وہ بڑی پھرتی سے بندریا کی طرح اچھل کر میز پر جا چڑھی اور ٹواله کے سامنے سر جھکا کر کچھ بڑبڑانے لگی .... اس کے بعد وہ موت کے مجسمے کے سامنے جا کھڑی ہوئی اسنے اپنے دونوں ہاتھ بلند کئے ۔ اور کسی ادق زبان میں ۔ جو میری سمجھ سے بالاتر تھی ۔ دعا مانگنے یا خدا جانے ہمارے حق میں بد دعا کرنے لگی

”گگول چلو ہمیں خفیہ کمرے تک لے چلو ۔ جہاں چمکتے پتھر ہیں“ میں نے کہا ۔

وہ میز پر سے کود کر نیچے آئی ۔

”کیوں ۔ ڈر گئے نہ ؟“ وہ ہنسی ۔

”بکواس !“

”بہت اچھا“ اور وہ موت کے مجسمے کے پیچھے ہمیں لے گئی ۔

"یہاں خفیہ کمرہ ہے۔ سفید انسانو مشعل جلاؤ" اور وہ مشعل فرش پر رکھ کر ایک طرف جا کھڑی ہوئی۔

گنتی کی دیا سلائیوں میں سے ایک میں نے جلائی مشعل جلا کر ہم دروازہ تلاش کرنے لگے۔ سامنے چٹان کی دیوار تھی... دروازہ کہیں نظر نہ آیا۔

"یہی خفیہ کمرے کا دروازہ ہے۔ ہی ہی ہی"

"کہاں ہے دروازہ۔ ہمیں بناتی ہے چڑیل" میں غصہ سے چلایا۔

"اطمینان رکھو۔ میرے آقا۔ دیکھو" گگول نے چٹان کی طرف اشارہ کیا۔

گڑگڑاہٹ کی آواز سنائی دی اور دیکھتے ہی دیکھتے چٹان اوپر اٹھنے لگی۔ ہم حیرت سے دیکھنے لگے۔ چٹان آہستہ آہستہ اوپر سے اٹھتی چلی گئی۔ یہانتک کہ چٹان اوپر جا کر کہیں غائب ہو گئی اور ایک دروازہ ظاہر ہوا....

"گنج سلیمان کا دروازہ" میں چلایا اور مارے خوشی کے میری آنکھیں پُر نم ہو گئیں۔

ستاروں کے سفید انسانو آؤ" گگول نے کہا۔ لیکن پہلے میری چند باتیں سن لو۔ اس کمرے میں تم جن چمکتے پتھروں کو دیکھو گے وہ اس جگہ سے کھود کر نکالے گئے ہیں۔ جہاں کہ خاموش دیوتا بیٹھے ہوئے ہیں.... یہ میں نہیں جانتی کہ ان پتھروں کو کن لوگوں نے کھود کر نکالا اور یہاں لا کر جمع کر دیئے... لیکن اتنا جانتی ہوں کہ وہ لوگ کسی وجہ سے بڑی افراتفری میں اس خزانے کو چھوڑ کر کسی طرف چلے گئے اور اس کمرے کا اور اس کے دروازہ کا راز بھی اپنے ساتھ لیتے گئے.... کسی کو اس کمرے کا پتہ نہیں تھا۔ یہانتک کہ ایک سفید انسان۔ جو اتفاقاً ستاروں کی دنیا سے

آیا تھا۔ اسی جگہ آیا۔ اور کوکوآنہ کے اس بادشاہ نے اس کا استقبال کیا

" اور گگول نے میز کے گرد بیٹھی ہوئی ممیوں میں پانچویں ممی کی طرف اشارہ کیا۔ چنانچہ یوں ہوا کہ ایک عورت نے اس کمرے کا اور خفیہ دروازے کا راز کسی طرح سے حاصل کر لیا۔ اور وہ سفید انسان اس عورت کو ساتھ لیکر اس کمرے میں داخل ہوا... اسے چمکتے پتھر مل گئے۔ ان پتھروں کو اس نے ایک چمڑے کی تھیلی میں بھر لیا۔ یہ اس تھیلی میں عورت کھانا لیکر آئی تھی... جب تھیلی بالکل بھر گئی تو اس سفید انسان نے ایک بڑا سا پتھر اپنے ہاتھ میں اٹھایا" گگول سانس لینے کے لئے رکی۔

" اچھا تو پھر۔ اس کے بعد غریب سلواسٹا پر کیا گزری " میں نے بڑی دلچسپی سے پوچھا۔

گگول اچھل پڑی" میں تمہیں اس کا نام کیسے معلوم ہوا؟ اسے مرے تو پشتیں گزر گئیں؟" اور پھر جواب کا انتظار کئے بغیر کہنے لگی" کوئی نہیں جانتا کہ پھر کیا ہوا۔ وہ سفید انسان کسی چیز سے خوفزدہ ہو گیا۔ اس نے تھیلی کو وہیں پھینکا اور جان بچا کر باہر نکل آیا.... جب وہ باہر آیا تو اس کے ہاتھ میں وہ پتھر تھا جسے اس نے آخر میں اٹھایا تھا۔ اس پتھر کو بادشاہ وقت نے سفید انسان سے چھین لیا۔ اور یہی وہ پتھر ہے جو اس وقت اگنوسی کی پیشانی پر چمک رہا ہے "

" تو کیا اس کے بعد کوئی بھی شخص اس کمرے میں داخل نہیں ہوا؟" میں نے اندھیرے کمرے میں جھانکتے ہوئے کہا۔

"نہیں کوئی بھی نہیں۔ بادشاہ دروازہ کھولنے کی ترکیب جانتے تھے۔
لیکن خفیہ کمرے میں کبھی داخل نہیں ہوئے۔ کہتے ہیں جو بھی اس کمرے میں
داخل ہوتا ہے ایک ہی رات میں مرجاتا ہے... جیساکہ وہ سفید انسان مرگیا
جس کی اکڑی ہوئی لاش کو تم نے پہاڑوں میں دیکھا ہے۔ ہی ہی ہا۔ میری
ہر بات سچ ہوتی ہے۔"

اس چڑیل کو اس بات کا کیسے پتہ چلا؟" میں نے حیرانی سے سوچا۔
چلئے میرے آقا... میری باتیں سچ ہوتی ہیں۔ آپ اس کمرے میں ہیروں
سے بھری ایک تھیلی فرش پر پڑی پائیں گے۔ اور میری یہ بات بھی سچ ثابت ہوگی
کہ جو بھی اس کمرے میں داخل ہوتا ہے۔ موت اسے اپنے آہنی پنجوں میں دبوچ
لیتی ہے۔ ہی ہی ہی"۔

وہ اپنے ہاتھ میں مشعل اٹھائے دروازے میں گھس گئی۔ اور میں یہ کہنے
میں ذرا بھی جھجک محسوس نہیں کرتا کہ ایک بار پھر میں آگے بڑھنے سے جھجکنے لگا۔
"اونھ۔ میں اس چڑیل کی دھمکیوں میں آنے والا نہیں" گڈ نے کہا اور
فلاویٹا کو ساتھ لئے دروازے میں داخل ہوگیا۔ میں نے اور سنہری نے اسکی
تقلید کی۔

ہم بہت ہی تنگ و تاریک سرنگ سے گذر رہے تھے۔ گگول ہم سے بہت
آگے تھی۔ چنانچہ وہ ایک جگہ رک کر ہمارا انتظار کرنے لگی۔ ہم گگول کے قریب
پہنچ گئے۔ یہاں سرنگ کے کناروں پر بڑے بڑے پتھر اس طرح سے
رکھے ہوئے تھے کہ اگر کوئی اس کمرے میں داخل ہونے کی کوشش کرے تو

بڑی آسانی سے ان پتھروں کو اس پر لڑھکایا جا سکے ... یہاں پہونچکر فلاویٹا نے کہا اب اس میں آگے جانے کی ہمت نہیں ہے۔ چنانچہ ہم نے اسے وہیں ایک پتھر پر بٹھا کر کھانے کی ٹوکری اس کے قریب رکھ دی۔

کوئی پندرہ گز چلنے کے بعد ہم لکڑی کے بنے ہوئے ایک ایسے دروازے کے سامنے پہونچے جس پر رنگین نقش و نگار بنے ہوئے تھے۔ یہ دروازہ بالکل چوپٹ کھلا ہوا تھا۔ جیسے کوئی اسے کھلا چھوڑ کر بڑی افراتفری میں بھاگا ہو بابند کرنا بھول گیا ہے۔ دروازے کی دہلیز پر کھال کی ایک تھیلی پڑی ہوئی تھی جس میں معلوم ہوتا تھا کہ کوئی چیز ٹھونس ٹھونس کر بھری گئی ہے۔

"ہی ہی ہی ہاہاہا" گگول نے مشعل کی روشنی تھیلی پر ڈالتے ہوئے بھیانک قہقہہ بلند کیا "میں نے کیا کہا تھا۔ دیکھو پہلے آنے والا سفید انسان اس تھیلی کو پھینک کر بھاگا تھا۔

"خدا کی قسم یہ تھیلی ضرور ہیروں سے بھری ہوئی ہے"۔ گڈ نے کہا۔

"چلو بھئی آگے" ہنری نے کہا "بڑھیا لاؤ مشعل مجھے دو" ہنری نے گگول سے مشعل لی اور آگے بڑھ گیا۔ اور ہم خزانے کے خفیہ کمرے میں تھے۔

مشعل کی اندھی روشنی میں میں نے کمرے کا جائزہ لیا۔ دوسرے کمروں کی طرح یہ کمرہ بھی چٹان کاٹ کر بنایا گیا تھا اس کا طول و عرض دس فٹ تھا ... میری نظر چھت کی طرف اٹھ گئی ... اور وہاں قطار اندر قطار ہاتھیوں کی سونڈیں مع ہاتھی دانت کے لٹک رہی تھیں ... انکی تعداد کا اندازہ لگانا مشکل تھا ... جتنی سونڈیں ہم دیکھ رہے تھے ان کی تعداد چار سو سے کسی

صورت میں کم نہ ہوگی۔ اور اتنے ہی ہاتھی دانت ایک شخص کو زندگی بھر کے لئے امیر ترین شخص بنانے کے لئے کافی تھے۔

دروازے کے بالکل سامنے دیوار سے لگے ہوئے چند چوبی صندوق ترتیب سے اوپر تلے رکھے ہوئے تھے۔

"ہنری مشعل یہاں لاؤ۔ یہ صندوق ہیروں سے بھرے ہوں گے" میں چلایا۔

ہنری مشعل لے آیا۔ سب سے اوپری صندوق کا ڈھکن زمانے کی دست برد سے خستہ ہو گیا تھا ڈھکن کے اوپر لوہے کا ایک حلقہ لگا ہوا تھا۔ میں نے حلقہ میں ہاتھ ڈال کر صندوق کھولا... صندوق ہیروں سے تو نہیں لیکن سونے کے ٹکڑوں سے لبالب بھرا ہوا تھا جن پر عبرانی زبان میں کوئی عبارت کندہ تھی۔

"بہرحال ہم خالی ہاتھ نہیں جائیں گے" میں نے ایک سکہ اٹھاتے ہوئے کہا۔

ایک صندوق میں ہزار سکے تو ہوں گے اور صندوقوں کی تعداد اٹھارہ تھی۔

"بس یہی خزانہ ہے؟ معلوم ہوتا ہے ہیرے تمام کے تمام سلواسٹا نے اپنی تھیلی میں بھر لئے ہیں" گڈ نے کہا۔

"میرے آقا اس کونے میں دیکھیں۔" گگول نے ایک طرف اشارہ کیا۔ "ادھر تین پتھر کے صندوق اور ہیں شاید وہاں آپکی مراد بر آئے۔ دو صندوقوں پر مہر لگی ہوئی ہے لیکن ایک صندوق کھلا ہے۔"

میں گگول سے یہ پوچھے بغیر نہ رہ سکا کہ جبکہ کوئی شخص آج تک اس کمرے میں داخل نہیں ہوا تو پھر اسے ان تفصیلات کا پتہ کیسے چلا۔

"میکومزن" گگول نے کہا۔ بعض آنکھوں میں اتنی قوت ہوتی ہے کہ وہ پتھر

موٹے پتھروں کے آر پار بھی دیکھ سکتی ہیں۔"

"ہنری ذرا دیکھنا تو اس کونے میں کیا ہے؟" میں نے گگول کی بتائی ہوئی جگہ کی طرف اشارہ کیا۔

"ارے یہاں آؤ" ہنری چلایا۔

ہم دوڑ کر اس جگہ پہونچے قد آدم پتھر رکھ کر ایک کونے کو بڑے کمرے سے الگ کر دیا گیا تھا۔ اور اس چھوٹے سے کمرے میں تین تین فٹ لمبے تین پتھر کے صندوق رکھے ہوئے تھے۔ دو صندوقوں پر سیسہ کی مہر لگی ہوئی تھی۔ تیسرے صندوق کی مہر اس کے قریب ٹوٹی پڑی تھی اور وہ کھلا ہوا تھا۔

"دیکھو" ہنری نے کھلے ہوئے صندوق پر مشعل جھکائی۔ اور میری آنکھیں چوندھیا گئیں...... صندوق غیر تراشیدہ ہیروں سے بھرا ہوا تھا۔ مجھے کسی صورت یقین نہیں آتا تھا کہ یہ ہیرے ہیں۔ میں نے مٹھی بھر ہیرے اٹھائے......

جی ہاں وہ ہیرے تھے۔ اصلی اور قیمتی۔

"خدا کی قسم۔ ہم دنیا کے امیر ترین انسان ہیں" اور میں دیوانہ وار قہقہے لگانے لگا۔

"تمام بازار میں ہماری وجہ سے ہیروں کا سیلاب آجائیگا" گڈ نے کہا۔

"باتیں پھر ہوتی رہیں گی۔ پہلے ہیروں کو کسی چیز میں بھر لو" ہنری نے کہا۔

لیکن ہم ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ہم بہت بڑا گناہ کر رہے تھے۔ جیسے مقدس عبادت خانے سے ہم کوئی چیز چرا رہے ہوں۔ ہیروں کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے دل لرزتا تھا۔

"ہی ہی ہی" ہماری پشت سے گگول کی ہنسی سنائی دی" جتنے لے سکتے ہو لے لو..... انہیں کھاؤ انہیں پیو"۔

ہیروں کو کھانے اور پینے کی بات اتنی مضحکہ خیز نہیں تھی۔ لیکن میں ہنستے ہنستے لوٹ گیا۔ ہنری اور گڈ نے بھی میرا ساتھ دیا۔ اور یہ خوشی تھی اس بات کی کہ ہم نے اس خزانے کو پالیا تھا جس کے لئے کئی آدمیوں کی جانیں گئی تھیں..... صندوقوں پر مہر نہ تو حضرت سلیمان کی تھی نہ حضرت داؤد کی۔ ان نبیوں سے پہلے کے کسی بادشاہ نے خزانہ کو یہاں رکھا ہوگا۔ اور اس خزانے کو جسے نہ تو حضرت داؤد پاسکے اور نہ حضرت سلیمان اس کو ہم نے پالیا تھا۔

کچھ دیر بعد ہنسی کا دورہ گزر گیا۔

"سفید انسانو۔ دوسرے صندوق کھولو۔ اس میں بھی چمکتے پتھر ہوں گے" گگول نے کہا۔

ہم نے دوسرے دو صندوقوں کی مہریں توڑیں۔ دوسرا صندوق بھی ہیروں سے لبالب بھرا ہوا تھا۔ تیسرے صندوق میں ہیرے نسبتاً کم تھے لیکن یہ سب ہیرے بڑے بڑے اور سنہری مائل تھے..... خزانے کے پیچھے ہم گگول کو بھول گئے۔ وہ آہستہ آہستہ کھسکتی ہوئی خفیہ کمرے سے باہر نکل گئی..... اور ہمیں پتہ بھی نہ چلا۔

دفعتاً فلاؤ یٹا کی مسلسل چیخیں سنائی دیں۔

"باگون۔ باگون۔ دوڑو۔ جلدی آؤ..... خفیہ دروازہ بند ہو رہا ہے۔

"ارے چھوڑ دے مجھے... میں کہتی ہوں ہٹ جا لڑکی" گگول کی آواز سنائی دی "ارے چھوڑ مجھے.... نہیں چھوڑتی.... تو یہ لے" اور فلاڈیٹا کی چیخ نے ہمارے دل ہلا دیئے۔

"باگون جلدی آؤ... آہ.... باگون.... گگول نے میرے سینے میں خنجر بھونک دیا... آہ"۔

ہم سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر بے تحاشہ خفیہ دروازے کی طرف بھاگے... اور وہاں پہونچکر دیکھا کہ خفیہ دروازہ آہستہ آہستہ بند ہو رہا تھا اور یوں کہیئے کہ بند ہونے کے قریب تھا۔ دروازہ زمین سے تین فٹ سے بھی کم اوپر تھا... اور اس کے قریب گگول اور فلاڈیٹا گتھم گتھا ہو رہے تھے... فلاڈیٹا کے سینہ سے خون بہہ رہا تھا لیکن پھر بھی یہ بہادر لڑکی گگول کو مضبوطی سے پکڑے تھی۔ اور گگول جنگلی بلی کی طرح اس کا منہ نوچے ڈالتی تھی جب ہم وہاں پہونچے تو فلاڈیٹا کی طاقت جواب دے چکی تھی۔ وہ دھڑام سے گری.... گگول اپنے آپ کو چھڑا کر بند ہوتے ہوئے دروازے کے نیچے رینگ گئی.... لیکن وقت گذر چکا تھا۔ ابھی گگول کا نصف جسم دروازے ہی کے نیچے تھا کہ بھاری چٹان نے اسے دبانا شروع کیا.... گگول نے بھیانک طور پر مسلسل چیخنا شروع کیا.... نیس ٹن کی بھاری چٹان گگول کی سوکھی ہڈیوں کو کچلتی ہوئی نیچے سرکنے لگی.... نیچے اور نیچے.... "کچر ررر" کی آواز کے ساتھ گگول کے منہ سے آخری بار چیخ نکلی.... دروازہ بند ہو گیا.... گگول اس کے نیچے دب کر رہ گئی۔

اور یہ سب کچھ چار سکنڈ میں ہوا۔

اب ہم فلادیٹا کی طرف متوجہ ہوئے۔ ایک خنجر دستہ تک اس کے سینہ میں پیوست تھا اور وہ آخری سانسیں لے رہی تھی۔ "آہ۔ باگون۔ میں مر رہی ہوں" فلادیٹا نے کراہتے ہوئے کہا۔ "گگول چپکے سے خفیہ دروازے سے باہر نکل گئی۔ اس وقت میری آنکھ لگ گئی تھی۔ اس لئے مجھے پتہ بھی نہ چلا.... بند ہوتے ہوئے دروازے کی گڑگڑاہٹ سے میری آنکھ کھل گئی۔ اسی وقت گگول واپس اندر آ کر جانے کیا تلاش کرنے لگی۔ میں نے اسے دبوچ لیا.... اور اس نے میرے سینہ میں خنجر اُتار دیا۔ آہ باگون میں مر رہی ہوں۔"

"فلادیٹا۔ میری پیاری" گڈ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ اس نے جھک کر خون آلود فلادیٹا کو اپنے سینہ سے چمٹا لیا اور بے تحاشہ اسکا منہ چومنے لگا۔

"باگون" فلادیٹا نے کہا "میکومیزن کہاں ہیں؟ میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا رہا ہے"۔

"میں تمہارے قریب ہی ہوں فلادیٹا" میں نے کہا۔

"میکومیزن۔ آپ میری باتوں کا مطلب باگون کو سمجھاتے جائیں۔ وہ میری زبان سمجھ نہیں سکتے اور میں مرنے سے پہلے بہت کچھ کہنا چاہتی ہوں۔"

"کہو فلادیٹا"

"میرے آقا باگون سے کہو کہ میں ان سے محبت کرتی تھی۔ بے پناہ محبت لیکن میں آج تک اس محبت کو چھپاتی رہی۔ لیکن اب جبکہ میں مر رہی ہوں تو میں چاہتی ہوں کہ وہ میری محبت سے آگاہ ہو جائیں۔ موت کا مجھے کوئی غم

نہیں.... کیونکہ میں جانتی تھی کہ باگون کبھی مجھے اپنی بیوی بنانا پسند نہ کرتے روشنی اور تاریکی اور سفید و سیاہ کا کبھی ملاپ نہیں ہوا۔"

"آہ فلاویٹا۔ خدا کی قسم میں ضرور تجھے اپنی بیوی بناتا.... آہ تو نے پہلے مجھ سے کیوں نہ کہا" گڈ اپنے بال نوچنے لگا۔

"بس۔ بس باگون اب میں بڑے اطمینان سے مروں گی.... میرا جسم چاہے فنا ہو جائے لیکن میری روح ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی.... میرا دل جو تمہاری محبت سے لبریز ہے وہ کبھی فنا نہیں ہو گا.... اگر مجھے دوبارہ زندگی عطا ہوئی تو میں ستاروں کی دنیا میں تمہیں پا لوں گی۔ میکومیزن باگون سے کہو کہ اسی کی محبت دل میں لئے زندہ تھی اور اسی کی محبت لئے دنیا سے جا رہی ہوں.... آہ.... آہ"

فلاویٹا نے ہچکی لی اور اس کا سر ایک طرف ڈھلک گیا.... گڈ بچوں کی طرح بے تحاشہ رونے لگا۔

"گڈ۔ اس لڑکی کی موت کا بہت زیادہ افسوس نہ کرو" ہنری نے کہا
"کیا مطلب؟" گڈ غصہ سے ہنری کی طرف گھوم گیا۔

"تم جلد ہی اس سے جا ملو گے.... دیکھتے نہیں میرے بھائی۔ ہم لوگ زندہ دفن کئے جا چکے ہیں؟۔"

فلاویٹا کی موت کی وجہ سے ہم اپنی حالت کو فراموش کر گئے تھے لیکن جب ہنری نے یہ الفاظ کہے تو میں اور گڈ پاگلوں کی طرح اِدھر اُدھر بے مقصد بھاگنے لگے.... اور اب ہمیں پتہ چلا کہ گوگل نے یہ اسکیم پہلے سے تیار کر رکھی تھی

... شروع ہی سے وہ ہم تینوں سے شدید نفرت کرتی تھی اور موقع کی منتظر تھی
... اور ہم نے اپنی حماقت سے اسے بڑا ہی نادر موقع دیا... اس کی شیطانی
خواہش کے مطابق اب بھوک اور پیاس سے ہم تڑپ تڑپ کر جان دینگے
کمبخت خود تو مری ساتھ ہی ہمارہیں بھی لے ڈوبی... اور اب اس کے الفاظ
میرے کانوں میں گونجنے لگے "سفید انسانو چمکتے پتھر کھاؤ۔ انہیں پیو۔"
شاید سلواسٹا کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی واقعہ پیش آیا ہوگا۔ جبکی وجہ
سے وہ اپنی جان لیکر بھاگا ہوگا۔

"یوں بیکار بھاگ دوڑ سے کچھ نہیں ہوگا" ہنری نے کہا "جب تک
مشعل جل رہی ہے ہمیں وہ کل تلاش کرنی چاہئے جس سے کہ خفیہ دروازہ
کھلتا ہے۔"

ہم نے دھواں پھیلاتی ہوئی مشعل کی روشنی میں فرش اور چٹانی دیواروں
کو ٹٹولنا شروع کیا... کافی وقت گذر گیا لیکن کوئی کل نہ ملی۔

"ہنری مجھے یقین ہے کہ دروازہ صرف باہر ہی سے کھولا اور بند کیا جا سکتا
ہے۔ اگر اس کی کوئی کل یہاں اندر بھی ہوتی تو گگول دروازے کے نیچے کبھی
گھسنی" میں نے مایوسی سے کہا۔

"بہر حال ہنری ہلکی ہلکی سی ہنسا" بدلہ برابر کا رہا... گگول کی موت بھی
اتنی ہی تکلیف دہ ہوئی جتنی کہ شاید ہماری ہوگی.... ان موٹی چٹانوں
سے سر ٹکرانا بیکار ہے۔ آؤ واپس خزانے کے کمرے میں چلیں۔"

فلاوٹیا کے قریب رکھی ہوئی کھانے کی ٹوکری لیکر ہم خفیہ کمرے میں آگئے

کچھ دیر بعد گڈ اٹھا اور فلاؤیٹا کی لاش اٹھا لایا... اس نے لاش کو صندوقوں کے قریب رکھ دیا۔ اور ہم تینوں اس لاش کے پاس ہیروں سے لبالب بھرے ہوئے صندوقوں سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔

"میرا خیال ہے ہم آپس میں کھانا تقسیم کرلیں... تاکہ تھوڑا تھوڑا کھا کر جتنے دن ممکن ہو چلا سکیں" ہنری نے کہا۔

کھانا تقسیم کیا گیا۔ ہر ایک کے حصہ میں صرف چار وقت کا کھانا آیا... جو اگر تھوڑا تھوڑا کھایا جائے تو ہم اس کے سہارے زیادہ سے زیادہ چار دن زندہ رہ سکتے تھے... اس کے علاوہ تھوڑا سا پانی بھی ساتھ تھا۔

"کل نہیں تو پرسوں ہمیں مرنا تو ہے ہی۔ اس لئے آج زندہ رہنے کے لئے تھوڑا سا کھالیں" ہنری نے کہا۔

ہم نے دو ایک لقمے کھا کر ایک ایک گھونٹ پانی پیا.... بدن میں کچھ طاقت آتی محسوس ہوئی۔ تو ہم اٹھ کر ابھی اس چٹانی قبر کی دیواروں کو بغور دیکھنے لگے اس امید میں کہ شاید کوئی راستہ یا کوئی خفیہ دروازہ مل جائے... بار بار دیواروں اور فرش کو بجاتے کہ کہیں کھوکھلا بجتا ہے؟۔

لیکن یہ تمام کوششیں بیکار ثابت ہوئیں... مشعل کی روشنی کم ہونے لگی...... اور ساتھ ہی ہماری ہمت کوچ کر گئی۔ اور مایوسی نے اپنے پنجے ہمارے دلوں میں پھر گاڑ دیئے۔

"کوارٹرمین کیا بجا ہے اس وقت" ہنری نے پوچھا۔

میں نے جیبی گھڑی نکالی۔ چھ بج چکے تھے۔ اور ہم گیارہ بجے غار میں داخل ہوئے تھے

"انفادوس ہمارا منتظر ہوگا" میں نے تنکے کا سہارا لیتے ہوئے کہا "ہم صبح تک اس کے پاس نہ جائیں گے تو وہ ضرور ہماری تلاش کریگا اور ...."

"اور اس کی تلاش بے نتیجہ رہے گی... انفادوس۔ اور انفادوس ہی کیا کوکوآنہ کا کوئی بھی فرد خفیہ دروازے کا راستہ نہیں جانتا۔ ایک گگول جانتی تھی سو اس کی ہڈیاں اسی دروازے کے نیچے سرمہ ہوئی پڑی ہیں... اور فرض کرو کہ انفادوس کسی طرح سے خفیہ دروازے تک پہونچ بھی گیا تو اسے دروازہ کھولنے کی ترکیب معلوم نہیں۔ اور یہ چٹان اس قدر موٹی ہے کہ کوکوآنہ کی تمام فوج مل کر بھی اسے توڑ نہیں سکے گی بہتر یہی ہے کہ خدا پر بھروسہ رکھا جائے.. دوستو اس خزانے کے پیچھے بہت سی جانیں گئی ہیں اور ہم انکی تعداد میں تین کا اور اضافہ کردیں گے" ہنری نے بڑی مایوس کن باتیں کہیں۔

مشعل کی روشنی کم ہوگئی.... پھر وہ بھڑکی۔

اور مشعل نے آنکھیں موندنے سے پہلے آخری بار اپنی شعلہ بار آنکھ سے فلاڈیٹا کی لاش۔ خزانے کے کمرے چھت سے لٹکتی ہوئی سونڈوں۔ ہیروں سے بھرے ہوئے صندوقوں اور تین زندہ درگور انسانوں کو دیکھا.... اور پھر اس نے ہمیشہ کے لئے اپنی آنکھ بند کرلی۔

کمرے میں گھور اندھیرا چھا گیا...... اور اس اندھیرے میں مجھے موت کے پروں کی پھڑپھڑاہٹ سنائی دی۔

اٹھارہواں باب

ناامیدی

کہتے ہیں کہ نیند سولی پر بھی آجاتی ہے۔ چنانچہ اس رات بھی مجھے گھڑی بھر کے لئے نیند آگئی۔ اور اس نیند نے گھڑی بھر کیلئے خوف وہراس سے مجھے آزاد کر دیا۔ لیکن زیادہ دیر تک سونا دشوار تھا۔ چنانچہ کچھ ہی دیر بعد میری آنکھ کھل گئی۔ گڈ اور ہنری بدستور جاگ رہے تھے اور خفیہ کمرے میں وہ بھیانک رات ہم نے کس حالت میں گزاری؛ اسے الفاظ بیان کرنے سے قاصر ہیں۔

اسوقت جس حالت میں ہم تھے۔ اس حالت میں بڑے بڑے سورما کا بھی پتہ پانی ہو جاتا۔ جیسے جیسے وقت گذرتا موت کا بیرحم سرد ہاتھ ہماری طرف بڑھتا محسوس ہوتا۔ اور ان سب پر مستزاد وہ مکمل خاموشی تھی جو موت سے بھی زیادہ دہشتناک ہوتی ہے۔ اس خاموشی کا اندازہ۔ جو خفیہ کمرے میں چھائی ہوئی تھی کوئی مشکل ہی سے لگا سکتا ہے۔

باہر کی دنیا میں بھی رات کو خاموشی طاری ہوتی ہے۔ لیکن وقتاً فوقتاً کوئی نہ کوئی آواز اس خاموشی کی چادر کو چاک کر دیتی ہے۔ وہ آواز کتنی ہی کمزور اور غیر اہم کیوں نہ ہو پھر بھی وہ زندگی کا احساس دلاتی ہے۔۔ لیکن یہاں اس قبر میں ایسی کوئی آواز نہ تھی۔۔۔ ہم دنیا سے بالکل الگ تھلگ ایک قبر میں دفن تھے۔ اور ہمارے سروں پر۔ ہزاروں فٹ کی بلندی پر پہاڑ کی

برف پوش چوٹی پر ٹھنڈی حیات بخش ہوا اٹھکھیلیاں کر رہی ہوگی۔ لیکن ہم اس سے محروم تھے..... یہاں تک کہ ایک پانچ فٹ لمبی چٹان نے ہمیں "موت کے کمرے" سے بھی جدا کر دیا تھا۔ اور اگر ہم اس کمرے میں بھی ہوتے تو کوئی خاص فرق نہ پڑتا..... ان موٹی موٹی چٹانوں کی وجہ سے باہر کی دنیا کی کوئی آواز ہم تک نہیں پہونچ سکتی تھی۔ اگر زمین و آسمان آپس میں ٹکرا جاتے اور دنیا میں آواز دل کا طوفان آجاتا تب بھی ہمیں پتہ نہ چلتا۔ اگر اس وقت واقعی قیامت آجاتی اور اسرافیل اپنا صور پھونکتے۔ تو شاید ہم صور کی آواز بھی نہ سن سکتے..... ہم ہر طرح کی دنیاوی آوازوں سے بہرے ہو گئے تھے یا بہرے بنا دیئے گئے تھے ... اور اسوقت حقیقت میں ہم مردوں کے مثل تھے۔

اور پھر حالات کی بھرپور طنز بھی دلوں پر نشتر زنی کر رہی تھی.....

ہمارے پاس اسوقت اتنا بڑا خزانہ تھا کہ ہم اس کے ذریعہ ایک دنیا کے افلاس کو دور کر سکتے تھے یا دنیا کا عظیم ترین جنگی بیڑا تیار کر سکتے تھے..... لیکن اب یہ دولت ہمارے کسی کام کی نہیں۔ رہائی کی موہوم سی امید پر ہم اس خزانے سے دستبردار ہونے کو تیار تھے..... ہمیں یقین تھا کہ تھوڑے ہی سے وقفہ کے بعد ایسا وقت آئیگا جبکہ ہم ایک ٹکڑا روٹی اور چند گھونٹ پانی کے لئے اسی خزانے کو بخوشی کسی کو بخشنے کے لئے تیار ہو جائیں گے اور سب سے آخر میں ہم اس خزانے کے بجائے موت کی خواہش کریں گے کہ وہ آکر ہماری تمام تکالیف کا خاتمہ کر دے۔

انہیں خیالات میں رات بیت گئی۔

"کواٹرمین!" ہنری کی آواز اس خاموشی میں عجیب معلوم ہوئی "تمہاری ڈبیا

میں دیا سلائی کی کتنی تیلیاں باقی ہیں"۔

"صرف آٹھ" میں نے گن کر کہا۔

"اچھا۔ ایک جلا کر دیکھو تو کتنے بجے ہیں اس وقت"

میں نے دیا سلائی جلائی۔ اور اس کی کمزور سی روشنی نے اس تاریکی میں ہماری آنکھیں چوندھیا دیں... میری گھڑی پانچ بجا رہی تھی۔ ہمارے سروں پر بہت اونچے اسوقت پہاڑ کی برف پوش چوٹیوں پر سہانی پو پھٹ رہی ہوگی اور تاریکی اپنا دامن سمیٹ رہی ہوگی.....

"قوت برقرار رکھنے کیلئے میرا خیال ہے ہم تھوڑا سا کھانا کھا لیں" میں نے کہا۔

"کیا فائدہ" گڈ نے کہا "جتنی جلدی موت آکر ہمیں اس مصیبت سے چھٹکارا دلائے اچھا ہے۔"

"جبتک سانس تب تک آس" ہنری نے کہا۔

تھوڑا سا کھانا کھایا۔ اور چند گھونٹ پانی پی کر ہم خاموشی سے بیٹھے رہے۔

"دروازے کے قریب پہونچ کر آوازیں دینی چاہئیں" ہنری نے رائے دی "ممکن ہے ہماری آواز باہر تک پہونچ جائے۔"

گڈ اٹھا۔ دروازے کے قریب جا کر اس نے انفادوس انفادوس پکارنا شروع کیا..... اس کی آواز اتنی بلند تھی کہ مُردے بھی قبر سے ہڑبڑا کر نکل آئیں۔ مگر گڈ کی اس آواز کا یہاں مچھر کی بھنبھناہٹ جتنا بھی اثر نہ ہوا۔ کچھ دیر بعد وہ پیاس سے نڈھال ہو کر واپس لوٹ آیا... آوازیں

دیئے کا عمل ہم نے بند کر دیا۔ اس طرح سے ہمارے پانی کے چھوٹے سے ذخیرہ پر بہت بڑا اثر ہوتا تھا۔

ہم پھر بے مصرف ہیروں کی صندوقوں سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے ..... اپنے بہت سے ہیرے لیکن ہمارے لئے بالکل ہی بیکار۔ قسمت نے ہم پر کاری ضرب لگائی تھی..... میری تمام امیدوں کے محل اڑڑ دھم سے آ رہے تھے۔ ہنری کے چوڑے چکلے شانے پر سر رکھ کر دفعتاً میں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ گڈ کی بھی ہچکیوں کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

لیکن وہ تنومند شخص ہنری کتنی مستقل طبیعت کا مالک تھا۔ اس وقت ہم دو خوف زدہ بچوں کی طرح تھے اور وہ ایک شفیق ماں کی طرح ہمیں دلاسا دے رہا تھا ہنری بھی انہیں مصیبتوں میں گھرا ہوا تھا جن میں کہ ہم تھے۔ مگر اپنی تمام مصیبتوں کو بھول کر وہ ہمیں ڈھارس بندھا رہا تھا۔ وہ ہمیں ان لوگوں کے قصہ سنا رہا تھا جو ہم سے بھی زیادہ مصیبتوں میں گرفتار تھے۔ ان لوگوں نے ہمت کا دامن نہیں چھوڑا اور انکی تمام مصیبتیں کچے تاگے کی طرح ٹوٹ گئیں... لیکن ان قصوں کا ہم پر کچھ اثر نہ ہوا تو ہنری نے کہا۔ کہ بہت جلد موت ہماری تمام تکالیف کا خاتمہ کر دیگی۔ اور پھر اس نے ایک جداگانہ بات کہی جسے وہ پہلے بھی کئی مرتبہ دہرا چکا تھا یعنی ہم اپنے آپ کو خدا کی مرضی پر چھوڑ دیں۔

اور جس طرح سے رات گذری تھی اسی طرح سے دن بھی گذر گیا۔

میں نے دیا سلائی جلائی۔ سات بج چکے تھے اور اس جگہ اس قدر تاریکی چھائی رہتی تھی کہ رات اور دن میں تمیز کرنا ناممکن تھا۔ ہم نے ایک مرتبہ

پھر کھانا کھا کر پانی پیا...... اور اچانک مجھے ایک خیال آیا۔

"کیا وجہ ہے کہ اس کمرے کی ہوا ہمیشہ تازہ رہتی ہے؟" میں نے کہا

"اس میں کوئی شک نہیں، کہ ہوا بھاری ضرور ہے لیکن تازہ ہے"۔

"او خدا" گڈ نے چونک کر کہا۔ "تم ٹھیک کہتے ہو کوارٹرمین۔ ان بھاری پتھروں کو چیر کر تو ہوا اندر آ نہیں سکتی۔ اگر اس جگہ ہوا کی آمد و رفت نہ ہوتی تو جب ہم یہاں داخل ہوئے ہیں اسی وقت ہمارا دم گھٹ گیا ہوتا.....

آؤ تلاش کریں کہ ہوا کہاں سے آتی ہے۔ ممکن ہے کوئی راہ نکل آئے۔"

ہم چوپایوں کی طرح ہاتھوں اور پیروں پر رینگتے ہوئے ہوا کی آمد و رفت کی جگہ تلاش کرنے لگے..... ٹٹولتے ٹٹولتے میرا ہاتھ کسی ٹھنڈی چیز پر جا پڑا..... میں ہڑبڑا کر پیچھے ہٹا... یہ غریب فولاویٹا کا چہرہ تھا۔

ایک گھنٹہ کے بعد میں اور ہنری تو تھک ہار کر بیٹھ گئے۔ مگر گڈ یہ کہتے ہوئے کہ بیکار بیٹھے رہنے سے کچھ کرتے رہنا بہتر ہے بڑی سرگرمی سے کام میں جُٹا رہا۔

"میں نے کہا ذرا یہاں تو آنا" گڈ نے پُر امید آواز میں کہا۔

ہم بجلی کی سی تیزی سے اس کے پاس پہونچے۔

"کوارٹرمین اپنا ہاتھ لاؤ۔ یہاں رکھو..... ہاں اب تم کو کچھ محسوس ہوتا ہے؟"

"ہاں۔ ہوا اوپر آرہی ہے" میں نے کہا۔

"اچھا تو سنو" اور گڈ نے کھڑے ہو کر اپنا پیر زور سے فرش پر پٹخا.....

ہمارے دلوں میں امید کا چراغ جل اٹھا..... اس جگہ کھوکھلی آواز آرہی تھی۔

کانپتے ہاتھوں سے میں نے بچی ہوئی تین دیاسلائیوں میں سے ایک جلائی.... ہم کمرے کے ایک کونے میں کھڑے ہوئے تھے۔ دیاسلائی کی روشنی میں ہم نے اس جگہ کا معائنہ کیا۔ چٹان کے مضبوط اور پتھریلے فرش پر ایک جگہ جوڑ تھا اور وہاں پتھر کا ایک کڑا لگا ہوا تھا... ہمارے دل رہائی کی امید سے دھڑکنے لگے.... گڈ نے اپنی جیب سے ایک چھری نکالی جس کے ایک طرف وہ اوزار لگا ہوا تھا جس کے ذریعہ گھوڑے کے کھروں سے پتھر نکالے جاتے تھے..... گڈ چھری کھول کر اکڑوں بیٹھ گیا اور کڑے کے اردگرد کھودنے لگا۔ کچھ ہی دیر بعد کڑا چھوٹ گیا.... یہ کڑا چونکہ پتھر کا تھا اس لئے ہم یقین سے نہیں کہہ سکتے تھے کہ وہ لوہے کے کڑے کی طرح مضبوطی سے کنڈی میں لگا ہوا ہوگا یا نہیں ... گڈ نے کڑا اونچا کر کے اپنا ہاتھ اس میں ڈالا اور پوری قوت سے اپنی طرف کھینچا..... لیکن کچھ نہ ہوا ہنری نے زور آزمائی کی لیکن پھر بھی کچھ نہ ہوا۔

گڈ چھری لے کر پھر بیٹھ گیا اور وہ جگہ کھرچ ڈالی جہاں سے ہوا آتی معلوم ہوتی تھی۔

"اور اب ہنری مستعد ہو جاؤ۔ آستینیں چڑھا کر کڑے کو کھینچو۔ ہاں ٹھہرو" گڈ نے ایک رومال نکالا جو وضعداری کو نبھاتے ہوئے اسکی گردن میں پڑا ہوا تھا۔ اس نے رومال کڑے پر لپیٹ لیا۔ "کواٹرمین۔ تم ہنری کی کمر پکڑ لو۔ جب میں ہاں کہوں تو دونوں مشترکہ زور لگانا۔"

ہنری نے اپنی پوری طاقت صرف کر دی..... میں ہنری کو کھینچ رہا تھا اور

گڈ مجھے۔

"ہم کامیاب ہو رہے ہیں۔ کھینچو ..... زور سے .. اور زور سے" ہنری نے کہا اور ہم نے اپنی طاقت سے زیادہ زور لگایا۔

دفعتاً ایک زبردست دھماکا ہوا۔ پتھر اپنی جگہ سے اکھڑا۔ کمرے میں تازہ ہوا کا ایک سیلاب آگیا ہم تینوں اپنے زور میں آرہے اور فرش پر اوپر تلے چت گرے۔

ہم نے جلدی جلدی اُٹھ کر سانس درست کیا۔

"کواٹرمین ایک دیا سلائی جلاؤ۔ مگر ذرا احتیاط سے" ہنری نے کہا۔

میں نے دیا سلائی جلائی۔ پتھر کا ایک زینہ نیچے کی طرف جا رہا تھا۔

"اب کیا کرنا چاہیے؟" گڈ نے پوچھا۔

"خدا کا نام لے کر نیچے اُترو" ہنری نے کہا، "کواٹرمین اپنا بچا ہوا کھانا پانی لے آؤ۔"

میں ٹٹولتا ہوا اس جگہ پہونچا جہاں پتھروں کے صندوقوں کے قریب ہمارا کھانا اور پانی رکھا ہوا تھا۔ میں یہ چیزیں لیکر پلٹا ہی تھا کہ مجھے ایک خیال آیا۔ میں نے سوچا کہ اگر میں اپنی جیبوں میں کچھ ہیرے بھرلوں تو برا ہی کیا ہے۔ شاید ہم یہاں سے نکلنے میں کامیاب ہو جائیں۔ چنانچہ میں نے پہلے صندوق میں ہاتھ ڈالا اور اپنے شکاری کوٹ کی جیبیں منہ تک بھر لیں۔ اور دو تین ہیرے تیسرے صندوق سے بھی لئے (یہ ہیرے بڑے بڑے تھے)۔

"میں نے کہا دوستو" میں چلایا "کیا تم ہیرے لینا نہیں چاہتے۔؟"

میں نے تو اپنے کوٹ کی جیبیں پُر کر لی ہیں ۔"

"اوہ لعنت بھیجو ہیروں پر" ہنری نے کہا "مجھے ان سے نفرت ہو گئی ہے"

گڈ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ شاید وہ فلاد بٹا کی لاش کو الوداع کہہ رہا تھا جسنے اس سے بے پناہ محبت کی تھی .... معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی اس منحوس دولت کو حاصل کرنا نہیں چاہتا تھا .... لیکن میں اپنی فطرت سے مجبور تھا۔

"چلو کوارٹرمین" ہنری زینے کی پہلی سیڑھی پر کھڑا ہوا تھا" ذرا احتیاط سے چلنا میں آگے چلتا ہوں ۔"

"ذرا ہوشیاری سے چلنا ہنری۔ ممکن ہے آگے کہیں گہرا کھڈ ہو ۔" میں نے کہا۔

"یہ بھی تو ممکن ہے کہ آگے بھی کوئی کمرہ ہو" ہنری نے کہا اور نیچے اُترنے لگا۔ میں پھونک پھونک کر قدم رکھتا ہوا اس کے پیچھے ہو لیا۔ گڈ میرے ساتھ تھا۔

پندرہ زینے اُتر کر ہنری رک گیا" تو یہاں زینہ ختم ہو گیا۔ معلوم ہوتا ہے اس وقت ہم ایک غلام گردش میں کھڑے ہوئے ہیں ۔"

ہنری کے پیچھے گڈ تھا اور سب سے آخر میں میں۔ نیچے پہونچ کر میں نے باقیماندہ دو دیا سلائیوں میں سے ایک جلائی .... ہم ایک تنگ سُرنگ میں کھڑے ہوئے تھے۔ اور یہاں سے سرنگ دو حصوں میں بٹ کر جس زینے سے ہم اُترے تھے اس کے دائیں اور بائیں چلی گئی تھی۔ اس سے پہلے کہ ہم کچھ اور دیکھ سکیں دیا سلائی میری انگلیوں کو داغتی ہوئی بجھ گئی۔ اب یہاں یہ

سوال درپیش تھا کہ کون سا راستہ اختیار کیا جائے۔ یہ جاننا واقعی مشکل تھا کہ دائیں بائیں کی دونوں سرنگیں کہاں جا کر ختم ہوتی تھیں۔ ممکن تھا ایک سرنگ میں داخل ہو کر ہم باہر نکل جائیں اور دوسری میں داخل ہو کر موت کی اتھاہ تاریکیوں میں جا پڑیں۔ ہم چہ کنم کی حالت میں کھڑے رہے۔ یکلخت گڈ کو خیال آیا کہ جب میں نے دیا سلائی جلائی تھی تو اس کی لو بائیں طرف کو مڑ گئی تھی۔

"ہمیں دائیں طرف چلنا چاہئے" گڈ نے کہا "اس طرف سے ہوا اندر آتی ہے۔"

چنانچہ ہم ٹٹولتے ہوئے دائیں طرف کی سرنگ میں گھس گئے۔ ہم رفتہ رفتہ منحوس خزانے کے کمرے سے دور ہونے لگے اگر پھر کبھی کوئی شخص خزانے کے کمرے میں داخل ہوگا (اور اس کی امید کم ہی ہے) تو وہ اس کمرے میں ہماری نشانیاں پائے گا۔ کھلے ہوئے صندوق۔ بجھی ہوئی مشعل۔ اور غریب فولادیٹا کا سفید ہڈیوں کا پنجر۔

پاؤ گھنٹہ تک چلنے کے بعد سرنگ ایک طرف کو مڑ گئی۔ اور یہاں اس سرنگ کو جس پر ہم چل رہے تھے۔ ایک اور سرنگ دائیں طرف سے آکر اسے کاٹتی ہوئی بائیں طرف گزر رہی تھی ..... ہم ناک کی سیدھ میں چلتے رہے۔ مسلسل تین گھنٹے چلنے کے باوجود ہم سرنگوں کے اس جال سے باہر نہ نکل سکے ..... اب تک دل میں امید کا چراغ ٹمٹما رہا تھا اور اب وہ بجھنے لگا۔ آخر کار انتہائی تھکن اور مایوسی کی وجہ سے ہم ایک جگہ رک گئے

... یہاں ہم نے بچا ہوا کھانا کھایا اور پانی کا آخری قطرہ پیا۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ ہم موت کے ہاتھوں سے دامن چھڑا کر خفیہ کمرے سے بھاگے تھے لیکن وہ ہمارے پیچھے لگی ہوئی تھی اور اس جگہ وہ ہمیں دبوچ لیگی۔

جب ہم چلنے کے لئے اٹھے تو مجھے کچھ مبہم سی آواز سنائی دی... پتہ نہیں یہ کس چیز کی آواز تھی۔ لیکن میں اسے مسلسل سن رہا تھا۔ میں نے اپنے ساتھیوں کی توجہ اس آواز کی طرف مبذول کرائی۔

"خدا کی قسم یہ بہتے پانی کی آواز ہے... چلو" گڈ نے کہا۔

اور ہم ٹٹولتے ہوئے آواز کی سمت ہولئے۔ جیسے جیسے ہم آگے بڑھتے گئے آواز تیز ہوتی گئی۔ یہانتک کہ اس نے ایک شور کی صورت اختیار کر لی ہم تیزی سے آگے بڑھے... آگے... اور آگے... یقیناً یہ تیزی سے بہتے ہوئے پانی کی آواز تھی۔ لیکن ہمیں شک تھا... آپ جانئے زمین کے نیچے پانی کس طرح سے بہہ سکتا ہے۔ گڈ قسمیں کھا رہا تھا کہ وہ پانی کی بو سونگھ رہا ہے۔

"گڈ ہوشیاری سے آگے بڑھنا۔ ہم پانی کے کہیں قریب ہی ہوں گے" ہنری نے کہا۔

"کھڑاک سے پتھر لڑھکنے کی آواز آئی اور ساتھ ہی گڈ کی دلدوز چیخ سنائی دی گڈ ہم سے آگے ایک بلند جگہ پر چل رہا تھا۔ اور اسی بلندی سے وہ کہیں نیچے گرا تھا۔

"گڈ۔ گڈ۔ کہاں ہو" ہم چلائے۔

"سب ٹھیک ہے۔ ایک چٹان میرے ہاتھ میں آگئی ہے اور میں نیچے گرنے سے بچ گیا ہوں.... جلدی سے دیا سلائی جلاؤ تاکہ مجھے پتہ چلے کہ تم کہاں ہو" گڈ کی آواز سنائی دی۔

میں نے آخری دیا سلائی جلائی۔ پانی ہمارے پیروں کے بالکل قریب بہہ رہا تھا۔ میں اور ہنری اس کے کنارے پر کھڑے تھے اور گڈ دائیں طرف ایک بلند چٹان سے لٹک رہا تھا.... دیا سلائی بجھ گئی۔

"بس جہاں ہو وہیں کھڑے رہو۔ اور اپنے ہاتھ آگے کی طرف پھیلا دو.... میں تم میں سے کسی ایک کا ہاتھ پکڑ لوں گا۔ لیکن ہوشیار رہنا ایسا نہ ہو کہ تم بھی میرے ساتھ ساتھ پانی میں لڑھک جاؤ" گڈ نے کہا اور دوسرے ہی لمحے ہمیں اس کے پانی میں گرنے کا دھماکا سنائی دیا۔ دو ہی منٹ بعد گڈ نے ہنری کا ہاتھ پکڑ لیا اور کود کر کنارے پر آگیا۔

"خدا کی پناہ" گڈ نے پھولی سانسوں کے درمیان کہا "اگر چٹان میرے ہاتھ میں نہ آجاتی اور میں تیرنا نہ جانتا تو کبھی کا غرق ہو گیا ہوتا۔ پانی بڑی تیزی سے بہہ رہا ہے اور اس کی تہہ کا پتہ نہیں۔"

"اب ہمیں نالے کے کنارے نہیں چلنا چاہئے۔ ایسا نہ ہو کہ ہم میں سے کوئی پھر اس میں جا گرے" ہنری نے کہا۔

ہم نے نالے میں منہ ہاتھ دھوئے اور بوتل پانی سے بھرلی.... نالے کا پانی ٹھنڈا اور میٹھا تھا.... کچھ دیر سستانے کے بعد ہم پھر سرنگ میں چل پڑے.... ایک اور سرنگ کے دہانے پر پہنچے جو بائیں طرف جاتی تھی

معلوم ہوتا ہے تمام سرنگیں ایک ہی طرح کی ہیں" ہنری نے کہا" بہر حال دائیں طرف چلا جائے اگر خدا کی مرضی ہوئی تو ہم سرنگوں کے اس ہیبتناک جال سے باہر نکل جائیں گے۔"

ہم دائیں طرف کی سرنگ میں داخل ہوئے.... ہنری راہنمائی کر رہا تھا ایک دم سے وہ رک گیا اور ہم اس سے جا ٹکرائے۔

"دیکھنا کوارٹرمین" ہنری نے کہا" میرا دماغ چل گیا ہے یا حقیقت میں سامنے روشنی نظر آ رہی ہے؟"

میں نے غور سے دیکھا.... کافی دور.... ہمارے بالکل سامنے روشنی کا ایک داغ سا نظر آ رہا تھا۔ یہ داغ اس قدر دھندلا تھا کہ ہماری ہی آنکھیں جو تاریکی کی عادی ہو گئی تھیں اسے دیکھ سکتی تھیں۔

ہم دھڑکتے دل اور لرزتے قدموں سے روشنی کی طرف بڑھے.... سامنے یقیناً روشنی ہی تھی.... چند قدم اور آگے بڑھے.... اور تازہ ہوا کے جھونکے ہمیں پنکھا جھلنے لگے۔ اور ہمارے دل خوشی سے ناچ اٹھے۔

ہم آگے بڑھے.... اور سرنگ اس قدر تنگ ہو گئی کہ ہم چوپایوں کی طرح چلنے لگے.... سرنگ اور بھی تنگ ہو گئی.... اور ہم پیٹ کے بل رینگنے لگے۔ اور ہمیں محسوس ہوا کہ ہم نرم نرم مٹی پر رینگ رہے تھے.... پتھریلا راستہ ختم ہو گیا تھا۔

آخری کوشش.... اور ہنری.... اس کے بعد گڈ اور پھر میں سرنگ سے باہر نکلے.... اوپر شفاف آسمان پر تارے آنکھیں جھپک رہے

تھے اور ٹھنڈی ہوا ہمیں روحانی سکون پہونچا رہی تھی۔

ہم کھڑے ہوئے.... کہ دفعتاً ہمارے پیروں تلے سے کوئی چیز سرک گئی.... اور ہم نم آلود ٹھنڈی گھاس پر لڑھکنیاں کھانے لگے۔

جھاڑیوں اور نم آلود زمین پر سے لڑھکتا ہوا میں کسی جگہ رک گیا۔ کسی سخت سی چیز پر میرا ہاتھ جا پڑا۔ میں اسے مضبوطی سے پکڑ کر بیٹھ گیا اور اپنے ساتھیوں کو آواز دینے لگا۔ اور میری آوازوں کا جواب ہنری نے کہیں نیچے سے دیا۔ اس نے بھی کسی چیز کا سہارا لے کر لڑھکنا بند کر دیا تھا میں رینگتا ہوا ہنری کے قریب جا بیٹھا۔ اب ہمیں گڈ کی تلاش ہوئی۔ اور ہم نے دیکھا کہ وہ ایک درخت کی جڑوں میں الجھا ہوا ہاتھ پیر چلا رہا تھا اپنے آپ کو جڑوں سے چھڑا کر وہ بھی ہمارے قریب آ بیٹھا۔

ہم تینوں بیٹھے خوشی سے مسکرا رہے تھے.... ہم اس ہیبتناک جگہ سے نکل آئے تھے جو ہماری قبر بننے والی تھی۔ پہاڑوں کی چوٹیوں پر پو پھٹ رہی تھی جسے دیکھنے کی چند ہی منٹ پہلے ہمیں کوئی امید نہ تھی۔

آہستہ آہستہ اجالا پھیلنے لگا۔ اور اب ہم نے دیکھا کہ ہم غار کے دہانے کے سامنے ایک گہرے اور لمبے چوڑے کھڈ میں بیٹھے ہوئے تھے۔

صبح کی روشنی اور تیز ہوئی.... اور ہم نے ایک دوسرے کا جائزہ لیا.... ہر ایک کی آنکھوں کے گرد حلقے پڑ گئے تھے۔ ہونٹوں پر پپڑیاں جم گئی تھیں اور بال الجھے ہوئے تھے۔ ہمارے تمام کپڑے اور جسم کیچڑ میں لت پت تھے اور یقین مانئے اس وقت بھی گڈ کی یک چشمی عینک بدستور

اس کی آنکھ سے چپکی ہوئی تھی۔

ہم نے اٹھ کر اوپر چڑھنا شروع کیا۔ ایک گھنٹہ کی جدوجہد کے بعد ہم گڑھے کے کنارے پر کھڑے ہوئے تھے.... سامنے شاہراہ سلیمان پھیلتی چلی گئی تھی اور دور پر وہ غار نظر آ رہا تھا جہاں تین خاموش دیوتاؤں کے بُت نصب تھے۔ شاہراہ سلیمان سے ایک طرف ہٹ کر غار سے کوئی سو گز دور۔ جھونپڑیوں کے سامنے الاؤ روشن تھے۔ اور آگ کی روشنی میں انسانی سائے حرکت کرتے نظر آ رہے تھے.... ہم اسی طرف بڑھے..... ہمیں دیکھتے ہی ایک شخص اٹھا اور ایک چیخ کے ساتھ ہمارے قدموں میں گر گیا۔

" انفادوس۔ انفادوس۔ یہ ہم ہیں۔ تمہارے دوست " میں خوشی سے چلایا

انفادوس اٹھا....

" میرے آقا.... میرے آقا.... یہ کیا آپ ہی ہیں یا میری آنکھیں اور کان مجھے دھوکا دے رہے ہیں " اور بوڑھا جرنیل ہنری کے پیر پکڑ کر مارے خوشی کے رونے لگا۔

انیسواں باب

آخری سلام

دس روز بعد ہم لو میں تھے.......

اور باہر آئینہ دیکھنے سے پتہ چلا کہ جانے کس وجہ سے میرے بال سفید ہو گئے تھے۔ گڈ کا بشاش چہرہ سست ہو گیا تھا۔ اور فلاویٹا کی موت کی وجہ سے وہ غمگین رہنے لگا تھا۔

ہم پھر گنج سلیمان کے خفیہ کمرے کا سراغ نہ پا سکے...... کچھ روز بعد چند آدمیوں کے ساتھ ہم اس جگہ گئے جہاں سے باہر آئے تھے۔ گڑھے میں اتر کر ہم نے سرنگ کو لاکھ تلاش کیا لیکن کامیابی نہ ہوئی۔

واپس لوٹنے سے ایک روز پہلے ہم نے موت کے کمرے میں گھس کر خفیہ دروازے کو تلاش کیا۔ مسلسل بارہ گھنٹے کی تلاش کے باوجود ہمیں وہ دروازہ نہ ملا۔ اور شاید قیامت تک اب کوئی اس دروازہ کو اور خزانے کو نہ پا سکے گا۔ اور گنج سلیمان اور فلاویٹا کی ہڈیاں ابد تک خفیہ کمرے میں محفوظ رہیں گی۔ اس جگہ کے تمام سربستہ راز گگول اپنے سینے میں لئے دروازے کے نیچے قیامت تک دبی رہے گی۔

مایوسی سے ٹھنڈی آہیں بھرتے ہم دوسرے روز لو کی طرف واپس لوٹ گئے..... یہ ٹھنڈی آہیں واقعی بہت بڑی ناشکری تھی۔ قارئین کو یاد ہوگا

کہ خفیہ کمرے سے چلتے وقت میں نے اپنے کوٹ کی جیبوں کو ہیروں سے بھر لیا تھا... تنگ سرنگ میں رینگتے وقت کئی ایک بڑے بڑے ہیرے میری جیبوں سے نکل گئے تھے۔ لیکن پھر بھی میری جیب میں اتنے ہیرے تھے کہ میرے پوتے تک آرام سے زندگی بسر کر سکتے تھے اور یوں گنج سلیمان کے لئے ہماری تمام بھاگ دوڑ بالکل ہی رائیگاں نہیں گئی تھی۔

لوپھوپنچے تو اگنوسی نے بڑی خندہ پیشانی سے ہمارا استقبال کیا...
اور بڑی توجہ سے ہماری داستان مصیبت سنتا رہا۔ اور جب ہم نے گگول کی موت کا ذکر کیا تو وہ ایک سوچ میں پڑ گیا۔

"یہاں آؤ" اسنے اپنے درباریوں میں سے ایک بوڑھے کی طرف اشارہ کیا۔ جس کے سر اور بھوؤں کے بال سفید ہو رہے تھے اور چہرے پر گہری گہری جھریاں پڑی ہوئی تھیں۔

بوڑھے نے آگے بڑھ کر اگنوسی کو سلام کیا اور مؤدب کھڑا ہو گیا۔

"کتنی عمر ہوگی تمہاری؟" اگنوسی نے پوچھا۔

"آپ کے دادا اور میں ایک ہی روز اور ایک ہی ساعت میں پیدا ہوئے تھے" بوڑھے نے جواب دیا۔

"اچھا۔ یہ تو بتاؤ کہ جب تم بچے تھے کیا اس وقت بھی تم گگول کو جانتے تھے؟"

"جی ہاں۔ میرے آقا۔ میں نے بچپن میں گگول کو دیکھا تھا"

"اسوقت وہ کیسی تھی؟ تمہاری طرح ضعیف سی یا جوان العمر؟"۔

"نہیں۔ میرے آقا اس وقت بھی گگول اتنی ہی بوڑھی تھی......

اور میرے دادا کے وقت میں بھی وہ اتنی ہی مکروہ صورت اور چڑیل تھی جتنی کہ آج ہے"

"گگول اس دنیا میں نہیں..... وہ مر گئی ہے"

"ہیں تو کیا اس صدیوں پرانی شیطانی عورت کا خاتمہ ہو گیا؟"

"ہاں..... اچھا اب تم جا سکتے ہو"

"کوم۔کوم" بوڑھا اپنی جگہ پر جا کر بیٹھ گیا۔

"دیکھا میرے عزیز دوستو" اگنوسی ہم سے مخاطب ہوا "گگول بڑی پراسرار عورت تھی..... اس کی موت سے مجھے روحانی مسرت حاصل ہوتی ہے اگر وہ زندہ ہوتی تو خفیہ کمرے میں تمہیں دفن کرنے کے بعد وہ یقیناً مجھے قتل کرنے کی ترکیب سوچتی..... اور پھر اپنے کسی منظور نظر شخص کو تخت پر بٹھا کر اپنی شیطانی قوتوں سے کوکوآنہ کی سرزمین کو لرزا دیتی۔ اچھا میکو میزن اپنی داستان مکمل کر دو۔"

میں نے سب کچھ سنا چکنے کے بعد موقع دیکھ کر کہا "اور اب اگنوسی ہم اپنے دیس میں واپس جانا چاہتے ہیں..... تم ایک ملازم کے طور پر ہمارے ساتھ یہاں آئے تھے اور ہم تمہیں کوکوآنہ کا بادشاہ چھوڑے جاتے ہیں ..... تم نے جو وعدہ کیا ہے اسے یاد رکھنا۔ کبھی کسی بیگناہ کو قتل نہ کرنا..... کل صبح ہم روانہ ہو جائیں گے..... ایک راہبر تم ہمارے ساتھ کر دینا جو ہمیں کوہ سبا کی پرلی طرف تک چھوڑ آئے۔"

"تمہارے ان الفاظ نے میرے دل کے ٹکڑے اڑا دئیے ہیں" اگنوسی نے کہا "انکو بو میکو میزن

... باگون .... مجھ سے کیا غلطی ہوگئی جس کی وجہ سے تم مجھے چھوڑ کر جا رہے ہو؟ - تم نے جنگ وجدل میں میرا ساتھ دیا اور اب پر امن زمانے میں مجھ سے رخصت ہو رہے ہو؟ - میں تمہاری جدائی برداشت نہیں کر سکوں گا عزیز دوستو - دیکھو یہ تمام ملک تمہارا ہے - میں صرف نام کا بادشاہ رہونگا اور حکومت تم کروگے - تم یہیں رہ جاؤ - تمہیں کس چیز کی خواہش ہے؟ دودھ اور مکھن کی؟ تو ہر صبح تمہیں ایک گائے کا تازہ دودھ اور مکھن ملتا رہے گا .... تمہارا دل ہاتھیوں کے شکار میں لگا ہوا ہے؟ تو میرے ملک میں بھی ہاتھی ہیں .... اگر جنگ کرنا چاہتے ہو تو میرا تمام لشکر تمہارا ہے - اسے لیکر جس ملک پر چاہو حملہ کر دو .... میرے دوستو .... میرے بھائیو .... میں روئے زمین کی ہر وہ چیز جو میرے قبضۂ قدرت میں ہے تمہارے لئے حاضر کر دوں گا .... لیکن دیوتاؤں کے لئے یہاں رہ جاؤ۔"

"نہیں اگنوسی - ہم جانا چاہتے ہیں" میں نے کہا۔

"اچھا - تو اب میں سمجھا" اگنوسی کی آنکھیں غصہ سے انگارہ ہوگئیں "تو تم ہیروں کو مجھ سے زیادہ چاہتے ہو .... تم نے ان ہیروں کو حاصل کر لیا - اب مجھ سے کیا غرض - اچھا جاؤ - اور ناٹال کے بازاروں میں ان ہیروں کو بیچ کر لکھ پتی بن جاؤ .... جاؤ .... دیوتاؤں کی قسم اگر اب کوئی شخص ان پتھروں کی تلاش میں یہاں آئیگا تو میں اس کی کھال کھنچوا کر بھس بھروا دوں گا .... سفید انسانو .... تم جا سکتے ہو۔"

"اگنوسی" میں نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھ دیا "یہ بات نہیں ..

پر سچ کہنا جب تم ہمارے ملک میں تھے اس وقت تمہیں اپنے وطن کی یاد نہیں ستا رہی تھی؟"

"تمہارا کہنا ٹھیک ہے میکومیزن۔"

"بس تو اسی طرح سے ہمیں اپنے وطن کی یاد ستاتی رہی ہے۔"

"تمہاری باتیں عقلمندانہ اور تمہاری دلیلیں بالکل ٹھیک ہیں میکومیزن جو پرند آسمان کی وسعتوں میں پرواز کر رہا ہو۔ اسے زمین پر رینگنا بالکل ہی پسند نہیں۔ واقعی تم ہم سیاہ چمڑی کے لوگوں میں خوش نہیں رہ سکتے۔ اچھا میں تمہیں جانے کی اجازت دیتا ہوں ...... میں زندگی بھر تمہاری یاد میں بے چین رہوں گا ...... یہاں سے جانے کے بعد تم گویا میرے لئے مر چکے۔ کیونکہ اب پھر کبھی بھی تم جلتے ہوئے صحرا کو عبور کر کے یہاں تک نہیں آسکو گے۔"

"لیکن میکومیزن۔ میرا یہ پیغام مہذب دنیا تک پہونچا دینا ...... اب کوئی بھی شخص کوکوآنہ کا رخ نہ کرے۔ میں نہیں چاہتا کہ شکاریوں کی بندوقوں کا خوف میرے لوگوں کے دلوں میں بیٹھ جائے ...... کوئی بھی مذہبی راہنما اس طرف آنے کی کوشش نہ کرے۔ کہ وہ خدا کا خوف میرے سپاہیوں کے دلوں میں جاگزین کر کے انہیں بزدل بنا دے۔ اگر اکا دکا لوگ آئے تو میں انہیں کوہ سیا کی طرف ہانک دونگا اور اگر کوئی لشکر لیکر چڑھ آیا تو میں اس سے جنگ کروں گا۔ اگر پھر کوئی شخص خزانے کی تلاش میں آیا تو اس کا انجام برا ہوگا۔ لیکن تم تینوں کے لئے کوکوآنہ کے دروازے ہمیشہ کھلے رہیں گے۔ تم جب چاہو یہاں آسکتے ہو ...... تم تینوں دنیا میں مجھے سب سے زیادہ عزیز ہو۔"

"انفادوس اور یہ بوڑھا درباری۔ جس سے میں نے ابھی گگول کے بارے میں پوچھا تھا۔ چند سپاہیوں کیساتھ صحرا کے کنارے تک تمہاری راہبری کریں گے۔ الوداع دوستو.... میں اسی وقت سے آخری سلام کرتا ہوں۔ میں تمہیں رخصت ہوتے نہیں دیکھ سکوں گا۔ اس لئے اس وقت میں تمہیں۔ خصت کرنے نہیں آؤنگا۔ بس یہ ہماری آخری ملاقات ہے.... میں کوکوآنہ کی ہر چٹان پر تمہارا نام کندہ کرا دونگا تاکہ ابد تک تمہاری یاد کوکوآنہ میں باقی رہے۔

"جاؤ۔ میرے عزیز بھائیو۔ میری آنکھیں تمہاری یاد میں ہمیشہ آنسو بہاتی رہیں گی۔ جب تم بوڑھے ہو کر اپنے ماضی کو یاد کرو۔ تو مجھے یاد کر لینا.... ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رخصت میرے دوستو..... آخری سلام قبول ہو میرے بھائیو۔"

اگنوسی نے اٹھ کر کچھ دیر تک ہمیں غور سے دیکھا.... پھر اپنا منہ دونوں ہاتھوں سے چھپا کر پھوٹ پھوٹ کر روتے ہوئے اپنے خالی جھونپڑے کی طرف چلا گیا..... ہم بھی پرنم آنکھوں سے واپس اپنی جھونپڑی میں پہونچے۔

دوسرے روز صبح سویرے ہم نے لو کو خیر باد کہا۔ انفادوس۔ ہماری جدائی کے خیال سے دل برداشتہ ہمارے ساتھ تھا۔ اور گریز کا دستہ ہمارے جلو میں سر جھکائے چل رہا تھا..... لو کے راستوں پر عورتیں اور مرد پرا باندھے کھڑے تھے۔ اور جب ہم ان کے درمیان سے گزرے تو مردوں نے شاہی

سلام کے الفاظ کہے اور عورتوں نے ہم پر پھول پھینکے۔

جب ہم صدر دروازے کے قریب پہونچے تو ایک خوبصورت لڑکی بھیڑ کو چیرتی ہوئی ہمارے سامنے آ کھڑی ہوئی۔ اس نے آگے بڑھ کر جنگلی پھولوں کا ایک گلدستہ گڈ کو پیش کیا۔ جسے گڈ نے قبول کر لیا.... لڑکی معلوم ہوتا تھا کچھ کہنا چاہتی تھی۔

"کہو کیا کہنا ہے تمہیں" گڈ نے کہا۔

"میرے آقا.... آپ اپنے ہاتھی دانت ایسے خوبصورت سفید پیروں کی زیارت اس کنیز کو کرائیں۔ میں آپکے پیر دیکھنے کیلئے چار روز کا سفر طے کر کے یہاں تک آئی ہوں۔ آپکے پیروں کی خوبصورتی اور سفیدی کے افسانے کوکوآنہ کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے ہیں.... دیوتاؤں کے لئے مجھے ان کی زیارت سے محروم نہ کیجئے۔"

"ہیں.... یعنی کہ.... واہ.... اگر مجھے پھانسی پر لٹکا دیا جائے تب بھی یہ نہیں ہو سکتا" گڈ نے کہا۔

"گڈ۔ نہیں لڑکی کو مایوس نہیں کرنا چاہئے۔" ہنری نے کہا۔

"نہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا" گڈ نے کہا۔

آخر بہت کچھ کہنے سننے کے بعد گڈ نے اپنی پتلون گھٹنوں سے اوپر تک چڑھائی۔ اور لوگ خوشی سے چلانے لگے.... اور اسی طرح سے پتلون اٹھائے گڈ چلتا رہا۔ یہاں تک کہ ہم لو سے باہر آ گئے۔

راہ میں انفادوس نے بتایا کہ ہم جس راستہ سے آئے تھے اس

کے علاوہ ایک اور بھی راستہ ہے۔ جو اس چٹانی دیوار میں ہے جو کوہ سبا کے دائیں اور بائیں پہاڑوں کو ملاتی ہے۔ اس نے ہمیں بتایا کہ ڈیڑھ سال ہوئے کوکوآنہ کے سپاہیوں کا ایک دستہ شتر مرغ کی تلاش میں اسی راستہ سے صحرا میں داخل ہوا تھا۔ انہیں شتر مرغ تو نہ ملے لیکن وہ یہ خبر لیکر کوکوآنہ میں آئے کہ اس راستہ سے جانے کی وجہ سے صحرا میں کئی ایک نخلستان ملتے ہیں.... چنانچہ ہم نے اسی راستہ سے جانا پسند کیا۔

چار روز بعد ہم چٹانی دیوار پر کھڑے ہوئے تھے۔ جہاں سے ہمیں دو ہزار فٹ نیچے اترنا تھا۔ یہاں ہم نے اپنے وفادار دوست انفادوس کو آخری سلام کیا تو اس کی آنکھیں پُرنم ہو گئیں۔

"میرے آقا" اس نے کہا "اب میں آپ سے پھر کبھی نہیں مل سکونگا مرتے دم تک آپ کی یاد میرے دل میں چٹکیاں لیتی رہے گی۔ کبھی کبھار خواب میں آپ کا دیدار ہو جائے تو یہ بھی میرے لئے غنیمت ہوگا۔"

انفادوس کی باتوں نے ہمیں بہت متاثر کیا۔ گڈ نے اپنی نشانی کے طور پر انفادوس کو ایک چیز دی.... اور آپ بتا سکتے ہیں وہ کیا چیز ہوگی؟ یک چشمی عینک.... (بعد میں ہمیں پتہ چلا کہ اس کے پاس ایک اور بھی عینک تھی) انفادوس یہ تحفہ پاکر پھولا نہ سمایا۔

جب ہمارے راہنما کھانا[1] اور پانی لیکر تیار ہو گئے تو ہم نے بڑی گرمجوشی

---

[1] یہ بات آج تک میری سمجھ میں نہیں آئی کہ اگنوسی کی ماں نے کس طرح سے تنہا کوہ سبا اور دہکتے ہوئے صحرا کو عبور کیا ہوگا۔ ظاہر ہے کہ اس کے پاس کھانے پینے کا سامان بھی نہیں تھا اور نہ ہی کوئی راہبر اس کے ساتھ تھا۔ کوارٹر مین

سے انفادوس سے ہاتھ ملائے۔ جو یک چشمی عینک کو اپنی آنکھ پر جمانے کی کوشش کر رہا تھا۔ گریز نے شاہی سلام کے الفاظ کہے اور ہم ان لوگوں کی یاد لئے نیچے اترنے لگے۔ اور بغیر کسی حادثے کے ہم سلامتی سے نیچے اتر گئے۔

"جانتے ہو کوارٹرمین" ہنری نے کہا "افریقہ میں کوکوآنہ سے بھی زیادہ وحشی قومیں آباد ہیں۔ کوکوآنہ ان کے مقابلے میں بہت زیادہ تہذیب یافتہ ہیں۔"

"ہنری میرا تو جی چاہتا ہے کہ میں واپس کوکوآنہ میں لوٹ جاؤں" گڈ نے کہا۔

اب رہا میرا سوال تو.... بندہ تو بس اتنا جانتا تھا کہ اس خوفناک سفر کا انجام اچھا ہوا اور بس۔ جنگ کے مناظر اور خفیہ کمرے کی مصیبت بھلائے نہیں بھولتی تھی اور اب تو میں یہی چاہتا تھا کہ اپنے کمرے میں آتش دان کے قریب اطمینان سے بیٹھے بیٹھے زندگی کے دن گزار دوں.... ہاں اگنوسی اور انفادوس بری طرح سے یاد آ رہے تھے۔

دوسرے روز ہم نے ایک مرتبہ پھر ریگستان میں قدم رکھا.... لیکن اس مرتبہ ہمارے پاس کھانا اور پانی کافی تعداد میں تھا اس لئے راستہ میں کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ تیسرے روز سورج غروب ہوتے وقت ہم ایک نخلستان میں مقیم تھے.... جہاں نرم نرم گھاس ہمارا بستر تھی ٹھنڈی ہوا دلوں کو فرحت پہونچا رہی تھی اور ایک چشمہ اپنی مستانی چال سے بہہ رہا تھا۔

بیسواں باب

ملاپ

اور اب میں ایک ایسا واقعہ بیان کرنے والا ہوں جس کی وجہ سے پتہ چلتا ہے کہ جب خدا چاہتا ہے تو ہر مشکل آسان ہو جاتی ہے۔ میں اور گڈ ہنری سے چند قدم آگے اس چشمہ کے کنارے پر چل رہے تھے جو نخلستان سے باہر پیاسے ریگزار میں جاکر غائب ہو جاتا ہے ایک دم سے میرے پیر جیسے زمین میں گڑ گئے..... اور مارے حیرت کے میری آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں اور مجھے آنکھوں پر سے اعتبار اٹھ چلا۔

مجھ سے کوئی بیس گز دور کھجور کے ایک درخت تلے اور چشمہ کے کنارے پر ایک جھونپڑی بنی ہوئی تھی۔

"یہ جھونپڑی یہاں کیسے آگئی؟ کون ہے جو تنہا دنیا کے ہنگاموں سے دور یہاں رہ رہا ہے" میں نے سوچا۔

جھونپڑی کا دروازہ کھلا اور ایک انگریز لنگڑاتا ہوا باہر آیا۔ وہ اپنے جسم پر کافروں کی طرح کھال لپیٹے ہوئے تھا اور اسکی سیاہ داڑھی اور بال بے تحاشہ بڑھ آئے تھے۔

"کہیں میں خواب تو نہیں دیکھ رہا ہوں؟" میں نے سوچا۔ کوئی بھی شکاری شکار کی تلاش میں اس جلتے ہوئے صحرا میں اتنی دور تک نہیں آسکتا۔

ہنری اور گڈ مجھ سے چند قدم آگے بڑھ کر حیرت سے اس شخص کی طرف دیکھنے لگے.... وہ دونوں چند قدم اور آگے بڑھے..... دفعتاً اس انگریز نے نعرہ بلند کیا.... اور اپنی لنگڑی ٹانگ کو گھسیٹتا ہوا تیزی سے ہماری طرف لپکا اور ہمارے قریب پہونچ کر اس نے اپنے آپ کو ہنری کے قدموں پر ڈال دیا... ہنری نے جلدی سے اُسے اُٹھایا۔

"او خدا.... یہ تو میرا بھائی جارج ہے"۔ ہنری نے کہا۔

ایک اور شخص..... جس کا رنگ سیاہ تھا جھونپڑی سے نکل کر ہماری طرف آیا اور قریب پہونچکر خوشی سے ناچنے لگا۔

"میکومیزن" اس نے کہا "مجھے نہیں پہچانتا؟.... میں جم ہوں.... جم.... رخصت ہوتے وقت آپ نے جو چٹھی لکھ کر مجھے دی تھی وہ خدا جانے کہاں کھو گئی۔ اور ہم دو سال سے اس ریگستان میں پڑے ہوئے ہیں۔"

"اور اس بے احتیاطی کی سزا تمہیں کافی مل گئی" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"جارج۔ ہم تو سمجھے تھے کہ خدانخواستہ تم مر گئے".... تمہاری تلاش میں میں نے افریقہ کے جنگل اور صحرا چھان مارے اور آخر کوہ سبا کی پہاڑی طرف بھی ہو آیا" اور ہنری اور جارج ایک دوسرے سے لپٹ کر رو پڑے اور پرانی عداوتیں بھی ان آنسوؤں کے ساتھ ساتھ بہہ گئیں۔

"دو سال ہوئے میں گنج سلیمان کی تلاش میں چلا تھا۔ یہاں آکر ایک چٹان میری ٹانگ پر گری۔ اور اب میں نہ آگے جا سکتا تھا نہ پیچھے چنانچہ

یہیں رہ پڑا۔"

"ہلو۔ مسٹر نیول۔ پہچانتے ہو مجھے؟" میں نے آگے بڑھ کر کہا۔

"ارے مسٹر کوارٹرمین.... اور گڈ تم بھی؟" جارج خوشی سے چلانے لگا۔

رات کو الاؤ کے گرد بیٹھ کر ہم نے جارج سے اس کی کہانی سنی....

دو سال پہلے وہ اسٹانڈاز کرال سے گنج سلیمان کی تلاش میں روانہ ہوا تھا.... جارج کو آج تک اس بات کا پتہ نہیں چلا تھا کہ میں نے جم کو کوئی چٹھی دی تھی۔ جم نے کبھی اس کا ذکر جارج سے نہیں کیا تھا۔ وہ اور جم دھندلی سی معلومات کے سہارے اس طرف بڑھ رہے تھے۔ جس طرف سے کہ ہم واپس آ رہے تھے ایک روز وہ اس نخلستان میں پہونچ گئے.... اسی روز شام کو جارج چشمہ کے کنارے بیٹھا ہوا تھا اور اس کے بالکل سر پر جم ایک پتھر پر چڑھا مکھیوں کے چھتے سے شہد نکال رہا تھا کہ اس کا پیر پھسلا اور وہ بھاری پتھر جارج کی ٹانگ پر گرا اور اس کی ہڈیوں کو چور کر گیا اور تب سے جارج اسی جگہ مقیم تھا۔

"اور میں اور جم دو سال سے یہاں پڑے ہوئے ہیں۔ جم شکار کر لاتا ہے اور ہمیں غذا مل جاتی ہے" جارج نے کہا "گذشتہ رات ہی میں نے جم سے کہا تھا کہ وہ مجھے یہیں چھوڑ کر اسٹانڈاز کرال جائے اور وہاں سے چند آدمیوں کو لے آئے جو ہمیں اس صحرا سے نکال سکیں۔ جم کل روانہ ہونے والا تھا اور مجھے امید تو نہیں تھی کہ وہ پھر واپس یہاں آئے بہر حال خدا کا شکر ہے کہ آپ لوگ آ گئے۔"

اور اب ہنری نے اپنی داستان شروع سے آخر تک جارج کو سنا دی۔

"واقعی یار" جب میں نے چند ہیرے دکھائے تو جارج نے کہا "تمہارا سفر بے مقصد نہیں رہا۔ اور میں تو اپنی ایک ٹانگ کھو کر بھی کچھ نہ پا سکا۔"

"یہ ہیرے کوارٹرمین اور گڈ کی ملکیت ہیں" ہنری نے کہا۔

میں ایک سوچ میں پڑ گیا۔ اور گڈ سے مشورہ کرنے کے بعد میں نے ہنری سے کہا کہ وہ ان ہیروں میں سے ایک تہائی حصہ اپنے لئے لے اور اگر وہ لینا نہیں چاہتا تو یہ حصہ جارج کو دیا جائے...... چنانچہ ہنری اس بات پر راضی ہو گیا۔

اور اب میرا خیال ہے کہ یہاں میں اس داستان کو ختم کروں... چونکہ جارج ہمارے ساتھ تھا اور اس کی ٹانگ بالکل ہی بیکار ہو گئی تھی اس لئے اسٹانڈازکرال پہونچنے میں کافی عرصہ لگا...... اسٹانڈازکرال سے روانہ ہونے کے دس روز بعد ہم واپس وہیں پہونچے اور یہاں ہمارا سامان اور بندوقیں اُسی بوڑھے کافر کے یہاں محفوظ تھیں۔ جسے چھ ماہ پیشتر ہم اس کے سپرد کر گئے تھے۔ اور یہاں سے روانہ ہو کر آخرکار ڈربن پہونچ گئے۔ کچھ روز میرے مکان پر سستانے کے بعد۔ گڈ۔ ہنری اور جارج مجھ سے رخصت ہو کر انگلستان چلے گئے اور میں پہلے ہی اپنے قارئین سے رخصت ہوتا ہوں ...... غالباً یہ بتلانے کی ضرورت نہیں کہ ۔ میں۔ گڈ اور ہنری آخر تک گہرے دوست رہے اور ہیروں نے

رئیس کافی امیر بنا دیا...... صرف ایک چھوٹے ہیرے کی قیمت اسی ہزار ایک سو ڈالر وصول ہوئی۔ اور بڑے ہیروں کی قیمت ادا کرنے سے افریقہ اور انگلستان کے جوہری عاجز تھے۔

ختم شد

نسیم بکڈپو کے شایع کردہ جاسوسی ناول

چنارم کے اسرار .. .. (بدنام رنیعی) 4/-

دغاباز حسینہ .. .. .. ، 2/-

ریشمی پتھر .. .. (مسعود جاوید) 3/-

پُراسرار رُوح .. .. .. ، 3/-

حوروں کا کلب .. .. (آغا بہار رضوی) .. 5/-

بنت فرعون .. .. (کلام بی اے) .. 3/8

برہنہ بھوت .. (ڈاکٹر اثر بگرامی) .. 2/-

مجرم کون .. .. (بدنام رنیعی) 4/-

چار نقاب پوش .. (محمد حسین لکھنوی) .. 2/8

پُراسرار قتل .. (مظفر حنفی ہسوی) 3/-

یہ تمام ناول دلچسپ پُراسرار اور حیرت انگیز ہیں!

ناشر :- نسیم بکڈپو لکھنؤ

1) A. L. Rashid

2) Ali

3 - 10 Shaling Shah Only

6 . 20

12 . 40

24 . 80 Shaling Shah

48 . 160

3 . 10

1 . 10

80.

Shaling Shah . Only

73 - 50 = 1 80.

Shaling Shah 10

3 — 10

1 — 3

6 . 20.

12 - 40.

24 - 80.

12 240

6 - 20

66 — 100

3 × 6

20 / 3 × 20

10 / 70

3√200 (66

18

20

18

3 100) 200 (